1857

کی

جنگِ آزادی

اور

علمائے لدھیانہ

مع
فتاویٰ قادریہ

مُرتّب
مُفتی ضیاءالحسینؒ
فاضل دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی اور علمائے لدھیانہ

مع

فتاویٰ قادریہ

مرتب

مفتی ضیاء الحسن فاضل دیوبند
مقیم مدینہ منورہ سعودی عرب

ناشر
اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ جامع مسجد قادریہ جناح کالونی
فیصل آباد

فتاویٰ قادریہ

اشاعت اول ——— ۱۸۹۰ء بمطابق ۱۳۰۱ھ

اشاعت ثانی ——— ۱۹۸۰ء

اشاعت ثالث ——— ۱۹۹۵ء

تعداد ——— ایک ہزار

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علمائے لدھیانہ

اشاعت اول ——— ۱۹۹۵ء

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت مکمل کتاب ——— ۵۰ روپے

——— ناشر ———

اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ جامع مسجد قادریہ جناح کالونی

فیصل آباد

درج ذیل پتہ پر خط لکھ کر حاصل کریں

۱۔ اطہر نعیم جامع مسجد قادریہ جناح کالونی فیصل آباد فون:۔ ۶۲۰۲۳۰

۲۔ حافظ شاہد احمد مہتمم جامعہ حقانیہ مسجد حقانی مین بازار فیض آباد فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ شہر سے دعویٰ مسیحیت اور مہدیت کیا اور پھر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

اس وقت کے مشہور علماء علمائے لدھیانہ میں سے مولانا محمد صاحب' مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب اور مولانا عبدالعزیز صاحب نے مرزا کے کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ یہ ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف پہلا فتویٰ ہے۔

بعد میں تمام ہندوستان کے علمائے مرزا کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ بلکہ علمائے لدھیانہ کے فتویٰ کی تائید و توثیق کی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کی کوشش سے علمائے حرمین نے بھی اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی اور یہ کتاب فتاویٰ قادریہ کے نام سے ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۹۰ء میں لدھیانہ سے شائع ہوئی۔ اب اس کتاب کو پرانی شکل میں فوٹو کر کے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ علمائے لدھیانہ کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی شمولیت اور سید احمد شہید اور اسماعیل شہید کے ساتھ معاونت کو بیان کیا گیا۔

پہلی کتاب چونکہ نایاب ہو چکی ہے اس نے علمائے پاکستان کے پر زور اصرار پر دوبارہ شائع کی جا رہی ہے۔

مفتی ضیاء الحسین فاضل دیو بند مقیم مدینہ منورہ

ہندوستان کے اندر احیاء اسلام کے لئے علماء نے شاندار روایات چھوڑی ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی گراں قدر مساعی اس کے لئے مشہور ہے اسی طرح علمائے لدھیانہ نے بھی احیائے اسلام اور ہندوستان کی آزادی کے لئے گراں قدر کوششیں و مساعی کی ہیں۔ ہسٹری آف انڈیا میں یہ سب واقعات انگریز مورخ نے تحریر کئے ہیں اس سلسلہ میں جب شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید معرکہ بالاکوٹ میں تشریف لے جانے کے لئے ارداہ فرما رہے تھے کہ راقم الحروف کے پردادا علامہ عبدالقادر لدھیانوی کے نام آپ حضرات کے خطوط آئے کہ اس معرکہ میں بدنی اور مالی اعانت فرما دیں۔ پردادا مرحوم ذاتی طور پر بعض حالات کی وجہ سے شریک معرکہ نہ ہو سکے۔ لیکن اپ نے سید بزرگوں کی مالی اعانت فرمائی یہ خطوط لدھیانہ میں اب تک محفوظ تھے۔ لیکن تقسیم ملک کے وقت سب کتب خانہ اور خطوط ضائع ہو گئے۔

آپ کے دوسرے صاحبزادے مولانا عبدالقادر راقم الحروف کے پردادا تھے جن کی نسل سے علمائے لدھیانہ مشہور ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے مولوی سیف الرحمٰن تھے جو کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے والد مولانا عبدالقادر کے ساتھ شریک ہوئے اور ۱۸۵۷ء میں افغانستان تشریف لے گئے اور وہیں شادی کر لی اب معلوم ہوا کہ ان کا سارا خاندان جہاد افغانستان میں شریک ہے دوسرے صاحبزادے مولانا محمد صاحب تھے۔ تیسرے مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب تھے۔ آپ زبردست عالم دین تھے جن کی ہمت مردانہ سے فرقہائے باطلہ خصوصا غیر مقلد اور قادیانی خوف زدہ رہتے تھے۔ آپ نے اور آپ کے بھائی مولانا محمد صاحب نے جو کہ مشہور احرار لیڈر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے دادا تھے نے ہندوستان میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا جبکہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ابھی متذبذب تھے بعد میں تمام علمائے حجاز اور مصر نے ان کے فتویٰ کی تصدیق کی اور اس سلسلہ میں ایک کتاب فتویٰ قادریہ کے نام سے ۱۳۰۱ھ ہجری میں تحریر فرمائی۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ راقم الحروف کے دادا تھے اور مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی کے والد تھے۔ چوتھے مولانا عبدالعزیز وقت کے قطب مشہور ہوئے اور علوم باطنی میں کمال رکھتے تھے۔

اسباب زوال حکومت مغلیہ

مسلم حکومتوں کے اسباب زوال تین ہیں۔ ترک تبلیغ، وراثتی جانشینی اور عیاشی

ترک تبلیغ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرکز حکومت آگرہ اور دہلی میں مسلمان ہمیشہ اقلیت میں رہے۔

وراثتی جانشینی (جس کے قواعد بھی معین نہ تھے) کا نتیجہ یہ نکلا کہ جانشینوں میں صرف پستی ہی پیدا نہیں ہوئی بلکہ ان میں باہمی جنگیں بھی ہوئیں اور غیر مسلموں نے ان کے اختلافات کو بڑھایا۔

عیاشی اور کاہلی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ سیاسی تدبیر اور نظم و نسق سے لاپرواہ ہو گئے۔

لہٰذا محمد شاہ کے عہد میں تمام ملک میں چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں پیدا ہو گئیں۔ جس سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو علاقائی تسخیر کا موقعہ ملا۔ اس نے ۱۱۷۰ھ میں بنگال پر ۱۲۱۳ھ میں سلطان ٹیپو کی ریاست میسور پر اور ۱۲۱۸ھ میں مرکزی حکومت دہلی پر قبضہ کر لیا۔ اس سے تین سال قبل سکھ قوم پنجاب پر قابض ہو گئی۔ (۱۲۱۵ھ تا ۱۲۴۵ھ)(۱۸۰۰ء تا ۱۸۲۹ء)

پھر انگریزوں اور سکھوں کے درمیان اتحاد قائم ہوا تو مسلمانوں کے خلاف سکھوں کی چیرہ دستیاں بڑھ گئیں۔ اس وقت افغانستان میں احمد شاہ ابدالی کے فوت ہونے کے بعد باہمی کش مکش پیدا ہو گئی تھی۔

اس صورت حال سے متاثر ہو کر سید احمد شہیدؒ نے ۱۲۴۱ھ میں سکھوں کے خلاف جہاد شروع کیا۔ انہوں نے ۱۲۴۴ھ تا ۱۸۲۹ء میں سکھوں سے پشاور لیا اور ۱۲۴۶ھ تا ۱۸۳۱ء تک جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ ضلع ہزارہ میں شہید ہوئے۔

اگرچہ سیاسی نتائج کے اعتبار سے یہ تحریک ناکام ہوئی لیکن اس سے تمام برصغیر کے مسلمانوں میں عظیم بیداری ہو گئی۔ چند سال بعد اسی تحریک نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف جدوجہد کی صورت اختیار کر لی۔ بہادر شاہ ظفر اپنے وسائل و حالات کے اعتبار سے اس قابل نہ تھا کہ قوت کے ساتھ جنگ کرتا لیکن عام لوگوں نے (جس میں فوج بھی شامل تھی) مختلف علاقوں میں اپنے طور پر جنگ جاری رکھی۔ جس نے پھر ۱۲۷۳ھ تا ۱۸۵۷ء میں انگریز کے خلاف عام جنگ کی صورت اختیار کر لی۔

اس وقت مولانا عبدالقادر لدھیانوی (۱۲۰۵ھ تا ۱۲۷۶ھ) نے فرضیت جہاد پر ایک فتویٰ مرتب کیا۔ جس سے مختلف الخیال طبقوں میں تنظیم پیدا ہوئی۔ کمپنی کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ مگر اتفاق سے اس وقت برطانیہ کی ایک فوج چین جا رہی تھی۔ وہ ہندوستان لائی گئی۔ اس نے سکھوں اور ملکی غداروں کی مدد سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو بچا لیا اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہندوستان کی سلطنت جاتی رہی۔

اس جہاد میں چونکہ کمپنی کی فوج بھی شامل تھی۔ اس لئے انگریزوں نے اس کا نام غدر رکھا۔

ان چاروں بھائیوں کی ترتیب وفات، ترتیب ولادت کے برعکس ہے۔ شاہ عبدالغنی سب سے چھوٹے اور سب سے پہلے فوت ہوئے۔ انہیں خدمت دین کا وقت کم ملا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کمی کو ان کے فرزند شاہ اسمٰعیل شاہ شہید سے پورا کر دیا۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

جلال الدین اکبر کے عہد میں پیدا ہوئے۔ جہانگیر کے ہم عصر ہیں۔ دین اکبری کے پیدا کردہ فسادات کی اصلاح کی اور بڑی حد تک کامیاب رہے۔ علماء سو کی کمزوریوں کو

واضح کیا۔ بدعت حسنہ و سیئہ کی تقسیم کا ابطال کیا۔ وحدۃ الوجود اور گمراہ صوفیوں کی تردید کی۔

مقام صحابہ کرام ان کی اہمیت و احترام کو واضح کیا۔ آپ کے مکتوبات ان مباحث کا زندہ ثبوت ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس ملک کی دینیات میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم الحدیث کو رواج دیا۔ بیش قیمت تصنیفات پیش کیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے آخری چار سالہ دور میں پیدا ہوئے۔ مغلوں کے زوال کا جائزہ لیا۔ حکومتوں کے عروج و زوال کے اسباب گنے۔ قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ، اصول تفسیر اور فلسفہ تشریع پیش کیا۔ فقہی مذاہب میں تطبیق دی۔ خلافت اسلامی اور ملوکیت کا فرق واضح کیا۔ مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ اسلامی کا احساس پیدا کیا۔

آپ کے چاروں فرزند آپ ہی کی مثل مرجع العلماء اور یگانہ روزگار تھے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

اپنے سب بھائیوں سے بڑے اور سب کے بعد فوت ہوئے۔ اس لئے اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی جانشینی کا طویل فریضہ انہی پر عائد ہوا۔

ان کے زمانے ۱۲۱۵ھ میں پنجاب پر سکھوں کا قبضہ اور ۱۲۱۸ھ میں مرکز حکومت دہلی پر انگریز کا قبضہ ہوا۔ مسلمان بادشاہوں کے اختیارات انتہائی محدود کر دیئے گئے۔ تو شاہ عبدالعزیزؒ نے اس ملک کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ ملک کے طول و عرض میں اس فتویٰ کی خاطر خواہ پذیرائی ہوئی۔

ایک طرف علمائے ٹھٹھہ (سندھ) نے اس فتویٰ کے حوالے سے دیار سندھ کو دارالحرب قرار دیا۔ تو دوسری طرف بنگال میں حاجی شریعت اللہ نے فرائض دین قائم کرنے کی غرض سے فرائضی تحریک شروع کی۔

شاہ عبدالعزیز کا معمول یہ تھا کہ درس و تدریس کے مخصوص حلقہ کے علاوہ عوام مسلمانوں کے لئے ہفتہ میں دو دن وعظ کرتے تھے۔ ان کی تعلیم و ارشاد کا یہ سلسلہ تقریباً ۶۳ برس تک جاری رہا۔ اس طویل مدت میں آپ کے تربیت یافتہ افراد ہزاروں کی تعداد میں ملک کے طول و عرض میں پھیل گئے۔

تحریک مجاہدین

کفار کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے پیش نظر شاہ عبدالعزیز نے اپنی جماعت کو دو مقصد کے لئے تیار کیا۔ جہاد مع الکفار اور تعلیم دین' مقصد جہاد کے لئے اپنے تلمیذ خاص سید احمد بریلویؒ کو تیار کیا۔ ان کی اعانت اور مشورہ کے لئے اپنے بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور اپنے داماد مولانا عبدالحیٔ کو خصوصی مشیر قرار دیا۔

پھر ان سب کو ۱۲۳۲ھ میں بیعت جہاد لینے کے لئے ہندوستان کے دورہ پر بھیجا۔ اس کے بعد تمام قافلے کو حج پر جانے کا حکم دیا۔ جب یہ قافلہ حج سے واپس آیا تو شاہ عبدالعزیزؒ فوت ہو چکے تھے۔ ۱۲۳۹ھ اور ان کے نواسے شاہ محمد اسحٰق ان کی جگہ جانشین مقرر ہوئے۔

لہٰذا ۱۲۴۱ھ میں مجاہدین کی اس جماعت نے راجپوتانہ، سندھ، بلوچستان، افغانستان اور پشاور کے راستے چارہ سدہ پہنچ کر افغانستان قبائل کی مدد سے سکھوں سے جہاد شروع کر دیا۔

شاہ محمد اسحق مرکز (دہلی) میں مقیم رہے۔ درس و تدریس کے علاوہ مجاہدین کی سرپرستی فرماتے رہے۔ ان کے ذریعے مجاہدین کو روپیہ اور لشکر پہنچتا رہا۔

مجاہدین کا مقصد سکھا شاہی ختم کر کے انگریز سے نمٹنا تھا۔ یہ منصوبہ اگرچہ تکمیل نہ پا سکا۔ مولانا عبدالحی پہلے ہی ۱۲۴۳ھ میں فوت ہو گئے۔ سید احمد اور شاہ اسمٰعیل شہید بالا کوٹ کے مقام پر سکھوں سے لڑتے ہوئے ۲۴ ذیقعد ۱۲۴۶ھ مطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء میں شہید ہو گئے۔ مگر اس تحریک نے مسلمانوں میں عظیم بیداری پیدا کر دی جو آگے چل کر آزادی ہند کا باعث بنی۔

مولانا عبداللہ ولی

اضلاع لدھیانہ، جالندھر اور ہوشیار پور کے سنگھم پر ایک قدیم بستی دانگو وال کے نام سے موسوم تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ف ۱۱۷۶ھ) اور مرزا مظہر جان جاناں (ف ۱۱۹۵ھ) کے مصاحبین میں سے ایک عالم دین مولانا عبداللہ اس بستی میں مقیم تھے جو مولانا عبداللہ ولیؒ دانگوی مشہور ہیں۔

آپ سے دینی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے قریب و بعید سب علاقوں کے لوگ بکثرت حاضر ہوتے۔ مشرقی پنجاب میں آپ کو مرکزیت حاصل تھی۔ آپ کی بہت سی کرامات عوام و خواص میں اب تک منقول و مشہور ہیں۔ لہٰذا ان کی وفات کے بعد یہ بستی ولیانوالہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

صوفی اکبر علی جالندھری تحریر فرماتے ہیں جن ایام میں شاہ ولی اللہ اور ان

لے بے شمار فیض سے باشندگان دہلی مالا مال ہو رہے تھے۔ ان ایام میں

صاحب داگوی علاقہ جالندھر میں بڑے زبردست عالم اور مشہور ولی

تھے۔ صدہا ان سے فیض پا کر علم ظاہر اور باطن کے پیشوا بن گئے۔ چھوٹی عمر میں

قرآن شریف اڑھائی ماہ میں حفظ کیا۔ قصیدہ بردہ عربی (جس کے اشعار دو سو سے زائد

ہیں) دو دفعہ سن کر تیسری دفعہ زبانی سنا دیا۔

بیان کرتے ہیں کہ (دریا کا راستہ تبدیل ہونے کی وجہ سے) آپ کا جسم

مبارک لحد سے چالیس دن کے بعد زندوں کی طرح صحیح و سلامت برآمد ہوا۔ ناخون

اور بال بدستور تھے۔ سلے

مولانا لدھیانویؒ نے اسی روایت کو فتاویٰ قادریہ کے مقدمہ میں نقل کیا ہے

اور بدستور تھے کے بجائے بدستور بڑھے ہوئے تھے تحریر کیا ہے۔

مولانا حافظ حکیم عبدالوارث

قبل ۱۸۰۰ء موضع نوکمروال ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت مولانا

عبداللہ ولی داگوی سے حاصل کی اور انہی کی صاحبزادی سے نکاح ہوا اور انہی کے پاس

موضع داگو (ولیانوالا) میں مستقل مقیم ہو گئے۔ آپ کے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا

ہوئے جو مولانا عبدالقادر میاں غلام نبی اور حافظ بی بی ناموں سے معروف ہیں۔

مولانا علامہ عبدالقادر محدث لدھیانویؒ

آپ نے علم حدیث پہلے مولانا عبداللہ جیراجوی سے حاصل کیا۔ پھر دہلی گئے

شاہ عبدالعزیزؒ شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادرؒ سے براہ راست استفادہ کیا۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ و تفسیر موضح القرآن کی فہرست لکھی

سلے تلیم التواریخ صفحہ ۷۰ م

اور شاہ عبدالعزیز کے حواشی بدیع المیزان (منطق) کو مہذب و مرتب کیا اور بعض مقامات پر اپنے حواشی کا اضافہ کیا۔

دہلی سے فارغ ہو کر خانقاہ بلید وال مضافات لدھیانہ میں مربی و مدرس مقرر ہوئے۔ درس قرآن مجید کے علاوہ علم تفسیر و حدیث کو رواج دیا۔ اس وقت دہلی میں شاہ محمد اسحاق اور مشرقی پنجاب میں مولانا علامہ عبدالقادر مرکز دین اور مرجع العلماء تھے۔

مولانا عبدالقادر نے شاہ عبدالعزیز کے طرز پر ہفتہ میں دو دفعہ وعظ کا طریقہ بھی رائج کیا۔ شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ دارالحرب کی اہمیت کو واضح کیا۔ تحریک مجاہدین کی اعانت کی اور ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی ہند میں فرضیت جہاد پر ایک فتویٰ جاری کیا اور اپنے تمام متعلقین سمیت اس میں بھرپور حصہ لیا۔

اس کے بعد آپ کے فرزند اکبر مولانا سیف الرحمٰنؒ نے افغانستان کے آزاد قبائل میں رہ کر انگریز کے خلاف عرصہ دراز تک جہاد جاری رکھا۔

آپ کے فرزند ثانی مولانا محمد لدھیانویؒ نے کتب حدیث (موطا امام محمد اور شرح معانی الاثار طحاوی) پر حواشی لکھے۔ نیز مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے فتویٰ کفر جاری کیا۔

آپ کے فرزند ثالث و رابع (مولانا عبداللہ و مولانا عبدالعزیز) نے اس وقت کے فرقہائے باطلہ سے مناظرے کئے اور تمام ملک میں اپنے خرچ پر تبلیغی دوروں کو رواج دیا۔ تفصیلات آئندہ ابواب میں دیکھئے۔

مولانا عبدالقادر ۱۲۰۵ھ تا ۱۲۷۶ھ

دلیانوالا میں پیدا ہوئے۔ درس نظامی گھر پر پڑھا اور علوم حدیث کے لئے سفر

کیا۔ آپ کی اسناد حدیث بواسطہ مولانا عبداللہ جیرا جوی (جیراجپوری) شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ تک پہنچتی ہے چنانچہ آپ کے فرزند مولانا محمد لدھیانوی موطا امام محمد کے حواشی میں خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

عبدالقادر قال اجازنا واخبرنا بعلم الحدیث شیخی الکامل عبداللہ جیراجوی اخبرنا عبدالقادر بن ولی اللہ عن والدہ)

نیز آپ کے فرزند مولانا عبدالعزیز لدھیانوی نے گلشن عزیزی میں آپ کے سلسلہ سلوک و تصوف کی اسناد بھی یہی بیان کی ہے۔ مگر خاندان کے بزرگوں میں مشہور ہے کہ مولانا عبدالقادر نے دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے براہ راست اجازت تفسیر و حدیث حاصل کر لی تھی اور شاہ عبدالقادر کی اجازت سے ان کے ترجمہ و تفسیر موضح القران کی فہرست مرتب کی تھی۔ اسی طرح شاہ عبدالعزیز کے حواشی بدیع المیزان (منطق) پر نظر ثانی اور اضافہ کیا تھا جیسا کہ آئندہ واضح ہو گا۔

مولانا عبدالقادر کے دہلی پہنچنے کا ذکر صوفی اکبر علی جالندھری نے بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ۔

طالب علمی کے زمانے میں ایک دفعہ مولوی عبدالقادر صاحب بے پورہ سے دہلی آئے۔ راستہ میں کسی نے روٹی نہیں دی اور نہ آپ نے کسی سے طلب کی۔ پھل پھلواری اور ساگ پات کھا کر سفر کاٹ دیا۔ ۱۳

علمی خدمات

مولانا عبدالقادر دہلی سے فراغت پا کر موضع دلیانوالا میں اپنے نانا (مولانا عبداللہ ولی) کے قائم کردہ مدرسہ اور خانقاہ کے مہتمم و مربی مقرر ہوئے۔ تعلیم و

تدریس کے علاوہ آپ نے کچھ تصانیف بھی کی ہیں۔ راقم الحروف کو جن کا علم ہو سکا وہ یہ ہیں۔

۱۔ آئینہ قرآن:۔ آئینہ قرآن کے نام سے شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ کے ترجمہ و تفسیر کی فہرست مع تشریح آیات ۱۵۱ صفحات میں تحریر کی جو ۱۸۸۱ء میں لدھیانہ سے طبع و شائع ہوئی۔۲

۲۔ فقہی مسائل کے جوابات تحریر کئے جو بعد میں فتاویٰ علماء لدھیانہ موسوم بفتاویٰ قادریہ ترتیب مولانا محمد لدھیانویؒ طبع ہوئے۔ اس میں مولانا عبدالقادر اور ان کے بیٹوں کے فتاویٰ جمع ہیں۔

۳۔ کتاب بدیع المیزان (منطق) پر شاہ عبدالعزیز کے حواشی کی نظر ثانی اور تہذیب فرمائی۔ بعض مقامات پر اپنے حواشی کا اضافہ بھی کیا۔ راقم الحروف کو ان حواشی کا اصل نسخہ نہ مل سکا۔ البتہ بدیع المیزان مجتبائی دہلی مطبوعہ ۱۳۴۰ھ کے متعدد صفحات پر مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کا حوالہ موجود ہے۔

تبلیغ و ارشاد

شاہ عبدالعزیز کے طرز پر عوام کے لئے ہفتہ میں دو دفعہ وعظ کہنا شروع کیا۔ عقائد، اخلاق اور معاملات کی اصلاح کے علاوہ شاہ عبدالعزیز کے فتویٰ دارالحرب اور اس کے تقاضوں کی وضاحت بھی فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے وعظ و ارشاد میں معجزانہ تاثیر و قوت ودیعت فرمائی تھی جو پتھر دلوں کو موم کر دیتی۔ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کا وعظ سنتے اور واپس جا کر اپنے اپنے علاقوں میں اس کا تذکرہ کرتے۔ اس طرح مشرقی پنجاب میں مولانا عبداللہ دہلی کی طرح آپ کو بھی مقبولیت و مرکزیت حاصل ہو گئی۔

۱۔ سلیم التواریخ صفحہ ۱۷۱ ۲۔ قاموس الکتب اردو۔ از انجمن ترقی اردو پاکستان نمبر شمار ۸۳۷

سابق والیان افغانستان شاہ زمان اور شاہ شجاع الملک (جو اس وقت لدھیانہ شہر میں مقیم تھے) لدھیانہ سے سات آٹھ میل سفر کر کے خانقاہ ولیاں والا پہنچتے اور آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔

فضائل و اخلاق

صوفی اکبر علی جالندھری تحریر فرماتے ہیں۔

☆ ایک دفعہ مولانا عبدالقادر کے استاد نے مغرب کے وقت مجمع علماء میں آپ کو امام بنایا۔ آپ نے سورہ واقعہ درد آمیز لہجہ سے جو پڑھنی شروع کی تو آپ کے استاد نماز میں زار زار بآواز بلند روتے رہے۔ بعد میں فرمایا کہ میں ولایتی (پٹھان) سخت دل آدمی ہوں۔ کبھی ایک آنسو چشم سے نہیں نکلا۔ لیکن آج اس شخص کے پڑھنے سے میں ایسا متاثر ہوا گویا قیامت کا حشر برپا ہے۔

☆ ایک دفعہ مولانا عبدالقادر کو بریلی کے قاضی نے سو روپے ماہوار دینا کر کے اپنے لڑکے کی تعلیم پر نوکر رکھنا چاہا۔ آپ نے قاضی کو فرمایا کہ تمہارے یہاں رشوت کا روپیہ آتا ہے اگر ہم نے آپ کی نوکری اختیار کی تو حرام کی تاثیر ہمارے رگ و ریشہ میں ہو جائے گی تو ہم پھر اپنی باقی عمر کس طرح گذاریں گے؟

☆ میر محبوب علی نے بوقت منصفی مقدمہ خانقاہ دو سو روپے بنام زکوٰۃ اخوند نور الدین کے ہاتھ مولانا موصوف کو بھیجے مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ روپیہ لینا مجھ کو حرام ہے کیونکہ یہ رشوت ہے زکوٰۃ نہیں۔

☆ ننگ خان افغان ساکن کوٹلہ متصل روپڑ (جن کا دعویٰ تھا کہ میں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور بڑے بڑے عالموں کے وعظ سنے ہیں لیکن میں کبھی اثر پذیر نہیں ہوا) آپ کو زمین دینے لگا آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ۲

---

۱ اس وقت کا سو (۱۰۰) آج کل کا پانچ ہزار کے برابر ہے۔

۱ اس مقدمہ میں مولانا سے کوئی فتویٰ طلب کیا گیا تھا۔ ۲ سلیم التواریخ صفحہ ۷۲، ۷۳

☆ منشی عبدالرحمان لدھیانوی لکھتے ہیں کہ کولٹن صاحب بہادر (ڈپٹی کمشنر لدھیانہ) نے بمرات و کرات حضرت موصوف سے فرمایا کہ اگر آپ شرعی مقدمات کو سرکاری ملازمت اختیار کر کے فیصلہ کیا کریں تو میں اس بات میں آپ کے نام پر منظوری منگوا سکتا ہوں۔

حضرت موصوف نے فرمایا کہ مسائل دین کے بیان کرنے میں مجھے تنخواہ لینے کی ضرورت نہیں۔ ۳۰

خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

تحریک مجاہدین کی اعانت

خاندان کے بزرگوں میں یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ امیر المجاہدین سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) کی اہلیہ محترمہ نے (جو ہندوستان میں مقیم تھیں) مولانا عبدالقادر لدھیانوی کے نام ایک خط بھیجا جو فارسی زبان میں تحریر تھا اس میں مجاہدین کے لئے مالی اور بدنی اعانت کی ترغیب دی گئی تھی اور اپنے دستخط ام اسمٰعیل نام سے کئے تھے۔

سید صاحب چونکہ امیر المجاہدین تھے اس لئے ان کی اہلیہ محترمہ اپنے کو ام المجاہدین اور ام اسمٰعیل کہتی تھیں۔ مولانا اسمٰعیل شہید ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) شاہ ولی اللہؒ کے پوتے اور مجاہدین کے نائب امیر تھے۔

اس خط کے جواب میں مولانا عبدالقادر نے فوری طور پر مالی اعانت ارسال فرمائی تھی۔ اس علاقہ میں چونکہ سکھ قوم اکثریت میں تھی اس لئے بدنی اعانت کے متعلق مخفی طور پر مجاہدین بھیجنے کی فکر میں تھے کہ شہادت بالاکوٹ کی اطلاع موصول

۳۰ تذکرۃ الرشید صفحہ ۴ -

ہوئی آپ کو اپنی کوتاہی پر انتہائی دکھ اور صدمہ ہوا۔ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اس کا کفارہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

لدھیانہ

ہندوستان کے سابق حکمران خاندان لودھی کی طرف منسوب مشرقی پنجاب کے ایک ضلع کا صدر مقام اور معروف صنعتی شہر ہے مغربی پنجاب پر سکھوں کی حکومت کے ایام میں لدھیانہ انگریزوں کی سرحدی چھاؤنی اور مشرقی پنجاب کا ڈویژن (مرکز) تھا۔

یہاں سے امام ربانی مجدد الف ثانی کی بستی سرہند تقریبا بیس پچیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس لئے یہ علاقہ علماء و فضلاء اور اہل اللہ کا مرکز بھی رہا ہے۔

شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کی ہجرت الی الحجاز (۵۷ھ/۱۸۴۱ء) کے بعد پنجاب اور افغانستان کی علمی و دینی قیادت بیشتر علماء لدھیانہ ہی کے ہاتھ میں رہی۔ دیوبند، علی گڑھ اور ندوۃ کی تعلیم گاہوں کا قیام اور فروغ بعد میں ہوا ہے۔[۱]

افغانستان میں اندرونی کشمکش کی وجہ سے احمد شاہ ابدالی کے پوتے (شاہ زماں اور شاہ شجاع الملک) لدھیانہ میں پناہ گزین ہوئے ان کے حریف سردار دوست محمد خاں بارک زئی بھی چند روز یہاں ٹھہرے۔

تفصیل یہ ہے کہ ۱۲۱۵ھ میں افغانستان کے بارک زئی خاندان نے (جس کے لیڈر پائندہ خان فتح خاں اور سردار دوست محمد خان تھے) احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زماں کو اقتدار سے ہٹا کر ملک بدر کر دیا۔ پھر ۱۲۲۴ھ میں اس کے بھائی شاہ شجاع الملک کو بھی اقتدار سے ہٹا کر ملک بدر کیا اور سردار دوست محمد خاں کی حکومت کا اعلان کر دیا۔

---

[۱] قیام دارالعلوم دیوبند ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء قیام علی گڑھ کالج ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۷ء قیام ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء

ابدالی برداران یکے بعد دیگرے انگریزوں کے پناہ گزین ہو کر لدھیانہ شہر میں مقیم ہوئے۔ شاہ زماں تو نابینا ہو چکے تھے۔ لہذا شاہ شجاع الملک نے دوست محمد خان کے خلاف انگریزوں سے مدد طلب کی۔

۲۶ جون ۵۴ء میں انگریزوں نے شاہ شجاع الملک اور رنجیت سنگھ کے ساتھ ایک معاہدہ (اتحاد ثلاثہ) کیا۔ جس کی رو سے شاہ شجاع الملک کو امیر کابل بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔

۵۵ء میں انگریز اور سکھ مشترکہ فوج نے افغانستان پر اچانک حملہ کر کے شجاع الملک کو تخت نشین بنا دیا اور دوست محمد خاں کو گرفتار کر کے کلکتہ میں نظر بند کر دیا۔

کلکتہ جاتے ہوئے وہ لدھیانہ سے گزرا تو مولانا عبدالقادر لدھیانوی سے ملاقات کی اور دعا کی درخواست کی۔ مولانا عبدالقادر نے فرمایا شاہ شجاع الملک قتل کیا جاوے گا اور تم کو دوبارہ کابل کی حکومت نصیب ہو گی۔

چنانچہ ۵۷ء میں افغانوں نے امیر دوست محمد خاں کے بیٹے اکبر خاں کی قیادت میں بغاوت کر کے شجاع الملک اور اس کی حامی انگریز فوج سولہ ہزار پانچسو کو قتل کر دیا۔ فقط ایک آدمی زندہ سلامت واپس ہندوستان پہنچا۔

انگریزوں نے مجبور ہو کر دوست محمد خاں کو غیر مشروط طور پر امیر افغانستان تسلیم کر لیا۔ وہ کلکتہ سے رہا ہو کر واپس کابل پہنچا اور تا وقت ۷۹ء حکومت کرتا رہا اور عبدالقادر لدھیانوی کے عقیدت مندوں میں شامل رہا۔

دوست محمد خان کے جانشین امیر عبدالرحمن خان، امیر حبیب اللہ خان اور امیر امان اللہ خان بالترتیب اس کے پوتے، پڑپوتے اور سگڑ پوتے ہوئے ہیں۔

مولانا سیف الرحمٰن لدھیانوی

سے رکن[۱] وفد کے قائد کی حیثیت سے افغانستان گئے تاکہ سردار دوست محمد خاں (۷۹ھ/۱۸۶۳ء) کی حکومت سے جہاد آزادی ہند میں مدد حاصل کریں۔ پھر باغستان کے مجاہدین میں شامل ہوئے لدھیانہ میں ان کے خلف الرشید مولانا محمد آفاق تھے۔ صوفی اکبر علی ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

مولوی محمد آفاق موضع ڈھولیوالا میں تشریف رکھتے۔ علم حدیث طب اور ادب عربی و فارسی کے ماہر تھے۔ لوگوں کو حدیث کا درس دیتے اور غریبوں کا مفت علاج کرتے تھے۔[۲]

مولانا محمد آفاق کے فرزند ڈاکٹر محمد اصغر قیام پاکستان کے بعد علاقہ ساہیوال میں مقیم ہوئے۔

مولانا محمد لدھیانی (۱۲۴۵ھ/۱۸۳۰ء تا ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء)

آپ کے تلامذہ [illegible] درج ذیل حضرات مشہور و معروف ہیں۔

۱. مولانا عبدالرحیم رائے پوری (ف ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء) سابق سرپرست مظاہر العلوم سہارن پور

۲. مولانا احمد کانپوری (ف ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) محشی حمد اللہ شرح سلم العلوم و سابق صدر مدرس مدرسہ فیض عام کانپور و بانی مدرسہ الٰہیات کانپور

۳. مولانا عبیداللہ سندھی (ف ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) شارح حکمت ولی اللہ۔ آپ نے مولانا احمد حسن کانپوری سے معقولات کی چند کتب پڑھیں۔ پھر براہ راست مولانا محمد سے بھی مستفید ہوئے۔

---

۱ وفد کے دوسرے ارکان مولانا عبدالقادر کے بھانجے مولانا محمد اسمٰعیل اور حکیم محمد حسن قرشی لاہوری (ف ۱۹۶۷ء) کے والد محترم قاضی فضل الدین مرحوم (ف ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء) تھے۔ ۲۔ سلیم التواریخ صفحہ ۲۹

تصانیف

۱۔ حواشی علی موطا امام محمد

اس کا ایک نسخہ دار الآثار شاہ ولی اللہ کالج منصورہ (ٹنڈو) نزد ہالا ضلع حیدر آباد میں موجود ہے۔ لائبریری کا قدیم نمبر ۲۸۶۳ تھا۔ جو کہ ۲۸۰۰۳ یا ۲۸۰۳ بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ ۱۲۷۵ھ کا جدید نمبر ۴۳ ہے۔ تعداد صفحات ۲۷۰

پہلے صفحہ پر تحریر ہے۔ علی حسب الاشارۃ من المولوی عبداللہ بن مولانا مولوی عبدالقادر مرحوم لودہانوی۔ فی المطبع الرحیمی صحت اللہ مطبوع

صفحہ ۲۷۰ پر سنہ طباعت ۱۲۸۳ھ تحریر ہے۔ پھر ۸ صفحات کی فہرست منسلک ہے۔ خاتمہ کی عبارت یہ ہے

بتصحیح و تحشی مولانا مولوی محمد خلف الصدق جناب غفران مآب زبدۃ العلماء خلف مولانا مولوی عبدالقادر مرحوم۔ قال اجازنا و اخبرنا بعلم الحدیث شیخی الکامل عبداللہ جیراجوی اخبرنا عبدالقادر بن ولی اللہ عن والدہ

۲۔ حواشی علی شرح معانی الآثار للطحاوی

اس کا ایک قلمی نسخہ موضع پیر جھنڈا سندھ میں موجود ہے۔

مکتوب مفتی عبدالحمید لدھیانوی از ٹوبہ ٹیک سنگھ بحوالہ مولوی محمد صدیق بہاولپوری۔ مورخہ ۱۷-۱-۷۷ء

۳۔ تقدیس الرحمٰن عن الکذب والنقصان

یہ رسالہ علم کلام اور فلسفہ کے دقیق ابحاث پر مشتمل ہے۔ اس وقت کے علماء کرام میں قدرت باری تعالیٰ کے موضوع پر ایک بحث چھڑی ہوئی تھی جو امکان کذب اور امتناع کذب کے نام سے معروف ہے۔ دونوں طرف سے اس موضوع پر متعدد رسائل قلم بند ہوئے۔

مولانا محمد لدھیانوی نے مذکورۃ الصدور رسالہ میں فریقین کے درمیان محاکمہ لکھا اور اعتدال کی راہ دکھائی۔

۴۔ انتصار الاسلام

۱۸۵۷ء میں علماء اہل حدیث نے فتویٰ فرضیت جہاد پر دستخط کیے مگر عملاً ساتھ نہ دیا۔ پھر مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث (ف ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) نے الاقتصاد نام سے ایک رسالہ نسخ جہاد پر لکھا۔ انگریزی حکومت سے انعام پایا اور امت مسلمہ کو اختلافات میں الجھا دیا۔

اس لئے علماء لدھیانہ اہل حدیث سے ناراض رہے۔ مذکورۃ الصدور رسالہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے پیدا کردہ مسائل کا رد کیا گیا ہے۔

۵۔ فتویٰ مرزا قادیانی

انگریز کے خود کاشت پودا مرزا غلام احمد قادیانی (ف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) نے نبوت کو بروزی اور ظلی میں تقسیم کیا اور اپنے لئے ظلی نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ علماء ہند ساکت و حیران تھے۔

مولانا محمد لدھیانوی نے مذکورۃ الصدور رسالہ میں تمام علماء سے قبل مرزا کے ارتداد اور کفر پر فتویٰ جاری کیا اور علماء وقت کو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور نزاکت سے آگاہ کیا۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

منشی عبدالرحمن لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں اول ان (لدھیانوی) مولوی صاحبان نے تکفیر کا فتویٰ جاری کیا تھا۔ اس وقت سب عالم، عالم سکوت اور توقف میں تھے اور

بعض مولوی صاحبان مخالف بھی ہو گئے تھے۔ آخر کچھ عرصے کے بعد علماء محققین اس کی تکفیر پر متفق ہو گئے۔ سے۱

آغا شورش کاشمیری (ف ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء) تحریر فرماتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتویٰ ۱۳۰۷ھ میں جاری کیا گیا۔ سب سے پہلا فتویٰ لدھیانہ کے علماء نے جاری کیا۔ جن میں مولانا محمد' مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز رحمہم اللہ تعالیٰ پیش پیش تھے۔ ان کی تائید میں مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے فتویٰ صادر کیا۔ پھر دہلی' آگرہ' حیدر آباد اور بنگال کے علماء نے فتاویٰ جاری کئے۔ سے۲

راقم کہتا ہے کہ یہ فتویٰ مولانا محمد لدھیانوی نے مرتب کیا تھا اور ان کے برادران (مولانا عبداللہ و مولانا عبدالعزیز) ان کے مشیر تھے اور نشرو اشاعت میں پیش پیش تھے۔

مولانا مفتی محمد عبداللہ لدھیانوی

آپ ۱۲۴۴ھ میں مولانا علامہ عبدالقادر صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ درس نظامی اپنے والد عبدالقادر سے پڑھا۔ تمام علمی و دینی خدمات میں اپنے بھائی مولانا محمد کے دست راست تھے۔ قادرالکلام متکلم اور مناظر تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کے فتویٰ کا خیال سب سے پہلے آپ کے دل میں پیدا ہوا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فتویٰ قادریہ میں آپ کے بھائی مولانا محمد صاحب نے اس واقعہ کو اس طرح تحریر کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوۃ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزا غلام احمد قادیانی کو عیسیٰ مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر گمراہ کرتے ہیں اور بے ایمان

سے۱ تذکرۃ الرشید صفحہ ۵ سے۲ سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ ۴۴ ۱۹۷۳ء

سے۲ مطبوعہ ۱۹۷۳ء سوانح سید عطاء اللہ بخاری صفحہ ۲۷۲ ۔ ۲۔ ایضا صفحہ ۵۸

بتاتے ہیں لہٰذا اس کے کافر اور مرتد ہونے کا حال بطور اختصار تحریر میں لایا جاتا ہے۔
مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں عیسیٰ مسیح ہوں کچھ لوگوں نے اور کچھ اہل علم نے ان کے دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد کمر باندھی۔ منشی احمد جان اور مولوی عبدالقادر نے ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی اس شہر لدھیانہ میں تشریف لاویں گے اور اس کی تعریف میں مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اول مسلمان ہو گا۔ برادرم مولانا عبداللہ صاحب نے کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہو گا لیکن جو بات اللہ جل شانہ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے بیان کئے بغیر مری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہو گا وہ بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کی تم تعریف کر رہے ہو بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم صوفی حسد کرے گا۔ مولانا محمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے جلسہ کے اختتام پر اپنے بھائی مولانا عبداللہ سے کہا کہ جب تک کوئی دلیل نہ ہو کسی پر زبان طعن کوئی مناسب نہیں ہے۔ مولانا عبداللہ نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخر الامر یہ کلام اللہ تعالیٰ نے جو اس موقع پر سرزد کروایا ہے خالی از الہام نہیں اس روز مولانا عبداللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے۔ بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہیں کیا۔ بوقت شب دو شخصوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اس فکر میں سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر مع مولوی محمد صاحب و خواجہ احسن شاہ صاحب بیٹھا ہوں تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے۔ جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا اس نے دھوتی کو کھول کر تہمد کی طرح باندھ لیا خواب میں غیب سے آواز آئی کہ مرزا غلام

احمد قادیانی یہی ہے اس وقت خواب سے بیدار ہو گئے اور دل کی پراگندگی یک لخت دور ہو گئی۔ اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص پیدا یہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔

موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی مع دو ہندوؤں کے لدھیانہ آیا۔ استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم ہے اور دوسرے شخص نے خواب میں مرزا کو دیکھا کہ عورت برہنہ کو اپنی گود میں لے کر اس کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ مرزا دنیا کے جمع کرنے کے در پے ہے دین کی کچھ پرواہ نہیں۔ فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ مرزا کو سوائے انشا پردازی کے کچھ نہیں آتا۔ خصوصا علوم دینیہ سے بے بہرہ ہے۔ جس روز قادیانی لدھیانہ شہر میں وارد ہوا تھا راقم الحروف یعنی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین احمدیہ کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں ہے۔ بلکہ زندیق و ملحد ہے بعد میں تمام علمائے ہندوستان اور علمائے حرمین نے مرزا پر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔

انگریز کے خلاف فتویٰ جہاد اور اقدام

مئی ۱۸۵۷ء میں انگریز کو ہندوستان سے نکال دو (نعرہ) کے ساتھ بنگال سے تحریک آزادی کا آغاز ہوا۔ لکھنؤ میرٹھ اور بعض دوسرے شہروں میں بھی تحریک اٹھی۔ ہر جگہ دیسی سپاہیوں نے انگریز افسروں کو قتل کر کے دہلی کا رخ کیا اور بہادر شاہ ظفر کی آزاد حکومت کا اعلان کر کے تمام ملک میں دعوت نامے جاری کئے کہ لوگ فوج در فوج مرکز کو مضبوط کرنے کے لئے دہلی حاضر ہوں۔

یکم شوال ۱۲۷۳ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۵۷ء عیدالفطر کے اجتماع میں مولانا عبدالقادر لدھیانوی نے لوگوں کو دہلی کے لئے مسلح تیاری کا حکم دیا۔ ہوشیارپور، جالندھر اور دیگر اضلاع کو دعوت نامے ارسال کئے۔ ماہ جون میں اپنی فوج اور تمام اہل و عیال کے ساتھ دہلی کا سفر شروع کیا۔ راستہ کی مزاحمتوں کا دفاع کرتے ہوئے اور متعدد انگریز اور سکھ دستوں کو شکست دیتے ہوئے دہلی پہنچے۔

دہلی کے مذہبی حلقے جہاد کے معاملہ میں منتشر تھے اس لئے اپنے فرزند اکبر مولانا سیف الرحمن کی معیت میں فرضیت جہاد پر ایک فتویٰ مرتب کر کے انقلابی سپاہیوں کو پیش کیا۔ انہوں نے علماء و مشائخ کی تصدیقات حاصل کرنے کے بعد اخبارات میں شائع کیا۔

لدھیانہ سے روانگی کے بعد وہاں کے ڈپٹی کمشنر نے مولانا کے خاندان کے تمام مکانات ضبط اور نیلام کئے اور شہریوں کو غیرمسلح کر کے تمام اسلحہ قلعہ بند کر دیا تاکہ کوئی دوسرا قافلہ دہلی نہ جا سکے۔ مگر اس کی یہ تدبیر ناکام رہی۔ چند روز بعد مولانا کے دعوت ناموں کی بنا پر جمع ہونے والے وفود اور سپاہیوں نے قلعہ پر حملہ کر کے تمام اسلحہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ اس طرح دوسرا قافلہ بھی پہلے کی طرح دہلی پہنچا۔

دہلی میں فتح پوری اور چاندنی چوک میں انگریز فوجوں سے زبردست ٹکر لی اور گھمسان کی جنگ لڑی گئی۔ دوران جنگ مولانا کی اہلیہ فوت ہو گئیں۔ جنہیں فتح پوری مسجد کے صحن میں دفن کیا گیا۔

انگریز کی مدد کے لئے جب جدید تازہ دم فوج حاضر ہوئی تو مولانا سیف الرحمن کی قیادت میں تین علماء کا وفد افغانستان بھیجا گیا تاکہ اس معاملہ میں دوست محمد خاں (ف ۱۲۷۹ھ) کی حکومت سے مدد حاصل کرے۔ وفد کے دوسرے ارکان مولانا

عبدالقادر کے بھانجے (مولانا محمد اسمٰعیل) اور حکیم محمد حسن قرشی لاہوری (ف ۱۹۴۷ء) کے والد قاضی فضل الدین مرحوم (ف ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء) تھے۔ تلمیذ مفتی صدر الدین آزردہ۔

نتیجہ کے انتظار اور تدابیر کو دوبارہ مجتمع کرنے کے لئے مولانا عبدالقادر اپنے تین فرزندوں اور چند فدائیوں کے ساتھ پٹیالہ سے تقریبا بیس میل کے فاصلہ پر جنگلات کے ایک گاؤں (ستانہ) میں روپوش ہو گئے اور ۱۸۶۰ء میں وہیں فوت ہوئے۔

انگریزوں نے تلاش بسیار کے بعد مولانا کے تینوں فرزندوں (مولانا محمد، مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز) کو گرفتار کر کے لدھیانہ شہر میں ان پر مقدمہ قائم کیا۔ پہلی پیشتی پر فرنگی عدالت کے ارد گرد اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ ضلع بھر کی فوج اور پولیس ان سے مرعوب ہو گئی۔ دوسری پیشی پر اس سےبھی زیادہ مجمع ہوا۔

تیسری پیشی کے دن علی الصبح مولانا عبداللہ نے پولیس کے لوگوں کو کہا کہ آج پیشی نہیں ہو گی اس لئے کہ فرنگی جج پاگل ہو چکا ہے چنانچہ ایسا ہی ثابت ہوا۔ جج کے پاگل ہونے اور عوامی دباؤ کا کچھ ایسا رعب پڑا کہ آپ حضرات کے خلاف کسی کو شہادت دینے کی جرات نہ ہو سکی فتویٰ فرضیت جہاد پر ان تینوں کے دستخط بھی نہیں تھے لہٰذا سب کو بری کر دیا گیا۔ وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ

افغانستان کو جانے والا وفد وہاں اس وقت پہنچا جب کہ انگریز ہندوستان میں اپنی پوزیشن مضبوط کر چکا تھا اور مناسب وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا لہٰذا وفد کے دو ارکان واپس آ گئے اور مولانا سیف الرحمان افغانستان کے آزاد مجاہدین میں شامل ہو گئے۔

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہ کن
بازی اگرچہ لے نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہی عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

جہاد کے متعلق استفتاء اور جواب

جو دہلی کے اخبارات میں شائع ہوا درج ذیل ہیں۔

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دہلی پر چڑھ آئے۔ اہل اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس صورت میں اب اس شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر فرض ہے تو "فرض عین ہے یا نہیں" وہ لوگ جو اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں؟ بیان کرو اللہ تم کو اجر دے گا۔

جواب۔ درصورت مرقوم فرض عین ہے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے اس کی فرضیت کے واسطے۔ چنانچہ اس شہر والوں کو طاقت مقابلے اور لڑائی کی ہے بسبب کثرت اجتماع افواج کے اور مہیا اور موجود ہونے آلات حرب کے تو فرض عین ہونے میں کیا شک رہا اور اطراف و حوالی کے لوگوں پر جو ڈور ہیں باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلہ سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں۔ تو اس صورت میں ان پر بھی فرض عین ہو جائے اور جو عدو اور بستیوں پر ہجوم اور غارت اور قتل کا ارادہ کریں تو اس بستی والوں پر بھی فرض ہو جائے گا بشرط ان کی طاقت کے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ فتویٰ فرضیت جہاد کے مرتب مولانا فضل حق خیر آبادی (ف

۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) تھے ہمارے خیال میں یہ قول چند وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

۱۔ فرضیت جہاد کا فتویٰ دہلی کے اخبارات (صادق الاخبار اور ظفر الاخبار وغیرہ) میں مورخہ ۲۶ جولائی کو شائع ہوا تھا۔ ان دنوں مولانا فضل حق دہلی سے باہر الور میں مقیم تھے۔ وہ ۱۵ اگست کے بعد دہلی پہنچے ہیں جبکہ یہ فتویٰ مشتہر ہو چکا تھا۔ تفصیل کے لئے ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ ملاحظہ کیا جائے۔

۲۔ کسی اخبار میں بھی فتویٰ پر ان کے دستخط نہیں ہیں۔

۳۔ مولانا فضل حق عربی کے علاوہ اردو ادب میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ مرزا غالب تک کی اصلاح کیا کرتے تھے مگر فتویٰ کی زبان خام ہے جو مولانا فضل حقؒ کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتی۔

۴۔ مولانا عبداللہ کپور تھلویؒ (ف ۱۳۵۶ھ / ۱۹۳۷ء) جو مولانا عبدالحق خیر آبادیؒ (ف ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء) کے تلمیذ خاص تھے۔ مولانا عبدالحق اور مولانا فضل حق کا انتہائی عقیدت سے ذکر کیا کرتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ مولانا فضل حق کس جرم میں انگریز کے اسیر بنے؟ تو فرماتے کہ وہ بہادر شاہ ظفر کے رازوں اور مشیر تھے مگر جب فتویٰ جہاد کا ذکر کرتے تو مولانا عبدالقادر لدھیانوی کی طرف منسوب کرتے تھے۔

۵۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ جہاد پر کوئی ایسا فتویٰ مولانا فضل حق نے مرتب کیا ہو جو اخبارات میں شائع نہ ہو سکا۔ والعلم عنداللہ

بغرض سہولت راقم نے نمبر شمار لگا دیا ہے۔ (اٹھارہ سو ستاون مرتبہ عتیق صدیقی) عمل کے لحاظ سے ان مفتیان کرام کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اول:۔ وہ علماء کرام جنہوں نے اس فتویٰ کو مرتب کیا یہ ہیں۔

مولانا عبدالقادر اور مولانا سیف الرحمٰن لدھیانوی۔ ان حضرات نے سالہا سال شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ دارالحرب کی تشریح اور تقاضے لوگوں کو سمجھائے تھے اس موضوع پر ہفتہ میں دو مرتبہ وعظ کرتے تھے۔ خدا کی راہ میں قربانی کا جذبہ پیدا کیا۔ معرکہ بالا کوٹ سے محرومی کا احساس بھی رکھتے تھے اس کا کفارہ ادا کرنے کی فکر اور موقعہ کی تلاش میں رہتے تھے۔

لہٰذا جنگ آزادی کا اعلان سنتے ہی اپنی فوج کے علاوہ بال بچوں سمیت اس میدان میں کود پڑے۔ دہلی کا رخ کیا۔ راستہ میں اور دہلی میں سکھوں اور انگریزوں کے حامیوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور انتہائی بے جگری سے لڑے۔ ان کے سینکڑوں ساتھی اپنی مطلوبہ شہادت پا گئے۔ پھر باقی ماندہ افراد نے نہ تو ملک سے ہجرت کی اور نہ ہی انگریز کی حکومت تسلیم کی۔ بعض افراد نے افغانستان کے آزاد قبائل میں شامل ہو کر انگریز کے خلاف ایک طویل عرصہ تک جہاد جاری رکھا۔

دوئم۔ وہ علماء کرام جنہوں نے اس فتویٰ کو درست اور صحیح سمجھتے ہوئے دستخط کئے جہاد کیا اور اس کے نتائج بھی بھگتے۔ یہ حضرات چھ ہیں۔

۱. مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (ف ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء)

۲. مفتی محمد صدر الدین خاں آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء)

۳. شاہ احمد سعید مجددیؒ (۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء)

۴. شاہ عبدالغنی مجددیؒ (۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) خلیفہ شاہ محمد اسحٰقؒ

۵. مولوی فرید الدین شہیدؒ (۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء)

۶. مولوی محمد سرفراز علی مجاہد

ان چھ حضرات میں سے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، شاہ احمد سعید مجددیؒ اور ان کے برادر خورد شاہ عبدالغنی مجددیؒ بمع اہل و عیال حجاز کو ہجرت کر گئے۔ ان کے

تلامذہ میں سے حاجی امداد اللہ تھانویؒ (ف ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۳ء) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ف ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ف ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) نے بھی اپنے قرب و جوار میں جہاد کیا مگر کوئی فوج لے کر دہلی نہ پہنچ سکے۔ پھر حاجی امداد اللہ نے ہجرت کر دی اور مفتی صدر الدین خاں نے انگریزی حکومت تسلیم کر لی۔

سوئم۔ وہ علماء جنہوں نے اس فتویٰ جہاد پر دستخط کئے پھر گوشہ نشین ہو گئے یا انگریز کی حمایت کی۔ یہ علماء تین ہیں۔ (اہل حدیث)

۱۔ شیخ الکل شمس العلماء میاں سید محمد نذیر حسینؒ (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

۲۔ شمس العلماء مولوی محمد ضیاء الدین (ف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

۳۔ مولوی حفیظ اللہ خاں (ف ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

فہرست مذکورہ کے باقی ۳۲ علماء مستور الحال ہیں۔ شیعہ ابتداہی سے الگ ہو گئے تھے کہ غیبت امام میں جہاد حرام ہے۔

وہ مفتی صاحبان جنہوں نے اس فتویٰ پر دستخط کئے۔

دستخط مفتیاں کرام

۱۔ مفتی الجیب مصیب احقر العباد نور جمال عفی عنہ ۲۔ مفتی العبد محمد عبدالکریم

۳۔ مفتی فقیر سکندر علی

۴۔ مفتی سید محمد نذیر حسین

۵۔ مفتی رحمت اللہ

۶۔ مفتی محمف صدر الدین

۷۔ مفتی اکرام الدین عرف سید رحمت علی

۸۔ مفتی محمد ضیاء الدین

۹۔ مفتی عبدالقادر

۱۰۔ مفتی فقیر احمد سعید

۱۱۔ مفتی العبد محمد میر خاں

۱۲۔ مفتی محمد مصطفیٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

جہاد کے متعلق استفتاء اور جواب

جو دہلی کے اخبارات میں شائع ہوا درج ذیل ہیں۔

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ اب جو انگریز دہلی پر چڑھ آئے۔ اہل اسلام کی جان و مال کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس صورت میں اب اس شہر والوں پر جہاد فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر فرض ہے تو "فرض عین ہے یا نہیں" وہ لوگ جو اور شہروں اور بستیوں کے رہنے والے ہیں ان کو بھی جہاد میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں؟ بیان کرو اللہ تم کو اجر دے گا۔

جواب۔ درصورت مرقوم فرض عین ہے اوپر تمام اس شہر کے لوگوں کے اور استطاعت ضرور ہے اس کی فرضیت کے واسطے۔ چنانچہ اس شہر والوں کو طاقت مقابلے اور لڑائی کی ہے بسبب کثرت اجتماع افواج کے اور مہیا اور موجود ہونے آلات حرب کے تو فرض عین ہونے میں کیا شک رہا اور اطراف و حوالی کے لوگوں پر جو دور ہیں باوجود خبر کے فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر اس شہر کے لوگ باہر ہو جائیں مقابلہ سے یا سستی کریں اور مقابلہ نہ کریں۔ تو اس صورت میں ان پر بھی فرض عین ہو جائے اور جو عدو اور بستیوں پر ہجوم اور غارت اور قتل کا ارادہ کریں تو اس بستی والوں پر بھی فرض ہو جائے گا بشرط ان کی طاقت کے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

کہا جاتا ہے کہ فتویٰ فرضیت جہاد کے مرتب مولانا فضل حق خیر آبادی (ف

۷۸ھ / ۱۸۶۱ء) تھے ہمارے خیال میں یہ قول چند وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

۱۔ فرضیت جہاد کا فتویٰ دہلی کے اخبارات (صادق الاخبار اور ظفر الاخبار وغیرہ) میں مورخہ ۲۶ جولائی کو شائع ہوا تھا۔ ان دنوں مولانا فضل حق دہلی سے باہر الور میں مقیم تھے۔ وہ ۱۵ اگست کے بعد دہلی پہنچے ہیں جبکہ یہ فتویٰ مشتہر ہو چکا تھا۔ تفصیل کے لئے ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ ملاحظہ کیا جائے۔

۲۔ کسی اخبار میں بھی فتویٰ پر ان کے دستخط نہیں ہیں۔

۳۔ مولانا فضل حق عربی کے علاوہ اردو ادب میں بھی بلند مقام پر فائز تھے۔ مرزا غالب تک کی اصلاح کیا کرتے تھے مگر فتویٰ کی زبان خام ہے جو مولانا فضل حقؒ کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتی۔

۴۔ مولانا عبداللہ کپور تھلویؒ (ف ۵۶ ۱۳ھ / ۱۹۳۷ء) جو مولانا عبدالحق خیر آبادیؒ (ف ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء) کے تلمیذ خاص تھے۔ مولانا عبدالحق اور مولانا فضل حق کا انتہائی عقیدت سے ذکر کیا کرتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ مولانا فضل حق کس جرم میں انگریز کے اسیر بنے؟ تو فرماتے کہ وہ بہادر شاہ ظفر کے رازوں اور مشیر تھے مگر جب فتویٰ جہاد کا ذکر کرتے تو مولانا عبدالقادر لدھیانوی کی طرف منسوب کرتے تھے۔

۵۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ جہاد پر کوئی ایسا فتویٰ مولانا فضل حق نے مرتب کیا ہو جو اخبارات میں شائع نہ ہو سکا۔ والعلم عنداللہ

بغرض سہولت راقم نے نمبر شمار لگا دیا ہے۔ (اٹھارہ سو ستاون مرتبہ عتیق صدیقی) عمل کے لحاظ سے ان مفتیان کرام کو تین طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اول:۔ وہ علماء کرام جنہوں نے اس فتویٰ کو مرتب کیا یہ ہیں۔

مولانا عبدالقادر اور مولانا سیف الرحمٰن لدھیانوی۔ ان حضرات نے سالہا سال شاہ عبدالعزیزؒ کے فتویٰ دارالحرب کی تشریح اور تقاضے لوگوں کو سمجھائے تھے اس موضوع پر ہفتہ میں دو مرتبہ وعظ کرتے تھے۔ خدا کی راہ میں قربانی کا جذبہ پیدا کیا۔ معرکہ بالاکوٹ سے محرومی کا احساس بھی رکھتے تھے اس کا کفارہ ادا کرنے کی فکر اور موقعہ کی تلاش میں رہتے تھے۔

لہٰذا جنگ آزادی کا اعلان سنتے ہی اپنی فوج کے علاوہ بال بچوں سمیت اس میدان میں کود پڑے۔ دہلی کا رخ کیا۔ راستہ میں اور دہلی میں سکھوں اور انگریزوں کے حامیوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا اور انتہائی بے جگری سے لڑے۔ ان کے سینکڑوں ساتھی اپنی مطلوبہ شہادت پا گئے۔ پھر باقی ماندہ افراد نے نہ تو ملک سے ہجرت کی اور نہ ہی انگریز کی حکومت تسلیم کی۔ بعض افراد نے افغانستان کے آزاد قبائل میں شامل ہو کر انگریز کے خلاف ایک طویل عرصہ تک جہاد جاری رکھا۔

دوئم۔ وہ علماء کرام جنہوں نے اس فتویٰ کو درست اور صحیح سمجھتے ہوئے دستخط کئے جہاد کیا اور اس کے نتائج بھی بھگتے۔ یہ حضرات چھ ہیں۔

۱. مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ (ف ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۱ء)

۲. مفتی محمد صدر الدین خاں ازردہ (ف ۱۲۸۵ھ / ۱۸۶۸ء)

۳. شاہ احمد سعید مجددیؒ (۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء)

۴. شاہ عبدالغنی مجددیؒ (۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء) خلیفہ شاہ محمد اسحٰقؒ

۵. مولوی فرید الدین شہیدؒ (۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء)

۶. مولوی محمد سرفراز علی مجاہد

ان چھ حضرات میں سے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، شاہ احمد سعید مجددیؒ اور ان کے برادر خورد شاہ عبدالغنی مجددیؒ بمع اہل و عیال حجاز کو ہجرت کر گئے۔ ان کے

تلامذہ میں سے حاجی امداد اللہ تھانویؒ (ف ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (ف ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ف ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء) نے بھی اپنے قرب و جوار میں جہاد کیا مگر کوئی فوج لے کر دہلی نہ پہنچ سکے۔ پھر حاجی امداد اللہ نے ہجرت کر دی اور مفتی صدر الدین خاں نے انگریزی حکومت تسلیم کر لی۔

سوئم۔ وہ علماء جنہوں نے اس فتویٰ جہاد پر دستخط کئے پھر گوشہ نشین ہو گئے یا انگریز کی حمایت کی۔ یہ علماء تین ہیں۔ (اہل حدیث)

۱۔ شیخ الکل شمس العلماء میاں سید محمد نذیر حسینؒ (۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

۲۔ شمس العلماء مولوی محمد ضیاء الدین (ف ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

۳۔ مولوی حفیظ اللہ خاں (ف ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)

فہرست مذکورہ کے باقی ۲۲ علماء مستور الحال ہیں۔ شیعہ ابتداء ہی سے الگ ہو گئے تھے کہ غیبت امام میں جہاد حرام ہے۔

وہ مفتی صاحبان جنہوں نے اس فتویٰ پر دستخط کئے۔

دستخط مفتیان کرام

۱۔ مفتی المجیب مصیب احقر العباد نور جمال عفی عنہ ۲۔ مفتی العبد محمد عبدالکریم

۳۔ مفتی فقیر سکندر علی

۴۔ مفتی سید محمد نذیر حسین

۵۔ مفتی رحمت اللہ

۶۔ مفتی محمحف صدر الدین

۷۔ مفتی اکرام الدین عرف سید رحمت علی

۸۔ مفتی محمد ضیاء الدین

۹۔ مفتی عبدالقادر

۱۰۔ مفتی فقیر احمد سعید

۱۱۔ مفتی العبد محمد میر خاں

۱۲۔ مفتی محمد مصطفیٰ خاں ولد حیدر شاہ نقشبندی

۱۳. مفتی محمد کریم اللہ
۱۴. مفتی العبد مولوی عبدالغنی
۱۵. مفتی خادم العلماء محمد علی
۱۶. مفتی فرید الدین۔
۱۷. مفتی محمد سرفراز علی
۱۸. مفتی سید محبوب علی جعفری
۱۹. مفتی حامی الدین محمد الواحد
۲۰. مفتی العبد سید احمد علی
۲۱. مفتی الٰہی بخش
۲۲. مفتی محمد انصار علی
۲۳. مفتی مولوی سعد الدین
۲۴. مفتی عدالت العالیہ محمد رحمت علی خاں
۲۵. مفتی حیدر علی
۲۶. مفتی حفیظ اللہ خاں
۲۷. مفتی محمد نور الحق چشتی
۲۸. مفتی العبد سیف الرحمٰن
۲۹. مفتی سید عبدالحمید عفی اللہ عنہ
۳۰. مفتی محمد ہاشم
۳۱. مفتی سید محمد
۳۲. مفتی محمد امداد علی عفی عنہ
۳۳. مفتی قاضی القضاۃ محمد علی حسین

دو نام ناقابل فہم تھے لہذا حذف کر دیئے گئے۔

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے ہم عصر علماء

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے فضائل و اخلاق کے تحت تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے گذر چکا کہ ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے مولانا کو بار بار کہا کہ اگر آپ شرعی مقدمات سرکاری ملازمت اختیار کر کے فیصلہ کیا کریں تو میں آپ کے نام منظوری منگوا سکتا ہوں۔ مولانا نے ہر دفعہ یہی جواب دیا کہ مسائل دین کے بیان کرنے میں مجھے تنخواہ لینے کی ضرورت نہیں۔

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطان کی درگاہ

اب ان کے ہم عصر علماء کو بھی دیکھئے۔ پروفیسر محمد ایوب قادری تحریر فرماتے ہیں۔ حکومت برطانیہ کی دور اندیشی اور پالیسی ملاحظہ ہو کہ اس نے مسلمانوں کے ذہین اور صاحب علم و فضل طبقے کو سرکاری خدمات کے لئے حاصل کر لیا۔

دہلی میں

۱. دبیر الدولہ نواب فرید الدین (ف ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء)

۲. منشی زین العابدین (ف ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء)

۳. مفتی صدر الدین آزردہ (ف ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء)

۴. مولوی فضل امام خیر آبادی (ف ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۹ء)

۵. مولوی محمد صالح خیر آبادی (ف ھ) برادر فضل امام خیر آبادی)

۶. منشی فضل عظیم خیر آبادی (فرزند اکبر فضل امام خیر آبادی)

۷. مولوی فضل حق خیر آبادی (ف ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء)

بدایوں میں

۸. مولوی فضل رسول (ف ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء)

۹. مولوی علی بخش صدر الصدور (ف ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء)

۱۰. مفتی ابوالحسن عثمانی

بریلی میں

۱۱. حافظ کاظم علی خاں (پردادا مولوی احمد رضا خان بریلوی)

مراد آباد میں

۱۲۔ مولوی عبدالقادر چیف رام پوری (ف ۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء)

الٰہ آباد میں

۱۳۔ مفتی اسد اللہ (ف ۱۳۰۰ھ/۳۔۱۸۸۲ء)

۱۴۔ قاضی عطاء رسول چریا کوٹی

۱۵۔ منشی غلام غوث بے خبر (ف ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء)

کلکتہ میں

۱۶۔ قاضی نجم الدین خاں کاکوروی (ف ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۴ء) اور ان کے فرزندگان

۱۷۔ قاضی سعید الدین (ف ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء)

۱۸۔ مولوی حکیم الدین (ف ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء)

۱۹۔ قاضی علیم الدین (ف ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء)

مدراس میں

۲۰۔ قاضی ارتضا علی گوپاموی (ف ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء)

ناسک (بمبئی) میں

۲۱۔ خان بہادر مولوی عبدالفتاح مفتی۔ وغیرہم

یہ سب ہندوپاکستان کے وہ اعاظم و افاضل ہیں جنہوں نے منصب افتاء' قضاء اور صدر الصدوری کے ذریعہ سرکار کمپنی کے انتظام و اقتدار کو بحال اور مضبوط تر کیا۔ ملاحظہ ہو حواشی محمد ایوب قادری بر تواریخ عجیب صفحہ ۲۴ تا ۲۵ ایضاً مقدمہ محمد ایوب قادری بر کتاب آئین کی تدوین اور جمہوریت کا مسئلہ صفحہ ۲

اس خودی اور بے خودی دونوں کو دیکھئے اور فیصلہ کیجئے۔

یہ پیغام دے گئی ہے مجھے بادِ صبحگاہی!
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی
تیری زندگی اسی سے تیری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی نہ رہی تو روسیاہی

تحریک آزادی کی ناکامی اور فتنوں کا آغاز

پاک و ہند میں تحریک آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی اور انگریز کے کامیاب ہونے پر مسلمانوں میں جن فتنوں کا آغاز ہوا ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ ہجرت:۔ بہت سی دینی اور مرکزی شخصیتیں یہاں سے ہجرت کر گئیں۔ ملک میں عظیم خلا پیدا ہوا۔ گمراہی کو بسہولت پھیلنے اور پھولنے کا وسیع موقعہ ملا۔ ان حضرات کو رخصت پر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنا چاہیے تھا۔

۲۔ ارتداد:۔ ملک میں عیسائی مبلغین' مناظرین اور مشنری ادارے بکثرت پھیلا دیئے گئے۔ مسلمانوں کو عیسائی بنایا گیا۔

۳۔ احساس کمتری:۔ نوجوان نسل کے سامنے یورپین تہذیب کو خوبصورت اور اسلام کو بدصورت پیش کیا تاکہ عیسائی نہ بنیں تو مسلمان بھی نہ رہ سکیں۔ اس کے مقابلہ میں سرسید احمد خان نے معذرت خواہی کا رویہ اختیار کیا۔

۴۔ مجاہدین پر جرح اور انگریز کی تائید۔ اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھوائی گئیں اور اہل علم کو استعمال کیا گیا۔

۵۔ انگریز کی ملازمت و عہدے۔ القاب و خطابات قبول کئے گئے اور ان کو باعث فخر سمجھا گیا۔

۶۔ عقیدہ توحید کو مبہم اور مشکوک بنایا گیا۔ بعض اہل علم کے ذریعہ خدائی صفات دو قسم کر دی گئیں۔ ایک قسم ذاتی دوسرا عطائی۔ عوام کو سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فقط پہلے قسم میں واحد لا شریک ہے۔ دوسرے قسم میں ہزاروں ہستیاں اس کی کامل شریک ہیں۔ اس طرح امت مسلمہ کو ایک خدا سے ہٹا کر ہزاروں خداؤں کا بندہ بنایا گیا۔

۷۔ عقیدہ ختم نبوت کو مبہم و مشکوک بنایا گیا۔ نبوت دو قسم کر دی گئی۔ ایک قسم بروزی (مستقل) اور دوسرا قسم ظلی (غیر مستقل) عوام کو سمجھایا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط پہلے قسم کے خاتم ہیں' دوسرے قسم کے ہزاروں انبیاء پیدا ہو سکتے ہیں۔

۸۔ عقیدہ فرضیت جہاد کو مبہم اور مشکوک بنایا گیا۔ عوام کو سمجھایا گیا کہ فرض تو صرف تبلیغی جہاد ہے اور جہاد بالسیف (جنگ) ہمیشہ کے لئے منسوخ ہے۔

۹۔ بدعت کو جواز عطا کیا گیا۔ بدعت دو قسم کر دی گئی۔ (حسنہ اور سیہ) اور کہا گیا کہ جو بدعت عوام کو پسند ہو وہ بدعت حسنہ اور جائز ہے اور جسے عوام ناپسند کریں وہ بدعت سیہ اور ناجائز ہے۔

۱۰۔ دینی مراکز کو عقائد کی موشگافیوں اور فروعی مسائل میں الجھا دیا گیا۔ وغیرہا ظلمات بعضہا فوق بعض۔

مولانا عبدالقادر کے بیٹوں کا موقف

مولانا عبدالقادر کو اللہ تعالیٰ نے علم و فضل' زہد و تقویٰ میں انہی کی مثل چار فرزند عطا فرمائے تھے (مولانا سیف الرحمن' مولانا محمد' مولانا عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز) ان سب نے اپنے والد ہی سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ جہاز آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ اس کے نتائج بھگتے۔ مگر اس وقت اللہ تعالیٰ کو ہندوستان کی آزادی منظور نہ تھی۔ مولانا سیف الرحمان افغانستان کے آزاد مجاہدین میں شامل ہو گئے اور بقیہ تینوں برادران مسلمانوں کی رہنمائی اور تحفظ کی خاطر یہاں دارالکفر ہی میں مقیم ہوئے۔

سردار دوست محمد خاں امیر افغانستان اگرچہ تحریک آزادی میں مدد نہ دے سکا مگر وہ ان سب برادران کو اپنے ملک میں مخدوم کی حیثیت سے رہنے بسنے کی دعوت دیتا رہا اور پیغام بھیجتا رہا تاہم ان حضرات نے ملک ہندوستان سے ہجرت نہ کی۔

ان کا ایک عذر تو وہی تھا جو مولانا عبدالقادر نے دوست محمد کو پیش کیا تھا اور اس سے بڑا عذر یہ تھا کہ جس علاقہ کی انہوں نے سالہا سال آبیاری کی تھی۔ اس کے عوام کی امیدیں ان سے وابستہ ہو چکی تھیں۔ اب وہ ان کی رہنمائی اور خدمات کے پہلے سے زیادہ محتاج تھے۔ ان حالات میں انہیں بھٹکنے کے لئے چھوڑ جانا اور نئے نئے فتنوں کے حوالہ کر جانا ہرگز مناسب نہ تھا۔ لہٰذا اسی ملک میں رہنے بسنے کا فیصلہ کیا توکل' اخلاق اور تقویٰ کو اپنے تحفظ کا ذریعہ بنایا۔

یہ حضرات اس ملک کے امن پسند اور صلح جو شہری ضرور تھے مگر حکومت برطانیہ کی صحت اور جواز کے ہرگز قائل نہ تھے۔ تاحیات برطانوی حکومت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس کا کوئی عہدہ یا ملازمت قبول نہیں کی۔ اس کی عدالتوں میں بحیثیت مدعی و مستغیث کبھی نہیں گئے۔ کسی ضرورت کے لئے کوئی درخواست نہیں دی۔

ہمیشہ انگریز کو غلط کار' ظالم' غاصب اور اس کی ملازمت کو کفر کی اعانت۔ اس کی عدالتوں میں بحیثیت مدعی و مستغیث حاضر ہونے کو تحاکم الی الطاغوت اور اس کے دیئے ہوئے خطابات و القاب قبول کرنے کو رذالت و خساست کہتے رہے۔

زندگی بھر نئے نئے فتنوں کا مقابلہ کیا۔ عیسائیوں کے اعتراضات اور سر سید کے اعتذارات کو رد کیا۔ شرک اور بدعت کے فلسفہ پر ضرب لگائی۔ جہاد اور مجاہدین کا دفاع کیا۔ مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔

امت مسلمہ کو فروعی مسائل میں الجھا کر انگریز کی مدد کرنے والوں کا منہ بند کیا۔ اتحاد و اتفاق کی تربیت دی۔

ہمیشہ جفاکشی' ہمت' صبر اور خودداری کی زندگی بسر کی۔ آئندہ نسل کو بھی یہی وصیت کرتے ہوئے فریضہ حیات ادا کر گئے۔

آسماں ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آمین یا رب العالمین

شاہ زمان کی آمد

انہی دنوں قدرت کی نیرنگیوں نے احمد شاہ ابدالی کے پوتے شاہ زمان اور شاہ شجاع تخت افغانستان سے دستبردار ہو کر کابل چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور برطانوی دامن میں پناہ لے کر لدھیانہ میں قیام پذیر ہوئے۔ افغان بادشاہوں نے یہاں گرد و نواح میں علامہ کے علم و فضل اور فکر و عمل کا چرچا سنا تو ان کے قلوب میں ایک غائبانہ عقیدت پیدا ہو گئی۔ شاہ زمان اسی عقیدت مندی اور گرویدگی کے جذبہ سے موضع بلیہ وال پہنچے اور حضرت علامہ سے لدھیانہ شہر تشریف لانے کی درخواست کی۔ علامہ مرحوم شاہ زمان کے ساتھ لدھیانہ تشریف لے آئے علامہ مرحوم کی زندگی بڑی سادہ تھی انہوں نے یہاں تعلیم و ضع کے مطابق رہائش اختیار کی اور اپنی علمی اور تعمیری سرگرمیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر اثر پذیر ہوئے اور آپ کے ارشادات کے مطابق اسلامی زندگی گزارنے لگے اور شاہ زمان نے بھی چالیس دن تک آپ کی مسجد میں قیام فرمایا اور جب علامہ خطبہ جمعہ کے لئے منبر پر بیٹھتے تو شاہ زمان خود اذان کہتے جو اب تک مسجد علامہ حقانی کے نام سے لدھیانہ شہر میں مشہور ہے۔

انگریز سے عدم تعاون

۱۸۵۷ء سے قبل برطانوی پالیسی یہ تھی کہ ہندوستان کو اپنی فراخ حوصلگی، ہمدردی اور بے لوث خدمت کا پورا یقین دلایا جائے تاکہ ان کے ذہن اطاعت اور فرمانبرداری کے غلامانہ جذبہ سے بھرپور ہو جائیں اور کسی گوشہ میں نفرت و عداوت کا احساس پیدا نہ ہو بلکہ یہ خیال جاگزیں رہے کہ انگریز ہندوستان کی برتری بہی خواہی اور حفاظت کا دل و جان سے خواہاں ہے جس سے سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہوتی

ہیں۔ لدھیانہ میں اسی احساس کے پیکر کونن نامی ڈپٹی کمشنر تھے جو اپنی وسعت قلبی اور مذہبی روا داری کا بہت مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ وہ علامہ مرحوم کے ہمہ گیر اثرات اور عام جذبہ عقیدت سے بہت گھبرایا اور اس نے سیم و زر کے ساحرانہ جال میں پھنسانے کی کوشش کی اور اس نے علامہ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کی کہ آپ شرعی مقدمات کا فیصلہ اسلامی طریقہ سے فرمایا کریں اور آپ کا عہدہ ایک جج کے برابر ہو گا اور حکومت برطانیہ آپ کو آپ کی خدمات کے عوض پانچ صد روپیہ ماہوار پیش کرے گی ذرا غور کیجئے برطانوی عیاری پر کہ جس ملک نے مسلمانوں کی سلطنت مٹا کر غاصبانہ قبضہ کیا وہاں مسلمانوں کے ساتھ مذہبی ہمدردی کا یہ فیاضانہ جذبہ کہ لوگوں کو شرعی احکام کا پابند بنانے کے لئے بیش بہا روپیہ صرف کرنے کا مخلصانہ عزم۔

علامہ کی حقیقت بین نگاہیں اس رزا سے آشنا تھیں اور ان کے دلوں کی آواز کو پہچانتی تھیں انہوں نے پوری جرات اور بے باکی کے ساتھ فرما دیا کہ میں دین کے مسائل بیان کرتا ہوں اس کے عوض کسی مشاہرہ کی ضرورت نہیں۔

آئین جوانمردی حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

امیر دوست محمد کی آمد

شاہ زمان اور شاہ شجاع کے چلے جانے کے بعد تخت افغانستان پر امیر دوست محمد خان قابض ہو گئے اور اس خوف کی وجہ سے انگریز ہمیشہ افغانستان کی طرف متوجہ رہتا تھا۔ امیر دوست محمد خان نے انگریزوں کو صدق دلانہ تعاون پیش کیا لیکن اس کی روش منافقانہ تھی۔ امیر صاحب نے انگریزوں کی بجائے روس کے ساتھ تعلقات استوار کرنے شروع کر دیئے۔ انگریز اس بات سے خائف ہو گئے اور انہوں نے کچھ

قبائل کو ساتھ لے کر اور شاہ شجاع کی مدد سے افغانستان پر حملہ کر دیا' انگریز فوجیں اس حملہ میں کامیاب رہیں اور انہوں نے شاہ شجاع کو ۱۸۴۰ء میں دوبارہ تخت افغانستان پر فائز کرا دیا۔ امیر دوست محمد انگریز کی حراست میں آ گئے جنہیں انگریز شاہی قیدی کی حیثیت سے ہندوستان لے آئے اور کلکتہ نظر بند کر دیا۔ کلکتہ جاتے ہوئے امیر صاحب لدھیانہ سے گزرے امیر صاحب کو لدھیانہ پہنچ کر علامہ مرحوم کی اطلاع ملی انہوں نے آپ سے ملاقات فرمائی ممکن ہے قلب میں یہ بھی داعیہ ہو کہ شاہ شجاع کی دوبارہ تخت نشینی کے سلسلہ میں حضرت علامہ سے کچھ حقائق معلوم کر سکیں یا ان کے پیچیدہ مسائل کی گرہ کشائی میں مدد مطلوب ہو۔ حضرت علامہ جو انگریزی اقتدار کے خاتمہ کی آگ سینہ میں چھپائے رکھتے تھے اس واقعہ سے بے حد متاثر و پریشان تھے وہ افغانستان میں برطانوی ریشہ دوانیوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت نہیں کرتے تھے انہوں نے امیر صاحب سے صبر آزما داستان سنی اور طویل گفتگو فرمائی اور ملاقات کے دوران یہ پیش گوئی فرمائی کہ شاہ شجاع قتل ہو جائے گا اور امیر صاحب دوبارہ افغانستان کی فرمانروائی کا اعزاز حاصل کریں گے۔ یہ نوید زندگی بخش تھی جس سے ایک مرتبہ امیر صاحب کے چہرے پر تازگی آ گئی لیکن پھر موجودہ حالات نے معنی خیز سکوت پیدا کر دیا۔

افغانستان جانے سے انکار

امیر صاحب ہندوستان میں نظربندی کے تلخ ایام گزارنے لگے۔ قلب میں امید جان فزاء چٹکیاں لے رہی تھی آخر قدرت کی کار فرمائیوں سے غیر متوقع طور پر خبر ملی کہ اکبر خان نے افغانستان میں فوج جمع کر لی ہے اور بہادر افغانوں نے انگریزی فوج پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے انگریزی فوجوں نے خوف و ہراس کے ساتھ ہتھیار

ڈال دیے۔ سولہ ہزار فوج ڈھیر ہو گئی اور شاہ شجاع انگریز کا آلہ کار سمجھ کر قتل کر دیا گیا۔ انگریزی فوج سے صرف ایک شخص براڈون نامی بچ کر ہندوستان پہنچا۔ یہ ۱۸۴۱ء کا واقعہ ہے اس وقت لارڈ آک لینڈ ہندوستان کے گورنر جنرل تھے اس حادثہ سے انگلستان کے حلقوں میں کہرام مچ گیا اور صف ماتم بچھ گئی۔

گورنر جنرل کو نااہل قرار دے کر ان کی جگہ لارڈ ایلنبرا اس عہدہ پر مامور ہوئے ادھر عنان حکومت امیر دوست محمد کے صاحبزادے اکبر خان کے ہاتھ آ گئی۔ لارڈ ایلنبرا نے بعض شرائط پر اکبر خان سے صلح کر لی اور اسی سلسلہ میں امیر دوست محمد خان کی واپسی کا فیصلہ بھی ہوا امیر صاحب کابل جاتے ہوئے لدھیانہ تشریف لائے، اور علامہ مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنکھوں میں تخت و تاج کی خوشنما جھلک تھی لیکن گردن عقیدت اور احترام کے ساتھ خم تھی۔

امیر صاحب نے پوری عقیدت کے ساتھ کابل تشریف لے جانے کی درخواست کی لیکن علامہ مرحوم نے معذرت فرمائی۔ سبب انکار معلوم نہ ہوتی تھی لیکن بعد میں ۱۸۵۷ء کے خونریز ہنگامے اور مجاہدانہ کارناموں نے تصدیق کر دی کہ افغانستان تشریف لے جانے میں ملک کو پیش آنے والی جدوجہد مانع تھی۔ افغانستان سے انگریزی اقتدار کے خاتمہ کی خوشی تھی لیکن ہندوستان میں اس کے استحصال کے لئے جانفروش جدوجہد اور سعی و عمل کی ضرورت تھی ادھر یہ بھی پیش نظر تھا کہ خداوند کریم کے سچے پرستار عافیت کوشی اور آرام طلبی کی بجائے ظلم واستبداد کے خلاف جنگ کرنا ہی مقدس فریضہ سمجھتے ہیں۔

امیر صاحب کے خطوط

امیر صاحب کابل پہنچ کر سریر آرائے سلطنت ہو گئے اور وہاں سے علامہ

مرحوم کی خدمت میں پیغامات بھیجتے رہے شائد افغانی تعلق سے آزادی ہند کا مسئلہ حل کرنے کا پہلا خیال آپ ہی کے قلب میں پیدا ہوا جس نے بعد میں حضرت شیخ الہند اور مولانا عبیداللہ سندھی کے دور میں ریشمی رومال خطوط کی تحریک میں عملی شکل اختیار کر لی اور علامہ کے پوتے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم رحمتہ اللہ علیہ اس تحریک میں شامل ہوئے اور گرفتار ہو کر تین سال کی قید کاٹی۔ امیر صاحب کے خطوط کافی عرصہ تک خاندان میں محفوظ رہے لیکن تقسیم ہند کے بعد جنگ آزادی کا تمام اثاثہ پیش آمدہ حادثات کی نظر ہو گیا۔

علامہ مرحوم گہری نظر سے مستقبل قریب کے خونیں انقلاب کا مطالعہ کر رہے تھے اور عسکری نبرد آزمائیوں کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف تھے آپ کے ہاں مستقبل اکھاڑہ قائم تھا جہاں اس دور کی حربی اور عسکری مشقوں تلوار پٹہ اور لکڑی کی فوجی مشقیں جاری تھیں اور جانبازوں کی بڑی جماعت ان فوجی مشقوں اور عسکری تربیت میں شامل تھی جس نے ۱۸۵۷ء کے ہولناک انقلاب میں ہر طرح سے مسلح ہو کر کوہ شکن عزائم کے ساتھ ناقابل فراموش خدمات انجام دیں اس وقت کی جنگی داستانیں آج تک انقلاب پسند نوجوانوں کا خون گرما رہی ہیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا بگل بجا اور ملک کو آزاد کرانے کے لئے انگریزی اقتدار کے خاتمہ کی مخلصانہ کوشش میں آگ اور خون کا کھیل تیار ہو گیا۔ ہندوستان کے تمام علماء اس میں شامل ہوئے مولانا فضل حق خیر آبادی لدھیانہ سے مولانا عبدالقادر مرحوم اور اسی طرح میرٹھ دہلی الہ آباد کانپور اور لکھنؤ کے علماء نے بھی انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا۔ دہلی میں جو متفقہ فتویٰ انگریز کے خلاف مرتب کیا گیا

وہ علامہ مرحوم نے مفتی آزردہ کے ساتھ مل کر مرتب کیا اور پورے ہندوستان میں آگ لگ گئی۔ دہلی لکھنؤ میرٹھ جھانسی اور لدھیانہ سے حریت کے شعلے بلند ہوئے اور ملک کے طول و عرض میں استبداد پر چھا گئے۔ علامہ مرحوم اس سلسلہ کی ایک اہم ترین کڑی تھے۔ آپ نے ساری جماعت کو اکٹھا کیا اور چھاؤنی کی فوج بھی انگریز سے بغاوت کر کے آپ کے زیر کمان آ گئی اور چشم زدن میں انگریزی عدالت' تھانہ اور جیل پر قابض ہو گئے انگریز افسر بھاگ گئے کچھا مارے گئے جس کی تصدیق سرکاری رپوٹوں سے ہوتی ہے کہ یہاں انقلابات زمانہ کی آوازیں بلند ہوئی تھیں اور شہر میں علماء کا مکمل قبضہ تھا۔ مسٹر ساور کر سابق صدر آل انڈیا ہندومہاسبھا اپنی کتاب واقعات ۱۸۵۷ء میں اس طرح تذکرہ کرتا ہے کہ گویا شہر پر علماء کا مکمل قبضہ تھا لیکن مرکزی طاقت مضبوط کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ علامہ مرحوم نے دہلی کا قصد فرمایا۔ فوجی جانبازوں کے علاوہ خاندان کے تقریباً تمام افراد اور چاروں صاحبزادے مولانا سیف الرحمٰن' مولانا محمد' مولانا مفتی محمد عبداللہ (راقم الحروف کے دادا تھے) اور مولانا عبدالعزیز ساتھ تھے۔ دہلی پہنچ کر بادشاہ بہادر شاہ ظفر سے ملے اور پوری قوت حریت اور معرکہ آرائیوں میں شریک ہوئے تاکہ ملک انگریز کے تسلط اور اقتدار سے نجات حاصل کر سکے لیکن قدرت کو ابھی منظور نہیں تھا غداروں نے انگریز کا ساتھ دیا اور وہ جنگ آزادی جو پورے ہندوستان میں شروع ہو چکی تھی ناکام ہو گئی اور ابھی غلامی ہندوستان کا مقدر تھی جس پر پوری کوشش کے باوجود کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور برطانوی شہنشاہیت نے دلی پر قبضہ کر لیا اور دہلی شہر کے چاندنی چوک میں پھانسی کا پھندا قائم کر دیا گیا اسی طرح لدھیانہ شہر کے چوڑا بازار میں بھی پھانسی کا پھندا قائم کر دیا گیا اور ہندوستان کے مختلف شہروں میرٹھ لکھنؤ آلہ آباد اور جھانسی کے اندر حریت پسندوں کو سرعام پھانسیاں دے دی گئیں اور انگریز کے ایجنٹ اور گماشتے شریک جہاد

ہونے والوں کی مخبری کرتے رہے۔ یہ وقت حریت پسندوں کے لئے بڑا صبر آزما تھا دوست و رفیق، عقیدت مند ظلم و استبداد کی ہلاکت خیزیوں سے خائف تھے اور دہلی کی زمین وسعتوں کے باوجود ان پر تنگ تھی۔ حریت پسندوں اور حق پرستوں کی اس جماعت کو وہاں سے رخصت ہونا پڑا اور علامہ مرحوم اپنی جماعت اور دونوں صاحبزادوں مولانا محمد اور مفتی عبداللہ صاحبان کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں دہلی سے روانہ ہوئے رفیقہ حیات جنگ کے دوران دہلی میں انتقال کر گئیں ان کی قبر فتح پوری جامع مسجد کے احاطہ میں ہے راقم الحروف ۱۹۲۵ء میں اپنی تعلیم کے دوران دیوبند سے دہلی آیا اور پردادی مرحومہ کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ چھوٹے صاحبزادے مولانا عبدالعزیز دہلی میں گرفتار ہوئے اور مولانا سیف الرحمٰن کو تین علماء کے وفد کے ساتھ افغانستان بھیجا گیا تاکہ اس معاملہ میں امیر دوست محمد خان کی حکومت سے مدد حاصل کی جائے۔

وفد کے باقی دو ارکان علامہ عبدالقادر کے بھانجے مولانا محمد اسماعیل اور قاضی فضل الدین (حکیم محمد حسن قرشی لاہوری کے والد) تھے۔ نتیجہ کے انتظار میں مولانا عبدالقادر اپنے دونوں بیٹوں اور چند فدائیوں کے ساتھ پٹیالہ کے قریب ستانہ گاؤں میں روپوش ہو گئے اور مولانا سیف الرحمٰن صاحب اپنی جماعت کو لے کر ضلع حصار کے ایک گاؤں پر ڈھالیکے پہنچے گاؤں کے لوگ پرانے عقیدت مند تھے انہوں نے بڑی عزت و تکریم کی لیکن ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ حکومت کو آپ کی اطلاع مل گئی اور اس وقت ان حریت پسند جانفروشوں کو پناہ دینے پر جو مظالم ڈھائے جاتے تھے ان کی تباہی و بربادی پر ہر شخص لرزہ براندام تھا گاؤں والوں میں سخت تشویش پیدا ہوئی مولانا کو خود ہی اس کا شدید احساس تھا وہ اپنی وجہ سے کسی کو عتاب میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے اسی روز وہاں سے روانہ ہو گئے اور پنجاب سے ہوتے ہوئے افغانستان پہنچ

گئے وہاں پر امیر دوست محمد خان امیر سلطنت تھے جب امیر دوست محمد خان کو مولانا سیف الرحمٰن کے کابل پہنچنے کی اطلاع ملی تو خود حاضر خدمت ہوئے اس وقت انگریز ہندوستان میں اپنی پوزیشن مضبوط کر چکا تھا اور مناسب وقت ہاتھ سے نکل گیا تھا لہٰذا وفد کے دو ارکان واپس آ گئے اور مولانا سیف الرحمٰن افغانستان کے آزاد مجاہدین میں شامل ہو گئے اور امیر دوست محمد خان نے مولانا کو کابل کے نواح میں ایک جاگیر عطا کی مولانا نے وہاں شادی کی اور وہاں ان کے اولاد پیدا ہوئی لیکن امتداد زمانہ سے خاندان سے رابطہ نہ رہا اب معلوم ہوا کہ مولانا کے پوتے اور نواسے اور ان کی سب اولاد افغانستان کی جنگ آزادی میں مجاہدین کے شانہ بشانہ شریک جہاد ہیں۔ علامہ مرحوم اپنے دونوں صاحبزادوں مولانا محمد اور مفتی محمد عبداللہ کے ساتھ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ منزل سے نا آشنا قافلہ دور دراز دیہاتی راستوں پر چل نکلا۔

کسے ندانست کہ منزل گھہ مقصود کجا است

موضع ستلانہ میں قیام

جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد پرستاروں کا یہ قافلہ بے کسی کے عالم میں چلا جا رہا تھا سچائی کی عظمت چہروں سے ظاہر تھی راستہ میں کئی گاؤں آئے اور گزر گئے لیکن کہیں نشان منزل نظر نہ آیا۔ بلند ہمتی طویل راستوں کو سمیٹتی جاتی تھی ایک روز شام کے وقت کسی گاؤں کے قریب گزر ہوا وہاں کچھ لوگ جمع تھے معصوم چہروں نے دلوں میں کشش پیدا کی۔ گاؤں والے آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور گاؤں چلنے کی درخواست کی۔ علامہ مرحوم نے معذرت فرمائی لیکن جب گاؤں والوں کا اصرار بڑھا تو آپ نے سارا واقعہ بیان فرمایا اور تمام خطرات سے آگاہ کر دیا کہ کہیں گاؤں پر مصیبت نہ آ جائے ایثار اور قربانی کے پر خلوص جذبات نے گاؤں والوں کو گرما دیا

انہوں نے کہا کہ ہم راجپوت ہیں وعدہ ایفائی کی تاریخ میں ہم سنہری روایات کے مالک ہیں ہم آپ کی ہر طرح مدد کریں گے علامہ مرحوم وہاں قامت پذیر ہو گئے یہ گاؤں ریاست پٹیالہ میں سلانہ کے نام سے مشہور ہے اور پٹیالہ سے بیس میل کے فاصلے پر ہے۔ دونوں صاحبزادے مولانا محمد اور مفتی محمد عبداللہ ساتھ تھے۔ سراغ رسانوں نے بھی کھوج لگا لیا۔ گاؤں کا بچہ بچہ آپ پر فدا تھا آپ کی محبت سے ان میں زندگی کی لہر پیدا ہو گئی انہوں نے پوری دلیری اور جوانمردی کا ثبوت دیا اور آپ کو ایسے مقام پر محفوظ کر دیا کہ حکومت پوری کوشش کے باوجود پتہ چلانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

انتقال

علامہ مرحوم تین سال تک اسی گاؤں میں رہے۔ عمر کی آخری منزل میں مسلسل مصیبتوں اور پریشانیوں نے کافی ضعف پیدا کر دیا خاندان کی بربادی اور ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا بھی طبیعت پر بڑا اثر تھا بالآخر اسی غربت کی حالت میں ہندوستان کی آزادی کے وہ بہادر جرنیل دنیا سے رخصت ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون اور ۱۸۶۰ء میں اسی گاؤں میں دفن ہوئے اور آج بھی گاؤں والے عقیدت کے ساتھ ان کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ آج ہندوستان اور پاکستان کو جو آزادی ملی ہے وہ سب آپ اور آپ کے ساتھیوں کی بے مثال ایثار اور قربانی کا نتیجہ ہے کہ حریت پسندوں نے انگریزی استبداد کا خاتمہ کیا۔

خاندان اور جائیداد کی بربادی

انگریز نے علامہ مرحوم کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کر لی بلکہ عبرت کے لئے آپ کے رہائشی مکانات، دیوان خانہ اور مسجد سب گرا کر اس پر ہل چلوا دیا۔

لدھیانہ شہر سے متصل موضع ڈگری میں علامہ مرحوم کا ایک باغ تھا جو سو بیگھہ زمین پر محیط تھا اس کو بھی بحق سرکار ضبط کر لیا اور تمام جائیداد سے بے دخل کر دیا لیکن آزادی کے پروانوں نے جب اپنی زندگی ہی اس کے لئے وقف کر دی تھی تو ان چیزوں کی کیا حقیقت تھی۔

ملکہ وکٹوریہ کا اعلان

۱۸۶۰ء میں ملکہ وکٹوریہ نے اعلان کیا کہ تمام لوگ جنہوں نے ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا وہ روپوش ہیں اپنے گھروں میں واپس آ جائیں انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا اس اعلان کے ساتھ ہی مولانا محمد اور مفتی محمد عبداللہ صاحبان لدھیانہ شہر تشریف لائے تمام شہر آپ کے استقبال کے لئے چھ میل باہر جمع تھا۔ انگریز پر اس واقعہ سے دہشت چھا گئی اور دوسرے روز آپ کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا اور دہلی سے مولانا عبدالعزیز صاحب کو بھی جو پہلے ہی گرفتار تھے لدھیانہ جیل منتقل کر دیئے گئے۔

اور آپ پر بغاوت کا مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ تقریباً ایک سال تک آپ حضرات جیل میں رہے ایک روز انگریز مجسٹریٹ کی عدالت میں پیشی تھی آپ تینوں حضرت ہتکڑی لگی عدالت میں حاضر تھے عصر کی نماز کا وقت ہو گیا مولانا محمد صاحب نے مجسٹریٹ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمیں نماز ادا کرنے کی اجازت دی جائے انگریز مجسٹریٹ اس پر برافروختہ ہو گیا اور گالیاں بکنے لگا اور ایسی حرکتیں کرنے لگا جس طرح پاگل کرتے ہیں' بہر حال مقدمہ دوسری تاریخ پر منتقل ہو گیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مجسٹریٹ پاگل ہو گیا ہے اور اس کو پاگل خانہ میں داخل کر دیا گیا دوسری تاریخ پر دوسرا مجسٹریٹ آیا اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ پہلا مجسٹریٹ حضرت مولانا محمد صاحب

سے بحث کی وجہ سے پاگل ہوا ہے اس نے آتے ہی آپ حضرات کو بری کر دیا۔

علمائے لدھیانہ کا مشہور خاندان ارائیں قوم سے تھا ہندوستان کی جنگ آزادی سے پہلے ۱۸۳۰ء میں اس خاندان نے اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کا ساتھ دیا اور پھر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں سے ٹکر لی لدھیانہ شہر کو فتح کیا اور دہلی تک سارا علاقہ فتح کرتے ہوئے دہلی پہنچے ان کے چاروں صاحبزادے مولانا سیف الرحمٰن، مفتی محمد عبداللہ مولانا محمد و مولانا عبدالعزیز ان کے ساتھ تھے۔ دہلی کے چاندنی چوک میں انگریزوں کی فوج سے زبردست لڑائی ہوئی اس لڑائی میں علامہ عبدالقادر کی اہلیہ فوت ہو گئیں اور جامع مسجد فتح پوری میں دفن ہوئیں پھر مسلمان غداروں کی وجہ سے جنگ آزادی ناکام ہوئی۔ اور یہ خاندان ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں ستانہ میں روپوش ہو گیا۔ ۱۸۶۰ء میں علامہ صاحب کی وفات ہوئی۔ مولانا سیف الرحمٰن والد صاحب کے حکم پر حکیم قرشی کے والد کے ساتھ امداد حاصل کرنے افغانستان چلے گئے۔ باقی صاحبزادوں کی مخبری ہونے پر انگریزوں نے انہیں گرفتار کر لیا اور لدھیانہ میں ان پر بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلایا۔ لیکن دوران مقدمہ جج پاگل ہو گیا دوسرے جج نے آکر تینوں صاحبزادوں کو بری کر دیا۔ اسی خاندان کے افراد مفتی محمد نعیم لدھیانوی اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ہندوستان کی جنگ آزادی اور تحریک ریشمی رومال سازش میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ماتحت حصہ لیا اور گرفتار ہوئے اور سزا کاٹی۔ ساہیوال سے مفتی ضیاء الحسن اور گوجرہ سے ایم حمزہ ایم این اے، سابق چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی حکومت پاکستان اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔

۱۸۶۴ء میں انگریز کی عدالت سے بری ہونے کے بعد مولانا محمد صاحب اور راقم الحروف کے دادا مفتی محمد عبداللہ اور مولانا عبدالعزیز صاحب نے لدھیانہ شہر میں ایک

مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کا نام مدرسہ اللہ والا رکھا گیا۔ اس مدرسہ کی بنیاد دارالعلوم دیوبند سے ایک سال پہلے رکھی گئی۔ اس مدرسہ میں پاک و ہند کے مشہور مفتی مفتی محمد شفیع صاحب کے والد مولانا یٰسین صاحب مدرس تھے۔ پہلے سال موقوف الیہ تک تک درس نظامی کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر دورہ حدیث بھی شروع ہو گیا۔

مشہور بزرگ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کے مرشد شاہ عبدالرحیم صاحب اس مدرسہ کے طالب علم تھے اور حضرت مولانا محمد صاحب کے شاگرد تھے۔ تقسیم ملک سے قبل مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی اسی مدرسہ کے طالب علم تھے۔ ہزاروں علماء اور حفاظ اس مدرسہ سے فیض یاب ہو کر پورے ہندوستان میں دین اسلام کی اشاعت کا کام کرتے رہے۔

تقسیم سے قبل اس مدرسہ کے مہتمم راقم الحروف کے والد مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی تھے اور مدرسہ کا نام شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے نام پر مدرسہ محمودیہ اللہ والا رکھ دیا تھا۔ ہر سال اکابر دیوبند مدرسہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ جن میں حضرت انور شاہ صاحب کشمیری مولانا حسین صاحب مدنی' قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیو بند مولانا حفظ الرحمٰن صاحب' سیوہاروی اور مولانا احمد سعید دہلوی کے نام شامل ہیں۔

انگریزی استعمار نے برصغیر میں مسلمانوں کو اصول دین سے برگشتہ کرنے کے لئے اپنے دور اقتدار میں جو سازشیں کیں ان میں ایک بھیانک سازش عقیدہ جہاد اور ختم نبوت کو متنازع بنانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ مسحیت اور نبوت شامل ہیں۔ آج اس سازش کو پوری دنیا میں تشت ازبام کر کے اور قادنیت کو ننگا کرنے میں علمائے حق نے جو قربانیاں دیں پس منظر اور ابتدائی حالات میں اس سازش کو بھانپ کر ملت اسلامیہ کو اس سازش سے محفوظ رکھنے کے لئے جس نے

جدوجہد کی وہ قافلہ علمائے لدھیانہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

علمائے لدھیانہ کے جد امجد علامہ مولانا عبدالقادر لدھیانوی جن کی ساری زندگی انگریز کے خلاف جہاد میں گزری بلکہ انگریز کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ جہاد بھی انہوں نے مرتب کیا اور اس پر تمام علمائے ہندوستان کو متفق کیا۔

آپ کے صاحبزادگان مفتی محمد عبداللہ صاحب' مولانا محمد صاحب' مولانا عبدالعزیز صاحب نے اس دور میں جب مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے دعویٰ کی ہر سرعام تردید کی اور اس کے مرتد ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔ جبکہ اس وقت بڑے بڑے مشائخ اور علماء اس کی چال کو نہ سمجھ سکے۔ چند ایک نے تو مرزا کو اس وقت مرد صالح قرار دیا لیکن علمائے لدھیانہ نے اس کے دجل کا پردہ چاک کر کے اس پر کفر کا فتویٰ جاری کیا۔

اور علمائے لدھیانہ نے ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۹۰ء دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں جا کر اکابر دیوبند کو اپنے فتویٰ پر قائل کیا۔ اس طرح اس محنت شاقہ سے دیگر مکاتب فکر کے علماء نے ان کے فتویٰ کی تصدیق کی جن میں بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی بھی شامل ہیں۔

مولانا غلام دستگیر قصوری کی کوشش سے علمائے حرمین نے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی۔ ان حالات کے تناظر میں اگر یہ کہا جائے کہ اصل فتویٰ علمائے لدھیانہ جاری کیا اور علمائے دیوبند سمیت باقی تمام علماء نے اس کی تصدیق و توثیق فرمائی تو تاریخی اعتبار سے عین صادق ہے۔

اور مشہور مقدمہ بہاولپور میں محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری نے مرزا کی نبوت کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا تو علمائے لدھیانہ میں حضرت مولانا مفتی' محمد نعیم صاحب اور مولانا محمد صاحب' انوری نے حضرت شاہ کی

معاونت فرمائی۔ بلکہ مولانا انوری صاحب نے عدالتی کارروائی کے دوران حضرت علامہ کو کتابوں کے حوالہ جات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

انگریز حکومت کے زیر سایہ قادیان کو منی ریاست بنایا گیا اس وقت رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے قادیانیت پر ضرب کاری لگانے کے لئے نبوت کاذبہ کو للکارا اور ہندوستان میں مرزائیوں کے گھر قادیان میں پہلی ختم نبوت کانفرنس ۱۹۳۵ء منعقد کی جس میں اس زمانہ کے علماء کے علاوہ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء محمد شاہ بخاری نے عشاء کی نماز کے بعد سے فجر کی نماز تک تمام رات مرزائیت کے رد میں تقریر کی۔

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی ۱۸۸۸ء میں مفتی محمد عبداللہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے اور ۱۰ سال کی عمر میں مدرسہ اللہ والا میں مولانا محمد صاحب سے ابتدائی کتابیں پڑھیں ایک سال مولانا نور احمد کے مدرسہ امرتسر میں تعلیم حاصل کی۔

۱۴ سال کی عمر میں دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کے خاص تلامذہ میں شمار ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں حضرت شیخ الہند سے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ دیو بند کی سند کے علاوہ حضرت شیخ الہند نے آپ کو اپنی طرف سے خاص سند بھی عطا فرمائی۔ پھر ایک سال افتا میں لگایا اور ۱۹۱۲ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے۔ شیخ الہند نے آپ کو اس وقت کے مشہور مدرسہ مئوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں صدر مدرس تعین فرمایا اور آپ نے استاد کے حکم کی تعمیل میں ۶ برس تک وہاں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر لدھیانہ تشریف لائے اور اپنے مدرسہ اللہ والا میں منتہمم مقرر ہوئے۔ یہاں بھی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب شیخ الہند

نے ریشمی رومال سازش کی تحریک شروع کی تو اپنے استاد کے حکم پر اس میں شامل ہوئے۔ اور پشاور جاتے ہوئے مخبری ہونے پر گرفتار ہوئے اور تین سال سزا کاٹی۔
آپ شروع سے ہی جمیعتہ علمائے ہند میں شامل تھے اور مولانا حسین احمد مدنی کے زمانہ میں جب وہ جمیعتہ علمائے ہند کے صدر تھے۔ آپ تقسیم ملک تک جمیعتہ علمائے ہند کے نائب صدر رہے اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔
۱۹۳۰ء میں امروہہ کے اجلاس میں جمیعتہ نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا ریزولیشن منظور کیا اس اجلاس میں ریزولیشن آپ نے پیش کیا اور منظور ہوا۔ اجلاس کے بعد آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور ۲ سال کی قید ہوئی۔ ۱۹۴۲ء میں انگریزو ہندوستان چھوڑ دو تحریک میں آپ گرفتار ہوئے اور بغیر مقدمہ چلائے انبالہ جیل میں ۲ سال نظر بند رہے۔
تقسیم ملک کے بعد آپ خاندان کے ساتھ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے۔ ۱۹۵۱ء میں اہلیہ کے انتقال کے بعد جامع مسجد منڈی بہاوالدین میں بطور خطیب مقرر ہوئے اور ۱۰ سال وہاں تعلیم و تدریس اور خطابت میں مشغول رہے۔ فیصل آباد میں جناح کالونی جامع مسجد کی تعمیر ہوئی چونکہ یہاں لدھیانہ شہر کے بہت مہاجر آباد تھے اور مسجد کی انتظامیہ میں وہ لوگ شامل تھے اس لئے ایک وفد آپ کی خدمت میں جامع مسجد منڈی بہاؤالدین پہنچا اور فیصل آباد جناح کالونی جامع مسجد میں بطور خطیب آپ کے تقرر کی تجویز پیش کی۔ منڈی بہاوالدین والے آپ کو چھوڑ نے پر تیار نہیں تھے۔ کیونکہ آپ روزانہ درس قرآن دیا کرتے تھے کچھ آپ کی رغبت طبع اور کچھ فیصل آباد والوں کے اصرار پر ۱۹۶۱ء میں آپ جامع مسجد جناح کالونی میں بطور خطیب خدمات سرانجام دینے کے لئے تشریف لائے۔
آپ متبحر عالم دین تھے۔ آپ کے شاگردوں میں مشہور عالم دین لکھنؤ میں

مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہ العالی اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف لدھیانوی کراچی شامل ہیں۔ اور چونکہ دارالعلوم دیوبند سے افتا کی سند بھی آپ کے پاس تھی۔ اس لئے فتوی کا کام بھی بغیر کسی معاوضہ تا حیات ادا کرتے رہے۔ حتی کہ ۱۹۷۱ء جنوری میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی

دریائے بیاس اور ستلج کے مابین آبادی کو دوآبہ کہتے ہیں۔ لدھیانہ اس کے کنارے پر واقع ہے۔ یہ شہر سیاسی اور مذہبی بیداری میں تاریخ کا ایک اہم ترین شہر شمار کیا گیا۔ اسی شہر سے علمائے لدھیانہ کے جد امجد علامہ عبدالقادر صاحب نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا۔ چھاؤنی کی فوج آپ کے ساتھ مل گئی۔ جیل کو توڑا اور تمام عدالتوں پر قبضہ کر لیا اور پبلک اور فوج کے ساتھ کوچ کرتے ہوئے دہلی تک پہنچے۔ اسی شہر میں علماء کے خاندان میں ۱۸۹۲ء میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مولانا حافظ محمد ذکریا صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ خاندان چونکہ پیدائشی انگریزوں کا باغی تھا۔ لہذا مولانا حبیب الرحمٰن کی ابتدائی تربیت اسی نہج پر ہوئی۔ دینی تعلیم ابتدائی منزلوں کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن نے امرتسر مولانا نور احمد صاحب کی خدمت میں بیٹھ کر درس نظامی کی باقی کتابیں پڑھیں۔

تعلیم کا یہ سلسلہ ۱۹۱۴ء تک جاری رہا اسی سال پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی اور ترکوں پر انگریزوں کے ظلم کی داستانیں اخبارات میں شائع ہونے لگیں۔

دوسرے اہل دل کی طرح مولانا حبیب الرحمٰن بھی جنگ بلقان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور انہیں دنوں لدھیانہ شہر میں ایک تقریر کی یہ مولانا کی زندگی میں پہلی

تقریر تھی جس نے شہری عوام کو ترکوں کا ہمدرد اور انگریزوں کا دشمن بنا دیا۔ یہ خبر جب ان کے والد مولانا ذکریا صاحب کو پہنچی تو وہ مولانا حبیب الرحمٰن کو لے کر دیوبند راوانہ ہوئے کیونکہ شہر میں مولانا کی گرفتاری کی افواہ عام تھی۔

ان دنوں مدرسہ دیو بند کے مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور شیخ الحدیث مولانا انور شاہ صاحب کشمیری تھے۔ ۱۹۱۹ء میں حادثہ جلیانوالہ میں مولانا کی پہلی گرفتاری ہوئی اور آپ کو ۶ ماہ کی قید ہوئی۔

دوسری گرفتاری غازی علم الدین شہید نے جب بدنام زمانہ راجپال کو قتل کیا تو ہوئی۔ اس میں مولانا کو ایک سال کی قید ہوئی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری کو بھی ایک سال قید ہوئی۔ ۱۹۳۰ء میں مجلس احرار اسلام کا انعقاد ہوا اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو پورے ہندوستان کا متفقہ طور پر صدر منتخب کیا گیا۔ آزادی کی تحریک۴۶ میں مولانا کی زندگی کے ۲۳ سال جیل میں گزرے۔ پاکستان بننے سے ۲ سال قبل آپ کو رہا کیا گیا۔ تقسیم ملک کے بعد آپ پاکستان بہاولپور تشریف لائے جہاں آپ کی موروثی اراضی تھی۔ لیکن ۶ ماہ قیام کے بعد واپس دہلی تشریف لے گئے صرف آپ کے تیسرے صاحبزادے مولانا انیس الرحمٰن صاحب لدھیانوی مدرسہ والی مسجد خالصہ کالج فیصل آباد میں مقیم رہے ان کی اولاد میں مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا منیب الرحمٰن دینی مدارس کے ذریعہ اعلاء کلمتہ اللہ اور دینی تعلیم میں کوشاں ہیں۔ مولانا نے ہندوستان جا کر مسلمانوں کو حوصلہ دیا اور دہلی سے نقل مکانی کر کے جو مسلمان اطراف میں چلے گئے تھے ان کو دہلی لا کر بسانے میں کردار ادا کیا۔ ۱۹۳۹ء میں ہندو مذہبی قوتوں نے دہلی میں مسلمانوں کے مشہور تبلیغی مرکز بنگلہ والی مسجد نظام الدین کو تباہ کرنے کی سازش تیار کی اس وقت کے امیر مولانا محمد یوسف صاحب کے مشورہ سے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی نے ہندوستان کے وزیر تعلیم مولانا الکلام

آزاد سے ملاقات کی اور دونوں حضرات نے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کے سامنے یہ مسئلہ رکھا اور مطالبہ کیا کہ کہ ہندوستان اور دہلی میں جو مسلمان آباد ہو چکے ہیں ان سے تعرض نہ کیا جائے۔ چنانچہ اس وقت کی پارلیمنٹ میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ مسٹر ولبھ بھائی پٹیل نے مخالفت کی لیکن پارلیمنٹ کی اکثریت نے مسلمانوں کے قیام دہلی کو اکثریت سے منظور کیا۔

قیام ہندوستان کے دوران آپ ہندو مسلم اتحاد کے لئے کوشاں رہے اور اسی سلسلہ میں ایک وفد لے کر ۱۹۵۱ء میں ہندوستان سے پاکستان آئے جس میں مشرقی پنجاب کے وزیر اعلیٰ بھیم سین سچر اور دیگر ممبران اسمبلی شامل تھے اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب بھی ساتھ تھے مقصد یہ تھا کہ ہندوستان میں جو ہزاروں مسلمان عورتیں فسادات رہ گئی ہیں اسی طرح پاکستان میں جو ہندو سکھ عورتیں رہ گئی ہیں ان کی بازیابی کے لئے کوششیں کیں۔

۱۹۵۶ء میں آپ پر دہلی میں دل کا دورہ پڑا اور صرف ۶۵ سال کا عمر میں آپ کا انتقال ہو گیا۔ جامع مسجد کے قریب دہلی میں دفن ہوئے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

مفتی ضیاء الحسن لدھیانوی

آپ مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۱۹۱۷ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ میٹرک تک تعلیم مشن ہائی سکول لدھیانہ میں حاصل کی۔ ۱۹۳۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۰ء میں دورہ حدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب سے پڑھا۔ اسی زمانہ میں مولانا عبداللہ سندھی ۲۰ سال جلا وطنی کے بعد حجاز سے ہندوستان تشریف لائے چونکہ مولانا سے خاندانی تعلقات تھے۔

اس لئے ۲ سال ان کے ساتھ سفر و حضر میں شامل رہے اور پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ اسی دوران مولانا سے تفسیر قرآن اور شاہ ولی اللہ کی حجتہ اللہ البالغہ پڑھی۔ آپ دارلعلوم دیوبند کے ذہین طلباء میں شمار ہوتے تھے' مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا شبیراحمد صاحب عثمانی کے ساتھ آپ کا خاص تعلق تھا۔

چونکہ خاندان سیاسی تھا اس لئے ذہن بھی سیاست کی طرف مائل تھا۔ دوران تعلیم دارلعلوم آپ نے ایک تحریک شروع کی اس وقت دارلعلوم دیوبند میں تین ہزار طلباء زیر تعلیم تھے۔ ان کی اکثریت صوبہ سرحد اور پنجاب کی تھی لیکن کوئی بھی استاد صوبہ سرحد اور پنجاب کا نہیں تھا۔ طلباء نے تحریک چلائی کہ سرحد اور پنجاب کے علماء کو بھی دارلعلوم دیوبند میں بطور استاد مقرر کیا جائے۔ اس پر دارلعلوم میں ایک دن کی اسٹرئک بھی ہوی۔ چنانچہ دارلعلوم کے مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا گیا اور اس وقت سرحد سے مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک راولپنڈی سے قاضی شمس الدین صاحب اور کبیر والا ضلع ملتان سے مولانا عبدالخالق صاحب کو بطور مدرس تعینات کیا گیا جو کہ تقسیم تک یہاں تعلیم دیتے رہے۔ آپ سیاسی طور پر جمیعتہ علمائے کے ہند کے قریب تھے اور پنجاب میں جمیعتہ علماء کی تنظیم کی۔ ۱۹۴۶ء میں جمیعتہ کے ٹکٹ پر نیشنل اسمبلی کے الیکشن میں ضلع لدھیانہ رائے محمد اقبال رائے کوٹ کے مقابلہ میں حصہ لیا۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ پاکستان بننے کے بعد ساہیوال تشریف لائے مولانا عبیداللہ سندھی کا چونکہ علمائے لدھیانہ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ پس آپ اکثر لدھیانہ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق لدھیانہ میں بچیوں کی تعلیم کا ایک ادارہ ۱۹۴۶ء میں مدرسہ بنات الاسلام کے نام سے جاری کیا گیا۔ جس کا سنگ بنیاد مولانا عبداللہ سندھی نے رکھا۔ تقسیم کے بعد اسی ادارہ کو ساہیوال شہر میں ایک ہائی سکول کی متروکہ بلڈنگ میں شروع کیا گیا اور بنات الاسلام گرلز ہائی سکول کے

نام سے جاری کیا گیا۔ اس میں دینی تعلیم کے علاوہ مروجہ تعلیم میٹرک تک تھی۔ بھٹو دور میں سکول نیشنلائز آپ کی ہمشیرہ کلثوم مفتی صاحب اس ادارہ کی پرنسپل تھیں جنہوں نے سکول کی تعلیم کے علاوہ درس نظامی میں اپنے والد مفتی محمد نعیم صاحب سے عالمہ تک کورس مکمل کیا ہوا تھا۔ بعد ازاں انہوں نے ضیاء القرآن کے نام سے ایک ادارہ رہائشی بلڈنگ میں قائم کیا جس میں قرآن کریم کا ترجمہ مع تفسیر اور بخاری شریف کا درس شامل ہیں یہ ۲ سال کا کورس ہے۔ اس میں میٹرک پاس سے گریجویٹ تک لڑکیاں تعلیم حاصل کرتی ہیں اور ہر سال ۶۰ تا ۷۰ لڑکیاں تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ بچیوں کے لئے قرآن کریم ناظرہ اور حفظ کا درجہ بھی ہے۔ اس میں تین صد لڑکیاں زیر تعلیم ہیں اور ہمشیرہ صاحبہ کے علاوہ چار استانیاں تعلیم دینے میں مشغول ہیں۔

مفتی صاحب چونکہ سیاسی ذہن رکھتے تھے اس لئے آپ مسلم لیگ ضلع ساہیوال کے صدر منتخب ہو گئے اور پنجاب مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی تھے اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے ممبر بھی رہے۔ انجمن ہلال احمر پنجاب کے صدر بھی رہے۔ مدرسہ بنات الاسلام کے علاوہ آپ نے ننکانہ انبیا ہائی سکول اور محمودیہ ہائی سکول کی بنیاد رکھی۔ جو کہ سب سکول اچھی طرح تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ۱۹۷۵ء میں بھٹو دور نیشنلائز ہوئے جو کہ اب تک جاری ہے۔

۱۹۸۳ء میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا پھر برین ہمریج ہوا اور صرف چند دن ہسپتال میں رہ کر وفات پا گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۶ سال تھی۔

مولانا انیس الرحمٰن لدھیانویؒ

آپ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم کے بعد قرآن کریم حفظ کیا آپ کے دادا حافظ مولانا محمد ذکریاؒ صاحب نے تین ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا اور ایک رات میں سارا قرآن کریم سنا دیا۔

آپ نے ابتدائی کتب مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ میں مولانا عبداللہ صاحب کے پاس پڑھیں۔ پھر مظاہرالعلوم سہارنپور میں داخل ہو گئے۔ آپ کے ساتھی تبلیغی جماعت کے مشہور بزرگ مولانا سعید خان صاحب مدظلہ العالی تھے اور آپ کے ساتھ ۴۰ء میں دورہ حدیث سے فارغ ہوئے۔ مولانا انیس الرحمٰن صاحب حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری سے بیعت تھے اور آپ کو مولانا عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری نے خلافت بیعت بھی عطا کی تھی۔

شیخ الحدیث مولانا ذکریاؒ صاحب اپنی کتاب آپ بیتی میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کے متعلق لکھتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے عقیدت کی وجہ سے میں ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ آپ حضرت رائے پوری سے بیعت بھی تھے۔ مولانا نے ازراہ محبت یہ بھی اصرار کیا کہ وہ اپنے چھوٹے لڑکوں کو دل میری تربیت میں رکھیں میں نے باوجود ان کی شفقت و محبت و اصرار کے معذرت کر دی انہوں نے حضرت اقدس سیدی مولائی شاہ عبدالقادر نور اللہ مرقدہ سے اصرار بہت کرایا تو میں نے حضرت سے کہا کہ یہ رئیس الاحرار کے صاحبزادے ہیں میرا ان کا جوڑ نہیں کھاتے گا۔

مولانا مرحوم نے کہا کہ تیری ساری شرائط منظور ہوں گئیں اور حضرت رائے پوری اس کے ضامن ہوں گے۔ تو قرعہ فال عزیزی گرامی قدر منزلت مولوی انیس الرحمٰن ناظم مدرسہ والی مسجد خالصہ کالج فیصل آباد کے نام نکلا کہ ان کی تعلیم اس وقت ایسی تھی کہ جوڑ کہا سکتی تھی۔ میں نے چار شرطیں رکھیں۔

۱۔ اخبار دیکھنے کی بالکل اجازت نہیں ہو گی اگر کوئی شکایت اخبار دیکھنے کی مجھ تک پہنچی تو سلام علیک

۲۔ کسی جلسہ میں جانے کی اجازت نہ ہو گی چاہے ابا جان کی تقریر ہو چاہے شاہ بخاری کی چاہے حضرت مدنی قدس سرہ کی چاہے اس تقریر میں خود بھی شریک ہوں چاہے کسی لحاظ ملاحظہ سے اجازت بھی دے دی۔ مولانا مرحوم نے ان دونوں شرطوں کو بہت ہی بشاشت سے قبول فرمایا۔ کہ میری اور شاہ جی کی تقریر میں جانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ سیاست ہمارے گھر کی لونڈیا ہے ہم اس سے نمٹنے کے بعد سیاست دو مہینے میں سکھا دیں گے۔

۳۔ تیسری شرط یہ تھی کہ مدرسہ میں بغیر میری اجازت باہر نکلنا نہ ہو گا۔

۴۔ چوتھی شرط یہ کہ طلبا سے تعلقات نہ رکھنے ہوں گے نہ دوستی کے نہ دشمنی کے نہ محبت کے نہ مخالفت کے۔ عزیز موصوف کو اللہ بہت ہی جزائے خیر دے۔ میں ہمیشہ ان کی اس ادا کا ممنون رہوں گا کہ میری پہلی دو شرطوں پر اس نے میری امید سے بہت زیادہ عمل کر کے دکھلا دیا۔ حتیٰ کہ ایک دو سال بعد جب میں نے مصلحت نہ سمجھ کر اکابر ثلاثہ مذکورہ کی تقریر میں جانے کی اجازت بھی دی اور دل سے اخلاص سے دی تب بھی عزیز موصوف نے کہہ دیا کہ اب تو وعدہ پورا کرتا ہے۔

اسی کا وہ ثمرہ تھا کہ حضرت اقدس سیدی مولائی حضرت اقدس شاہ عبدالقادر نور اللہ مرقدہ کی نگاہ میں بھی عزیز موصوف منظور نظر بن گیا اور حضرت اقدس ہی کی طرف سے خلافت بیعت عطا ہوئی۔ اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے عزیز موصوف کو نیز عبدالجلیل کو بھی دونوں ایک سال میں مظاہر علوم سے فارغ التحصیل ہوئے تھے۔ ۶۰ھ میں اور دونوں کو حضرت اقدس کی طرف سے خلافت عطا ہوئی اللہ تعالیٰ دونوں سے اپنی مخلوق کی ہدایت کا کام لے۔ آمین

مولانا انیس الرحمٰن دماغ کی شریان پھٹ جانے کی وجہ سے ۱۹۷۴ء میں صرف ۵۴ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ قبر مبارک مدرسہ والی مسجد خالصہ کالج لیعل آباد کے صحن میں ہے۔

مفتی ضیاء الحسین فاضل دیو بند مقیم مدینہ منورہ

راقم الحروف مفتی ضیاء الحسین ۱۹۲۵ء میں مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی کے گھر لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ سکول کی تعلیم کے بعد درس نظامی کی ابتدائی کتابیں مدرسہ محمودیہ اللہ والا لدھیانہ میں پڑھیں۔ ایک سال مدرسہ عربیہ جگراؤں ضلع لدھیانہ میں اس وقت کے مشہور عالم مولانا محمد ابراہیم صاحب کے زیر سایہ تعلیم و تربیت میں گذارا۔ جو کہ تقسیم ملک کے بعد میاں چنوں میں تشریف لائے اور درس نظامی کا ایک مدرسہ جاری کیا۔

۱۹۳۹ء میں دارلعلوم دیو بند میں داخل ہوئے اس وقت کافیہ' قدوری وغیرہ کتب پڑھ رہا تھا۔ سات سال تک دارلعلوم دیو بند میں تعلیم حاصل کی اور اس وقت کے مشہور اساتذہ شیخ الدوب مولانا اعزاز علی صاحبؒ مولانا عبدالسمیع صاحبؒ مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاویؒ مولانا عبدالحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک والے' مولانا محمد اویسؒ صاحب کاندھلوی کے زیر سایہ موقوف الیہ تک پڑھا۔ دورہ حدیث استاذ الکرم مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ سے مکمل کیا۔

دوران تعلیم پنجاب یونیورسٹی سے آنرز ان عربک کا امتحان دہلی سنٹر سے امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ اور ۱۹۴۶ء میں واپس لدھیانہ آیا اور مدرسہ محمودیہ اللہ والا لدھیانہ میں بطور مدرس تعینات ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد کاروبار میں مشغولیت رہی

اور پڑھنے پڑھانے میں مشغولیت نہ رہی۔ جس کا بہت افسوس ہے اللہ تعالیٰ اس جرم عظیم کو معاف فرمادیں۔ آمین۔

میری والدہ صاحبہ لدھیانہ شہر کے تاجروں کے مشہور خاندان سے تھیں۔ چنانچہ میری شادی میرے رشتہ کے ماموں حاجی عبدالحق کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی۔ نسبت تقسیم ملک سے ایک سال قبل لدھیانہ میں طے ہوئی تھی۔ جو کہ اس وقت لدھیانہ شہر کے بڑے تاجروں میں سے تھے۔ اور تقسیم ملک کے بعد فیصل آباد میں مقیم ہوئے ان کے بڑے صاحبزادے حاجی عبدالعزیز صاحب سعودی عرب اور پاکستان کے بڑے تاجروں میں شمار ہوتے ہیں۔ پاکستان میں ان کا ایک فائیو اسٹار ہوٹل' ہولی ڈے ان اسلام آباد فیصل آباد اور کراچی میں بڑے کاروبار ہیں اور سعودی عرب میں انڈسٹری میں نمایاں ہیں اور ان کی نیشنلٹی بھی سعودی ہے۔

میرے ماموں حاجی عبدالحق صاحب فیصل آباد تبلیغی جماعت کے امیر تھے اور اکثر مجھے تبلیغی جماعت میں وقت لگانے کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ ۱۹۵۸ء میں پہلی مرتبہ ان کے ساتھ رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں شریک ہوا۔ اس وقت اجتماع موجودہ مرکز میں ہوتا تھا اس کے بعد پھر تبلیغ کی طرف رجحان نہ ہو سکا۔ میری اہلیہ مجھ سے پہلے تبلیغی جماعت میں جایا کرتی تھیں۔ میرا بڑا لڑکا محمد احسن ضیاء جو کہ اب جاپان میں ہے والدہ کے ساتھ بطور محرم جاتا تھا بلکہ وہ خود بھی آٹھویں جماعت سے تبلیغ میں شامل ہو گیا تھا۔

۱۹۷۹ء میں میری اہلیہ فیصل آباد شہر میں ہفتہ واری تعلیم میں گئیں اور وہاں پر مستورات کی ایک جماعت جھنگ شہر جانے کے لئے تشکیل ہوئی۔ میری اہلیہ نے میرا نام بطور محرم اس میں لکھوا دیا اور گھر آکر مجھے کہا کہ تین دن کے لئے جھنگ جانا ہے اور آپ کو بطور محرم میرے ساتھ جانا ہو گا۔ میں نے کہا کہ میں اس کام میں شامل

نہیں ہوں۔ میں اپنے کاروبار کی وجہ سے نہیں جا سکتا انہوں نے کہا کہ پہلے میں بڑے لڑکے کے ساتھ جاتی تھی وہ جاپان چلا گیا ہے۔ چھوٹے دونوں لڑکے ساہیوال میں زیر تعلیم ہیں اور محرم کے بغیر جماعت میں نہیں جا سکتی۔ بہر حال قدرت کو منظور تھا کہ جس زندگی میں ہم چل رہے ہیں اس کو تبدیل کر دیا جائے۔ نہ معلوم کتنی دعائیں اس کے لئے کرنی پڑیں ہوں گیں۔

میں تین دن ان کے ساتھ مستورات کی جماعت چلا گیا اور جس سے میری زندگی تبدیل ہو گئی۔ ایک ہفتہ بعد میں تین چلہ کی جماعت میں چلا گیا اور ۲ سال بعد ایک سال کی جماعت میں یورپ جانا ہوا۔

اہلیہ کی مدینہ میں رہنے کی بہت خواہش تھی وہ اکثر عمرہ یا حج کے لئے جاتی رہتی تھیں کیونکہ ان کے بڑے بھائی حاجی عبدالعزیز صاحب سعودی میں کاروبار کرتے تھے اور میری دوسری لڑکی شنیاء ضیاء حاجی صاحب کے دوسرے لڑکے نثار عبدالعزیز کے عقد میں تھی۔ ۱۹۸۷ء میں ہم عارضی ویزا پر سعودی عرب چلے گئے۔ ۱۹۸۸ء میں اہلیہ مدینہ منورہ میں بیمار ہو گئیں ان کو شوگر کا پرانا عارضہ تھا پھر ان کو سینہ کا کنسر ہو گیا ان کا اپریشن مدینہ منورہ میں ہوا۔ وہ دو سال اپریشن کے بعد حیات رہیں اور مئی ۱۹۹۰ء میں مدینہ منورہ میں وفات پا گئیں اور جنتہ البقیع میں دفن ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری کی۔

اس وقت سے مین سعودیہ میں مقیم ہوں۔ اور دعوت کا وہ کام جو میری اہلیہ میرے سپرد کر گئی تھیں۔ حتی الامکان پورا کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد جو کام میرے ذمہ تھا وہ میں پورا نہ کر سکا اب دعوت کی اس لائن سے ے گناہوں کی تلافی فرما دیں تو فیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب اور ضرات سے درخواست کہ بہ میرے لئے خاتمہ بالایمان پر موت کی دعا فرما دیں اور مدینہ منورہ میں جگہ دے

مفتی ضیاء الحسین فاضل دیوبند مقیم مدینہ منورہ پوسٹ بکس نمبر ۱۳۱۵ مدینہ منورہ، سعودی عرب

فون نمبر ۰۰۹۶۶-۰۴-۸۳۴۳۹۱۳

قطب الارشاد مولانا عبد اللہ ولی رحمۃ اللہ (بلیہ وال ضلع لدھیانہ)

- مولانا حافظ حکیم عبد الوارث رحمۃ اللہ
  - مولانا عبد القادر رح
    1. مولانا سیف الرحمٰن رح (کابل افغانستان)
    2. مولانا محمد رح
    3. مولانا عبد اللہ رح
    4. مولانا عبد العزیز رح
  - میاں غلام نبی رح
    1. مولانا حکیم کریم بخش رح
    2. مولانا عبد اللہ فقیر رح
    3. مولانا محمد اسماعیل رح
  - حافظ الہ داد و برادر مولانا عبد اللہ رح ہوشیار پوری
    1. مولانا محمد اسماعیل رح
    2. مولانا عبد الواحد رح

مولانا محمدؒ

1. مولانا محمد زکریاؒ
   1. مولانا حبیب الرحمٰنؒ (ہندوستان چلے گئے)
      1. خلیل الرحمٰن
      2. عزیز الرحمٰن جامعی
      3. انیس الرحمٰنؒ
      4. محمد طیبؒ
      5. محمد اظہرؒ
      6. سعید الرحمٰنؒ
      7. محمد احمدؒ
      8. رقیہؒ
      9. زبیدہؒ
      10. بلقیسؒ
      11. خاتونؒ
   2. مولانا محمد یحییٰؒ
      1. آغا خالد
      2. محمد زبیر
      3. محمد عباس
      4. محمد عمر
      5. محمد صدیق
      6. احمد سعید
      7. میمونہ
      8. زاہدہ
      9. صالحہ
   3. مولانا محمد حسنؒ
      1. شبیر احمد مفتی
      2. رشید احمد
      3. سامعۃ الرحمٰن
      4. راشدہ
         1. مہ جبین
         2. عرفان
2. بی بی زہرہؒ (زوجہ محمد بن مولانا محمد اسماعیلؒ)
3. بی بی فاطمہؒ (زوجہ مولانا علیم اللہ جالندھریؒ)
   1. مولانا عبداللہ
      1. اخترؒ
      2. سعید احمدؒ
      3. راشد
      4. حمزہ
      5. راشدہ
      6. آمنہ
   2. مولانا حفیظ اللہؒ
      1. مولانا انوار

میاں غلام نبی

- (1) مولانا حکیم کریم بخش
  - حکیم محمد یٰسین
    - 1- مولانا نذیر احمد
    - 2- مولوی محمد اشفاق
    - 3- مولوی محمد جمیل
    - 4- مولانا محمد شریف
- (2) مولانا عبداللہ فقیر
  - 1 مولانا محمد سعید
    - 1- مولانا محمد امین ([illegible])
    - 2- مولوی عبدالحکیم
    - 3- مولوی عبدالعلیم
    - 4- مولانا محمد شفیع
  - 2 مولانا عبدالغنی (لاولد)
  - 3 مولانا عبدالرحیم
    - 1- مولوی عبدالحمید
    - 2- مولوی ابوبکر
- (3) مولانا محمد اسماعیل
  - 1 مولانا عبدالرزاق
    - 1- مولانا مشتاق احمد
    - 2- قاری محمد شریف
  - 2 میاں محمد رشید
    - 1- میاں بشیر محمد
    - 2- میاں عبدالرشید

مولانا عبداللہؒ
1 مولانا حافظ محمد یحییٰؒ
2 مفتی محمد رمضانؒ
3 مولوی ولی اللہؒ
4 مفتی محمد نعیمؒ
بی بی ام کلثومؒ
(زوجہ مولانا رکن الدین)
1 محمد زکریاؒ
2 مولوی ام عبداللہؒ
۱- عائشہؒ
2- سلیمانؒ
3- ہاجرہؒ
۱- محمودہ
2- سعیدہؒ
3- مقصودہؒ
۱- محمد اسلم
2- محمد سلیم
3- حمیدہؒ
4- فہمیدہ
۱- محمد مکرم
2- لڑکی
3- لڑکی
۱- لڑکا
2- لڑکا
3- لڑکا

مفتی محمد رمضان رح
1 محمود مفتی رح
2 رشید رح
3 میاں عبدالقادر رح
4 عبدالعزیز مفتی
5 محمد انور پاشا رح
6- فاطمہ رح
7- کلثوم رح
8- سفیرہ رح
شاہد عزیز
1- اطہر
2- رضیہ
3- رضا
4- اکرم مفتی
5- زہرہ
1- اعجاز قادر رح
2- مقصود قادر
3- آفتاب قادر (شہید)
4- احسان قادر
5 سعیدہ رح
1- کامران پاشا
2- عمران پاشا (شہید)
3- ثمینہ
4- انجم
5- ذکیہ
6- عطیہ
1- آمنہ
2- عائشہ
3- رابعہ
1- عمر
2- اویس
3- آمنہ
4- عائشہ
5- ایوب
6- آسیہ
7- لڑکی
1- عثمان
2- حسنین
3- بلال

مفتی محمد نعیم رح
صدر جمعیۃ العلماء پنجاب
نائب صدر جمعیۃ العلماء ہند
1- مفتی ضیاء الحسن رح
2- ضیاء الحسین مفتی
3- مولوی محمد طیب رح
4- حافظ محمد طاہر رح
5- میاں عبدالوارث
6- سعید احمد (جوائنٹ ڈائریکٹر لیبر)
7- زیاد احمد مفتی (ڈپٹی کلکٹر محکمہ انہار)
8- کلثوم مفتی (پرنسپل جامعہ ضیاء القرآن) ساہیوال
9- سلمہ رح
10- شاہدہ
11- زاہدہ
12- طاہرہ رح
بی بی ام کلثوم
(زوجہ مولانا رکن الدین)
1 مولانا عتیق الرحمن
2- مولانا عزیز الرحمن
بشیر احمد رضوانی
سعید احمد
1- زاہد رضوانی
2- حامد رضوانی
1- احسن ضیاء
2- شاہد احمد ضیاء
3- احمد سعید مفتی
4- ریحانہ
5- شہنا
6- شیریں
ماریہ
1- حفصہ
2- عثمان
3- سارہ
4- عفیرہ
5- فاطمہ
1- عامر نعیم
2- حارث نعیم
3- اسماء زیاد
1- احمد نعیم
2- مشہود نعیم
3- عدنان نعیم
4- سیدہ
1- محمد اظہر نعیم
2- محمد اطہر نعیم
3- انذر نعیم
4- طاہرہ
5- عامرہ
6- ساجدہ
7- عظمیٰ
1- اسماعیل
2- طاہر
3- صائمہ
4- سائرہ

قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلٰلَۃِ

للّٰہ الحمد کہ جلد اوّل از حصہ اوّل

فتوہائے مفتیان لودیانہ کہ در تحقیق حق مثل والد ماجد خود اعنی

مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم در

اکناف عالم مشہور اند۔ اعنی مولوی محمد صاحب و مولوی عبد اللہ صاحب

و مولوی عبد العزیز صاحب۔

مسمّٰی بہ

فتاویٰ قادریہ

بسعی تمام و کوشش مالا کلام مولانا مولوی محمد صاحب لدھیانوی

خلف مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لدھیانوی

در مطبع قیصر ہند لدھیانہ حلیہ انطباع پوشیدہ

بقیمت ۸ از مسجد دو منزلی طلب باید کرد۔ بسنہ ۱۳۰۱ ماہ ربیع الاوّل

فتاویٰ قادریہ

اشاعت اوّل ——— ۱۸۹۰ء بمطابق ۱۳۰۱ھ

اشاعت ثانی ——— ۱۹۸۰ء

اشاعت ثالث ——— ۱۹۹۵ء

تعداد ——— ایک ہزار

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علماء لدھیانہ

اشاعت اوّل ——— ۱۹۹۵ء

تعداد ——— ایک ہزار

قیمت مکمل کتاب ——— ۵۰ روپے

ناشر

اسلامی تعلیمی ادارہ رجسٹرڈ جامع مسجد قادریہ جناح کالونی

فیصل آباد

درج ذیل پتہ پر خط لکھکر حاصل کریں۔

۱۔ اطہر نعیم جامع مسجد قادریہ جناح کالونی فیصل آباد۔ فون: ۶۲-۲۳۰

۲۔ حافظ شاہد احمد مہتمم جامعہ حقانیہ جامع مسجد حقانی مین بازار فیض آباد فیصل آباد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ شہر سے دعویٰ مسیحیت اور مہدیت کیا۔ اور پھر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

اس وقت کے مشہور علماء علمائے لدھیانہ میں سے مولانا محمد صاحب مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب اور مولانا عبد العزیز صاحب نے مرزا کے کفر کا فتویٰ جاری کیا یہ ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف پہلا فتویٰ ہے۔

بعد میں تمام ہندوستان کے علماء نے مرزا کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا بلکہ علمائے لدھیانہ کے فتویٰ کی تائید و توثیق کی۔ اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کی کوشش سے علمائے حرمین نے بھی اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی اور یہ کتاب فتاویٰ قادریہ کے نام سے [illegible] میں [illegible] سے شائع ہوئی۔ اب اس کتاب کو اصلی شکل میں فوٹو سے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اور [illegible] ۱۹۸۷ء [illegible] جس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور [illegible] کے ساتھ معاونت [illegible] کی گئی۔

یہ کتاب چونکہ نایاب ہو چکی ہے اس لئے [illegible] کے پُر زور اصرار پر دوبارہ شائع کی جا رہی ہے۔

مفتی ضیاء الحسن فاضل دیوبند
مقیم مدینہ منورہ۔
[illegible] عفی عنہ

فہرست فتاوی قادریہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بعد الحمد والصلوٰۃ مسکین محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب لودیانوی بیچ خدمت اہل اسلام
کے عرض رسان ہے کہ احوال فرخ مآل اپنے خاندان کا بطور اختصار کے بیان کرتا ہوں اصلی مسکن ہمارے
جد امجد اعنی حافظ عبدالوارث صاحب کا موضع لوکہروال ضلع جالندہر میں تھا حکیم اور حافظ تھے مولوی عبداللہ صاحب
وانگوی جو اپنے وقت کے بڑے زبردست عالم در دلی مشہور تھے صد ہا نے اُنسے فیض پاکر علم ظاہر
اور باطن کے پیشوا ہو گئے خوردسالی میں قرآن اڑہائی ماہ میں حفظ کر لیا تھا قصیدہ بردہ جسکے اشعار عربی
زبان میں دو سو سے زیادہ ہیں دو دفعہ سُننے سے تیسری دفعہ یاد سُنا دیا آپکی کرامات بیشمار ہیں انتقال کے
بعد جب اُنکو بسبب لحد میں پانی جانیکے قبر سے بعد چالیس دن کے نکالا تو کل جسم آپکا زندوں کی طرح
نرم پایا ناخون اور بال بڑہے ہوئے تھے آپنے علم ظاہری مولانا مولوی جان محمد صاحب جالندہری سے
حاصل کیا اور فیض باطن میں آپ حاجی لطف اللہ صاحب سے (جو مرزا جان جاناں کے مرید تھے)۔

بیعت کر کے کمال حاصل کیا آپکی صاحبزادی ہمارے جد امجد منور کا نکاح ہوا انسے دو فرزند ہوئے
ایک عزیز میاں غلام نبی صاحب جنکے تین فرزند ہوئے ایک میاں جی کریم بخش جو حکیم اور مدرس تھے
دوسرے میاں جی عبد اللہ جو علم فقہ میں کمال رکھتے تھے تیسرے مولوی اسمعیل صاحب جو دیندار عالم تھے
دوسرے مولانا مولوی عبد القادر صاحب ہمارے والد تھے آپکے چار فرزند باقی رہے پہلے مولوی سیف الرحمن صاحب
جو مولوی محمد آفاق کے والد تھے دوسرا راقم الحروف یعنی محمد میرا ایک بیٹا حافظ ذکریا ہے جس نے
بعد تحصیل علوم کے کچھ اوپر تین ماہ کے اندر قرآن شریف حفظ کر کے ستائیسویں شب رمضان کو ایک
رکعت میں کچھ اوپر چھ گھنٹے کے اندر سنا دیا - تیسرا فرزند آپکا مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم تھے جنکی
ہمت مردانہ سے فرقہائے باطلہ خصوصاً غیر مقلد اور نیچری اور قادیانی از حد خوف زدہ تھے
انکے چھ بیٹے ہیں ایک عبد القادر جو تحصیل علوم میں قدرے ساعی ہے دوسرا حافظ محمد یحیی
جو علوم عربیہ میں بھی اسکو ملکہ ہے اور قرآن کا حافظ ہے عبادت کی طرف اسکو بہت رغبت ہے
تیسرا مولوی محمد رمضان جو اس نے علوم عربیہ میں پورا ملکہ حاصل کیا ہے - اور چہارم عبد الرحمن
جو ہدایہ وغیرہ پڑھ رہا ہے - پنجم ولی اللہ اور ششم محمد نعیم جو قرآن کے حفظ کرنے میں کوشش کر رہے
ہیں چوتھا فرزند آپکا مولوی عبد العزیز صاحب ہیں جو اس دیار میں علوم ظاہری اور باطنی میں از حد
مشہور ہیں انکے دو فرزند ہیں ایک مولوی محمد اسحق دوسرا عبد الرشید جو حافظ قرآن ہے -
اور علوم عربیہ کی تحصیل میں ساعی ہے چونکہ ہمارے والد ماجد ہمہ تن امور دینیہ میں مصروف رہے جسکا
ثمرہ یہ ہوا کہ ابتک انکی اولاد میں سے کسی نے انگریزی ملازمت کی خواہش نہیں کی سنا گیا ہے
کہ ایام طفولیت میں انکو پادرے کے پاس واسطے تعلیم کے سپرد کیا تھا وہاں آنکر کہا گیا کہ یوں کہا کرو
پادری کے پیر پر ہاتھ یعنے اپنے استاد کے پانو پر سر کو رکھو آپنے اس لفظ کو زبون جانکر دوبارہ اسکے
پاس نہ گئے طالب العلمی کی حالت میں ایک دفعہ آپ جیپور سے دہلی کو آئے کسی نے روٹی نہیں دی اور
نہ آپنے کسی سے طلب کی کئی دن کے بعد دہلی میں آکر کھانا کھایا ایک دفعہ بریلی کے قاضی نے
آپسے التجا کی کہ آپ بسو روپیہ مشاہرہ پر میرے لڑکے کو پڑھایا کرو آپنے وعظ میں خوشکی تردید کر کے

قاضی کر دیا کہ آپکے یہاں رشوت کا رواج عام ہے اگر ہم نے آپکی نوکری اختیار کرلی تو حرام کی
تاثیر ہمارے رگ و ریشہ میں ہو جاویگی تو پھر ہم اپنی باقی عمر کس طرح گذارینگے جب یہ خبر آپکے استاد
آخوند عبد الرحمن صاحب کو جو بڑے زبردست عالم بحر العلوم کے شاگرد تھے جنہوں نے مفتی شرف الدین صاحب
رامپوری جو اپنی علمیت کو بلا واسطہ الہام ربانیہ کا دعویٰ رکھتے تھے نقص دکھائے تھے پہنچی تو فرمانے لگے
علم اسیکا نام ہے ہم لوگ تو مثل گدھے کے کتابوں سے لدے ہوئے ہیں الغرض آپکے استاد نے مغرب
کے وقت مجمع علما میں آپکو امام بنایا آپنے سورہ واقعہ درد آمیز آواز سے جو پڑھنی شروع کی آپ کے
استاد نماز میں زار زار باآواز بلند روتے رہے فرمانے لگے کہ میں ولایتی سخت دل آدمی ہوں میرے
کبھی ایک آنسو چشم سے نہیں نکلا لیکن آج اس شخص کے پڑھنے سے میں ایسا متاثر ہوا گویا حشر
قیامت کا برپا ہے اور جو کچھ اس سورہ میں بیان ہے سب میرے روبرو گذر رہا ہے ایک دفعہ آپ
نہنگ خان قوم افغان کا (جو ضلع کرنال متصل ریر رہتا تھا) خواہش مع عیال ہوکر جب کھانا آیا۔
آپنے فرمایا اول آپ دعوت خدا و رسول کی قبول کرو۔ بعد میں ہم دعوت تمہاری قبول کرینگے۔
نہنگ خاں نے کہا کہ شاہ عبد العزیز صاحب وغیرہ بڑے بڑے عالموں کے وعظ سنے آپ کھانا کھائیں
آپنے جوش میں آکر خانصاحب مذکور کو مخاطب کرکے وعظ شروع کی فوراً متاثر ہوکر تائب ہوا کچھ
زمین بطور انعام کے آپ کو دینے لگا آپ نے انکار کیا۔ اور شاہ زمان کی بہن نے خواہش کرکے ایک لڑکی کا
نکاح کروا دیا اور خود شاہ زمان نے مسجد میں آکر نماز پڑھی جماعت کے ساتھ شروع کی بلکہ چالیس روز
تک صبح وقت خود شاہ صاحب آذان دی۔ ایک دفعہ ڈپٹی کمشنر لودیانہ نے آپکو واسطے تفتیش مقدمہ مولوی
کے طلب کیا آپنے اثنا گفتگو میں بیان کیا بعض انبیا اور اولیا پر سکر کی حالت غالب ہوتی ہے
انسے خرق عادات زیادہ صادر ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ
عنہ اور پیران پیر رحمۃ اللہ پر یہ حالت غالب تھی اسواسطے ان حضرات سے معجزات و کرامات
زیادہ سرزد ہوئے ہیں جسکے باعث عوام کثرت میں آکر عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا خدا کا کہکر گمراہ
ہوئے اور اہل تشیع اور بدعتی لوگ زیادتی محبت میں آکر اللہ و رسول کو چھوڑ کر گمراہی میں پڑے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ خادم الطلبا محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لدھیانوی بیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ جو فتوے ہمارے خاندان کے متفرق ہیں انکو ایک جگہہ جمع کر کے لکھا جاتا ہے چونکہ یہہ کل فیض ہمارے والد بزرگوار کا ہے اسلئے نام اسکا فتاوی قادریہ رکھا خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے اجر آخرت ہمکو اور اس پر عمل کرنیوالوں کو عطا کرے آمین یارب العالمین

تحریر دو تکفیر　　　　**بسم اللہ الرحمن الرحیم**　　　　غلام احمد قادیانی

بعد الحمد والصلوۃ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نا بلد مرزا غلام احمد قادیانی ملحد کو عیسی مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر بے ایمان بناتے ہیں لہذا اسکے کفر اور مرتد ہونیکا حال بطور اختصار حیز تحریر میں لایا جاتا ہے ۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لودیانہ میں آکر سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں دعوی کیا کہ میں مجدد ہوں ۔ عباس علی صوفی ۔ اور منشی احمد جان مع مریدان اور مولوی محمد حسن مع اپنے گروہ اور مولوی شاہدین اور عبد القادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اسکے دعوی کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی منشی احمد جان نے مع مولوی شاہدین و عبد القادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے او پر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس شہر لودیانہ میں

تشریف لائینگے اور اُسکی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائیگا گویا وہ اول مسلمان ہوگا۔ مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا اگوار معلوم ہوگا لیکن جو بات خدا جل شانہ نے اسوقت میرے دل میں ڈالی ہے بیان کئے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا وہ بات یہ ہے۔ کہ مرزا قادیانی جسکی تم تعریف کرتے ہو بیدین ہے منشی احمد جان بولا کہ میں اول کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کریگا۔ راقم الحروف نے مولوی عبد اللہ صاحب کو بعد برخاست ہونے جلسہ کے کہا کہ جبتک کوئی دلیل معلوم نہ ہو ملا آل کسیکے حق میں زبان طعن کی کھولنی مناسب نہیں مولوی عبد اللہ صاحب نے فرمایا کہ اسوقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت رد کا لیکن آخر الامر یہ کلام خدا جل شانہ نے جو میرے اس موقع پر سرزد کردیا ہے خالی از الہام نہیں اس روز مولوی عبد اللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہ کیا بوقت شب دو شخصوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اسی فکر میں سو گئے کیا دیکھتے ہیں کہ میں ایک مکان بلند پر مع مولوی محمد صاحب و خواجہ احسن شاہ صاحب بیٹھا ہوں تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا اُس نے دھوتی کو کھولکر تہبند کی طرح باندھ لیا۔ خواب ہی میں غیب سے یہہ آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے اسیوقت خواب سے بیدار ہوگئے اور دل کی پراگندگی ایک لخت دور ہوگئی اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہہ شخص پیرایہ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کررہا ہے موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معہ دو ہندوؤں کے لودھیانہ میں آیا استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہہ شخص بے علم ہے اور دوسرے شخص نے خواب میں مرزا کو اس طرح دیکھا کہ ایک عورت برہنہ تن کو اپنی گود میں لیکر اُس کے

بدان پر ہاتھ پھیرا ہے جسکی تعبیر یہہ ہے کہ مرزا کو دنیا کے جمع کرنیکی دھن بہت ہے دین کی
کچھ پرواہ نہیں یعنی فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں ہمکو کچھ شک نہیں مرزا کو
سواء انشا پردازی کے اور کچھ نہیں آتا خصوصاً علوم دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے
ورنہ براہین احمدیہ کو قبل از تصنیف بلا تعیین ضخامت کیوں فروخت کرکے مال حرام کو
اپنے کھانے پینے میں صرف کرتا کیونکہ ایسی بیع شرعاً ناجائز ہے پس جو لوگ اس کتاب کی
تشییع میں عالم کہلا کر مثل عبد القادر وغیرہ ساعی رہتے ہیں کمال درجے کے نادان اور
جاہل ہیں۔ اور قادیانی کا صرف حطام دنیوی جمع کرنیکا مدنظر ہونا بھی اسی کتاب کے
فروخت کرنے سے ظاہر ہے کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکور کے چند اجزا میں طبع کراکے
جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہوگی دس دس اور پچیس پچیس روپیہ بعض لوگوں سے
مرزا اور اس کے دلال عبد القادر نے وصول کئے ہیں کہ یہہ کتاب بہت بڑی ہوگی اور
باقی جلدیں طبع ہوکر وقتاً فوقتاً خریداروں کو پہنچتی رہینگی جب لوگوں سے روپیہ جمع وکر وصول
کر چکے باقی کتاب کا طبع کروانا یکلخت موقوف کر دیا کیونکہ یقین کوئی صورت اسکے طبع کی نہیں
یعنی جسقدر مطبوع ہوگی جنسے پیشگی روپیہ حاصل کر چکے ہیں انکو بلا قیمت دینی پڑیگی لہذا
اس کے بقیہ کو بہم اشتہار عنقا کرنا مناسب سمجھکر تینی مالیفات شائع کیکے روپیہ
جمع کرنا شروع کیا۔ جس روز قادیانی شہر لودیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد
و مولوی عبد اللہ صاحب و مولوی اسمعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ
انبار در انبار پائے اور لوگوں کو قبل از ورود ہی اطلاع کر دی گئی کہ یہہ شخص مجدد نہیں بلکہ
زندیق اور ملحد ہے مصرعہ بر عکس نہند نام زنگی کافور۔ اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے
لکھکر روانہ کئے گئے کہ یہہ شخص مرتد ہے اسکی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے اس پر بعض علما
نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تحریر
کی تردید میں ایک اشتہار لکھکر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور ایک

دیکھیے عمل درآمد اہل شرع کا کسی جہت منصور کو مروا ڈالا ور نا اس سے ایسا کلمہ نہیں صادر ہوا
جو قابل تاویل نہو لہذا آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہے اگرچہ کلمات حضرت کفریہ میں اگر تاویل کا احتمال
کے درپے ہوئے بعید ہو دانستہ اُس کو صانع مسلمان قرار دیکر عوالم کو گمراہی میں ڈالدیا دیکھیے
صاحب طریقہ محمدیہ کیا لکھتے ہیں ما یدعیہ بعض المتصوفین فی زماننا اذا انکر بعض امورہم المفضیۃ الی الفسق
ان حرمۃ ذالک فی العلم الظاہر وانا اصحاب العلم الباطن بانہ حلال وانکم تاخذون من الکتاب
وانا ناخذ من صاحبہ محمد علیہ الصلوۃ والسلام فاذا اشکل علینا مسئلۃ استفتینا عنہ حتی وفاتہ
جہلہم لالا راجعنا الی اللہ تعالی فناخذ منہ ونحو ذالک من الترہات کلہا الحاد وضلال بل انہ اعدام
للشریعۃ الحنیفۃ وعدم الاعتماد علیہا العیاذ باللہ تعالی من ذالک قال وجب علی کل من سمع مثل
ہذہ الاقاویل الباطلۃ الانکار علی قائلہ والجزم ببطلان مقالہ بلا شک ولا تردد ولا توقف ولا
تلبث والا فہو من جملتہم یحکم علیہ بالزندقۃ قال تکفیر مسلم کی ایسا امر سہل نہیں کہ اس طرح
ذراسی بات پر جھٹ پٹ کافر کہدیا جاوے خیال فرماویں کہ فخر عالم علیہ الصلوۃ والسلام کیا
فرماتے ہیں مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان میں ہے ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال
لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب لا تخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث دوسری حدیث ہے کہ جو کوئی تکفیر
مسلمان کی کرتا ہے تو اس تکفیر میں دونوں میں سے ایک ٹھکانا لیتا ہے اقول وباللہ التوفیق
ظاہر معنی اس حدیث کے اگرچہ آپکے کلام کو موید ہیں لیکن وہ معنی ہرگز کسی محدث نے مراد
نہیں لی ورنہ جو کفار موحد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکاری ہیں
کافر نہوے اور اسی طرح جو لوگ مدعی اسلام اولیاء اللہ کو حاضر و ناظر اور قبروں کو سجدہ کرنا
اپنے اعتقاد میں درست جانتے ہیں کافر نہوے اور نیز جہاد خلیفہ اول کا منکرین زکوۃ پر
باتفاق صحابہ اس تعمیم کو اٹھاتا ہے غرض آیات اور احادیث اسکی تعمیم کو دور کرنیوالی بکثرت
ہیں آپ کو یاد دلانا گویا لقمان کو حکمت سکھانا ہے سو مولانا صاحب اسلام ایسی شے ہے کہ ذراسی
بات کی بات میں انکار کرنے سے باقی نہیں رہتا جو شخص پردہ الہام اور مجددیت میں

ہو الذی بالمدینۃ ام غیرہ وحرم الخنزیر والا لوری اہو ہذہ الشاۃ ام غیرہا و غسان یکان بمکۃ
عن ابی حنیفۃ یرید من المرجئۃ وہو افتراء علیہ قال بعد ذکر الفرق الضالۃ عند اختتام عقائد
اہل السنۃ والجماعۃ لا یکفر احد من اہل القبلۃ الا بما فیہ نفی الصانع القادر العالم او شرک او انکار النبوۃ
او انکار ما علم مجیئہ علیہ الصلوۃ والسلام بہ ضرورۃ او انکار المجمع علیہ کاستحلال المحرمات و اما ما عداہ
فالقائل بہ مبتدع غیر کافر وللفقہاء فی معاملتہم خلاف ہو خارج عن فن العقائد انتہی ملخصاً اب آپ انصاف فرمائیں
سے فرمائے کہ ہم الفر قہائے مذکورۃ الصدر کو صرف آپ کے مقلد ہو کر کافر نہ کہیں یہ آپ ہی کا مذہب ہے
کہ جو اہل قبلہ قرآن کے اعجاز کا قائل نہ ہو اور وجود خدا ہونیکا اور قتل صحابہ کے کفر کا اور ابطال سب کی
پیغمبری کا او کتاب مجتہم اپنے پر نازل ہونیکا اور ترک عبادت اور ارتکاب محرمات کو
حرز سمجھنے کا قائل ہو اُس کو مسلمان قرار دینا کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم قال کون قول
صاحب براہین کا ہے جو معتزلہ اور روافض کے کسی عقیدہ کے اور قول ہے کے برابر بھی ہو اور تاویل
صحت کی قبول نہ کرسکے کہ جس پر اپنے ارتداد و قائل کا فتوی دیدیا اقول وباللہ التوفیق الارض
والسماء و معک کما ہو معی خلقت لک لیلاً و نہاراً او عمیرہ چند اقوال اس کے اس قبیل کے
ہیں کہ تاویل صحت کی ہرگز قبول نہیں کرسکتی اور نیز ورقہ دوم جلد ثالث کے دیکھنے سے صاف
ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے آیات قطعیات سے قطعی طور پر انکار ظاہر کیا ہے۔ التیسیر گرہ اے
کی طرح در دائرہ تاویلات کا کھولا جاوے جیسا کہ شارح مواقف نے نقل کیا ہے حیث قال تحت قول
المصنف وتاویل الشرائع کقولہم الوضوء عبارۃ من موالاۃ الامام والتیمم ہو الاخذ من الماذون عند
غیبۃ الامام الذی ہو الحجۃ والصلوۃ عبارۃ عن الناطق الذی ہو الرسول بدلیل قولہ تعالی
الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر والاحتلام عن افشاء السر والغسل عن تجدید العہد والزکوۃ
تزکیۃ النفس والکعبۃ النبی والباب علی الی غیر ذلک من خرافاتہم انتہی کہ جولی کلمہ کسی اہل
ردت کا کفر کیا گناہ بھی نہیں ہو سکیگا قال مولانا بکہ من کے معتقدین کو بھی کافر ہے اگر وہ
وہ لوگ فقط تائید مذہب اسلام کے معتقد ہیں اقول وباللہ التوفیق ذرا غور کریگا معاد

کہ کلمات کفریہ نقل کرنیکے بعد انکے قائل اور معتقدین کو کافر کہنے سے یہ مراد لینی کہ اسکو محمد اسلام سمجھتے ہیں اور اسکے ان کلمات پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھی کافر ہیں آپ جیسے دلائل کمال بعید ہے قال ہولانا اس صورت میں آپکی تکفیر شاید کوئی اولین آخرین لوگ بچا سکتے نہ باوجود جب علماء متکلمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے اور خلق قرآن کی معتقد ہے اقول باللہ التوفیق بالتقدم سے صاف ظاہر ہے کہ علماء متکلمین تکفیر فرقہا ضالہ کی کہ جو ضروریات دین کے منکر ہیں برابر کرتے چلے آئے ہیں اور کررہے ہیں صرف آپکے نزدیک فرقہا ومقدمہ ثالثہ سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ان ہذا الا اختلاق قال مولانا علماء محققین نے ان کلمات کفریہ میں جو اہل فتاوی نے کفریہ نقل کئے ہیں بھی تامل در باب تکفیر کیا ہے اقول وباللہ التوفیق علماء محققین نے تکفیر کو بایہ تحقیق پہنچا کر غیر محقق کو تامل کا حکم فرمایا دیکھئے محقق دوانی شرح عقائد جلالی میں کیا لکھتے ہیں حیث قال لا یکفر احد من اہل القبلۃ الا بما علم فیہ نفی الصانع القادر المختار او شرک او انکار النبوۃ او انکار ما علم مجئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہ ضرورۃ او انکار امر مجمع علیہ قطعا اہ فان قلت نحن نری الفقہاء یکفرون بکلمات لیس فیہا شیئی من الامور التی عدہا المصنف من موجبات الکفر کما ذکروا فی باب الردۃ انہ لو قال شخص انی اری اللہ فی الدنیا یکلمنی شفاہا کفر قلت حکمہم بالردۃ فی الکلمات مبنی علی انہم سبہ احد الامور المذکورۃ والظاہر ان التکفیر فی المسئلۃ المذکورۃ بناء علی دعوی المکالمۃ فانہا منصب النبوۃ بل اعلی مراتبہا وفیہ مخالفۃ لما ہو من ضروریات الدین وہو انہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین علیہ وعلیہم افضل صلوۃ المصلین وقس علیہ البواقی من الکلمات وتامل فیہا لیظہر لک اشعارہا باحد الامور التی فصلہا المصنف عند ذکرہ انتہی ملخصا حاصل ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی فقہاء پر یہ اعتراض کرے کہ بعض کلمات کفریہ جو فتاووں میں درج ہیں کوئی وجہ کفر کی انمیں جو علماء متکلمین نے لکھی ہیں پائی نہیں جاتی جیسا کہ لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ میں نے خدا کو دنیا میں دیکھا ہے اور میں نے اس سے کلام کی بیکلام

ہو جاتا ہے تو اس کا کیا جواب ہے محقق دوانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ قصور تمہاری سمجھ کا ہے جو
خدا تعالیٰ سے کلام کرنیکا دنیا میں یہ بردہ ہو کر دعوی کرنا اعلی درجہ پیغمبری کا دعوی ہے جس سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا جو نص قرآن سے ثابت ہے باطل ہوتا ہے اسیطرح باقی کلمات
کا حال ہے قال مولانا روی العلماء عن اصحابنا لا یخرج الرجل من الایمان الا جحود ما ادخله
فیہ ثم ما تیقن انہ ردۃ یحکم بہا وما یشک انہ ردۃ لا یحکم بہا اہ اقول وباللہ التوفیق اس کے یہ معنی ہیں کہ جس
لفظ کے معانی میں تردد پیدا ہو یعنے معنی کو یہ معلوم نہو کہ قائل کی کیا مراد ہے ایسے مقام میں فتوی کفر
کا دینا درست نہیں لیکن جو کلام بر مراد قائل محکم ہو وہ ہرگز تاویل نہیں ہو سکتا آپ سے پوچھتا ہوں اگر
آیہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین حضرت کی شان میں محکم ہے تو قادیانی مصداق علیہ اس آیہ کا
کیونکر ہو سکتا ہے اگر ایسے نصوص قطعیہ کو زیر تاویل کلیہ ٹھہرایا جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خاتمیت لودگمار ہی نبوت کا ثبوت دینا اہل اسلام کو متعذر بلکہ محال ہو جاویگا قال مولانا مرزا احمد
کا اتفاق ترادف وحی والہام پر صاحب قاموس وحی کا ترجمہ الہام سے کرتا ہے اور بیضاوی وغیرہ نے
واوحینا الی ام موسی کی تفسیر میں الہام لکھا ہے اقول وباللہ التوفیق اصل عبارت کو آپ نے نقل نہیں کیا
وہ یہ ہے سوا د اعظم علما کا الہام کو مرادف وحی قرار دیتے ہیں متفق ہیں سو اس سے صاف ظاہر ہے
کہ اس نے الہام اور وحی کو باعتبار اصطلاح علما مرادف قرار دیا ہے چنانچہ خود انہوں نے اسی مقام
میں صراحتہ لکھا ہے اور کس سے سن لیا ہے کہ لفظ الہام کی کتب میں یہی معنی کرنے چاہیے
جو کتب لغت میں مندرج ہیں جنکا سواد آہ حالانکہ یہ امر غلط ہے دیکھیے امام غزالی کیا فرماتے ہیں

قال فی الاحیاء ثم الواقع فی القلب بغیر حیلۃ ینقسم الی ما لا یدری انہ کیف حصل والی
ما یطلع علی السبب الذی منہ استفاد ذلک العلم وہو مشاہدۃ الملک الملقی فی القلب
والاول یسمی الہاما ونفثا فی الروع والثانی یسمی وحیا یختص بہ الانبیاء والاول یختص بالاولیاء
والاصفیاء انتہی ملخصا صاحب قاموس نے وحی کا ترجمہ صرف الہام سے نہیں کیا بلکہ الہام کو بلکہ
معانی وحی میں منسلک کیا ہے حیث قال الوحی الاشارۃ والکتابۃ والمکتوب والرسالۃ والالہام

والکلام الملقی آہ اگر اسکا نام مترادف ہے تو اشارہ اور کتابت وغیرہ بھی مثل الہام کی مرادف ہوئے ان
ہذا لاعجاب اور بیضاوی وغیرہ کا اوحینا الی ام موسیٰ کی تفسیر میں الہمنا بیان کرنا دال اوپر ترادف کی
نہیں بلکہ اس امر پر دال ہے کہ اس مقام میں وحی اپنی معنی متعارف میں مستعمل نہیں دیکھئے صاحب
بیضاوی وحی متعارف کو مقابل الہام کے آیۃ ماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا الایۃ کی تفسیر میں
قرار دیتا ہے حیث قال قیل المراد بہ الالہام والالقاء او الوحی المنزل بہ الملک انتہی **قال** ایک عجیب
بات ہے کہ خواہ مخواہ کلام کو پھول پھل لگا کر بتکلف تعزیہ بنائی جاوے۔ **اقول وباللہ التوفیق**
مقدمات مسلم خصم سے نتیجہ نکالنے کا نام تو پھول پھل لگانا ہرگز نہیں ہو سکتا ورنہ دلائل الزامیہ کے
قیاسات کو عبث سمجھا جاویگا وہ ہو سکتا ہے البتہ جو شخص اصل عبارت کو چھوڑ کر اور اسکی تائید میں
نقل غیر تام لاکر غلط کو بتکلف صحیح بنا رہا ہے بڑی جانفشانی سے نونہال نقل کو بجائے اصل پھل
پھل لگا رہا ہے **قال** الہام کو قطعی کہنا غلطی ایسکی کے یہ معنی ہیں کہ ملہم کے نزدیک جو بہت
صاف طرح الہام ہوتا ہے قطعی ہوتا ہے نہ دیگر خلق کے نزدیک خلاف وحی اہ **اقول وباللہ التوفیق**
اصل عبارت صاحب کتاب کی یہ ہے اگر آپ کہیں کہ الہام اولیا کا علم قطعی کا موجب نہیں تو یہ
قول آپکا صرف ایک دھوکا ہے قبل بیان الہامات مصنوعہ کے قطعیت کو ثابت کرنا اور اپنے
الہامات میں فاکتب ولیطبع ولیرسل فی الارض اور انی راض بک اور فانی قد غفرت لک کا
بیان کرنا صاف دال ہے اس امر پر کہ اپنے الہامات کی قطعیت بہ نسبت جمیع خلق اور جنتی ہونا اپنا
قطعی طور پر بلا ثابت کر رہا ہے بلکہ ایک مقام میں اس شخص نے اس مضمون کو تصریحاً بیان کیا ہے
دیکھو ہذا اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہام الٰہی کسی پر نازل ہو وہ اسکے لئے اور ہر ایک
کے لئے واجب التعمیل ہے انتہی ملخصا اب آپکی اصلاحات پر تصفیہ کیسے یصلح العطار ما افسد
الدہر کا مصداق آرہا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی در مکتوبات دو صد و نہم جلد اول میفرمایند
در رسالہ مبدا و معاد چند فقرہ نوشتہ است در بیان فضیلت انبیاء اولی العزم صلوٰۃ اللہ تعالیٰ
وتسلیماتہ علیہم و معنی فضیلت ایشان از بعض دیگر و چون مبناء آن بر کشف والہام است کہ

ظنی است لہٰذا ان نوشتن و تفرقہ نمودن در مفصل نامہ دستغفر است چہ دران باب سخن کردن جز
بدلیل قطعی جائز نیست استغفر اللہ و اتوب الیہ من جمیع ما کرہ اللہ قولاً و فعلاً انتہی ایضاً آمد
مکتوبات جلد دوم فرق درمیان این دو علوم آنستکہ وحی قطعی است و الہام ظنی زیرا کہ وحی بتوسط
ملک است و ملائکہ معصوم اند احتمال خطا در ایشان نیست و الہام اگرچہ محل عالی دارد و آن قلب
است و قلب از عالم امر است اما قلب را با عقل و نفس نحو ساز تعلق متحقق است و نفس ہرچند
بزکیہ مطمئنہ گشتہ است بیت ہر چند کہ مطمئنہ گردد ✦ ہرگز ز صفات خود نگردد ✦ پس خطا را در آن
موطن مجال پیدا شد انتہی قال یا احمد یتم اسمک ولا یتم اسمی تمامی کے معنی انقضا و فنا کے خیال کیا
تو اس تاویل میں کیا حرج ہے دوسرے معنی لیکر کیوں نہ کفر کیجاوے کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو ناتمام
رکھا اور اپنے نام کو تمام بنایا کیوں یہ معنی مقرر کرتے ہو علی ہذا القیاس سب امور جاننے کہتا ہے
اسکو ظلال کمالات انبیاء سمجھا آہ اقول و باللہ التوفیق دوسرے معنی اسواسطے لئے جاتے ہیں
کہ یہ مقام درباب مدح ملہم کی ہے نہ درباب عظمت ملہم اور نیز آیتہ یتم نعمتہ علیک و یہدیک صراطاً
مستقیماً بر تقدیر فرض علاقہ اصلیت ظلیت دوسرے معنوں کو موید ہے اور نیز اس شخص نے دوسرے
مقام میں خود یہی معنی دوسرے کئے ہیں دیکھئے جلد چہارم صفحہ ۵۱۰ سطر ۱۷) یرضی عنک ربک
ویتم اسمک خدا تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے اسم کو پورا کریگا انتہی اب آپ انصاف فرماویں
کہ ہم باوجود فہم اور علم کے معنی مذکور صریح کو کس طرح پس پشت ڈالکر معنی اول اختیار کریں ۔
اگر صاحب براہین آیات تا اللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلک و ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ
رمی و ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور سورہ انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر وغیرہ کا
ترجمہ حسب واقعہ کرتا یعنی ما صدق علیہ ان آیات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھہراتا اور
انکو اپنے الہاموں بطور فال و شگون بیان سمجھتا تو ظلیت کی تاویل اپنے موقع پر ہوتی اس شخص
نے تو ہر آیت کے ترجمہ میں بالذات اپنے آپکو ما صدق علیہ ٹھہرایا ہے اگر اسیکا نام ظلیت ہے
تو اگر کوئی منکر اسلام مع اعانت فہمہ نحو اقتدہ واتبع ملۃ ابراہیم الیٰ غیر ذلک من الآیات تمام نبیوں کے

کمالات کو ظلال انبیاء ما سبق قرار دیکر انکا ذریت کی دلیل پیش کرے تو پھر آپ کیا جواب دے سکو
شاید اگر آپ یہ جواب دیں کہ بعض کمالات پیغمبر آخر الزماں کے اس قبیل کے ہیں کہ انبیاء ما سبق میں
موجود نہیں تو پھر علی تقدیر التسلیم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کے بعض کمالات بھی اسی قسم کے ہیں
کہ وہ انبیاء ما سبق اور خاتم النبیین میں نہیں پائے جاتے جیسا کہ انگریزی فارسی عربی اردو
زبان میں الہامات کا نازل ہونا اور الارض والسماء معک کما ہو معی و خلقت لک لیلا و نہارا
انی معین لک ما لم سیاطمت احد من الانبیاء رنیا علم قطعیة قال مولانا بندہ کا یہ مطلب نہیں ہے
کہ آپ صاحبان سب لوگ انکی بابت ان مقالات کو حق تصور کر دیا انکو ایسا ہی با اعتقاد رکھو جیسا وہ
کہتے ہیں یہ مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ سب افترا کیا ہے یا انکو یہ امور بطور
القاء شیطانی پیش آئے ہوں یا حدیث النفس کی قسم کے خطرات ہوں یا واقعی الہامات
من اللہ تعالی ہوں مگر اسمیں انکی تخیل اور ہوا جس کا اختلاط ہو گیا ہو یا اختلاط نہیں ہے مگر انکی
تاویلات کچھ اور ہوں یا حق ہوں اور اُس کے معنی درست اور صحیح ہوں کہ جس سے کوئی امر خلاف
شرع مراد نہیں کہ بہر حال تکفیر کسی وجہ اور شق پر جائز نہیں اگر القاء شیطانی ہی ہو وے تاہم
اس وقت تک کوئی وجہ ارتداد اور تکفیر کی نہیں پیدا ہو سکتی اقول وباللہ التوفیق اگر آپکا
یہ مطلب تحقیقی تھا تو آپ مولوی عبد القادر رشادین مریدوں اپنوں کو کتاب براہین کی
ترویج سے کیوں مانع نہ آئے اور جو آپنے احتمالات ستہ مقالات اُسکے کے بیان فرمائے
ہیں اگرچہ فی حد ذاتہا محتمل ہیں لیکن جب آپنے اسکی ولایت سے انکار ظاہر کیا تو احتمال
ثلثہ اخیرہ جو اقسام الہامات سے ہیں ہرگز اس مقام میں جاری نہیں ہو سکتے اور اگر احتمال
اول واقعی تصور کیا جاوے تو صاحب مقالات کے کفر پر آیۃ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ
کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیء بوجہ احسن دلالت کر رہی ہے باقی احتمال ثانی و ثالث
اگرچہ فی حد ذاتہا موجب تفسیق و تضلیل نہیں ہیں لیکن القاء شیطانی اور شبہات
نفسانی کو تجلیات رحمانی قرار دینا کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے بہر حال کہ ابھی تکفیر اسکی

کسی وجہ اور کسی شق میں جائز نہیں جزئیہ کے مقام سے بھی گر پڑا **قال** اور فرمانا کہ دعوے
اس کا انبیا سے بڑھکر ہے اس عاجز کی فہم میں نہیں آتا۔ **اقول** وباللہ التوفیق دعوی
مالارض [illegible] سماء معک کما ہو معنی کا نہ مبروں سے بڑھکر نہیں تو کوئی آیت اس مضمون کی جو
کسی پیغمبر کی شان میں نازل ہوئی ہو پیش کریں **قال** مولانا کسی مسلمان کی تکفیر کر کے
اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مواخذہ اخروی سر پر لینا سخت نادانی وحماقت ہے۔ **اقول**
وباللہ التوفیق اسی طرح جو شخص اہل قبلہ ہو کر ضروریات دینی سے انکار ظاہر کرے یا اور کلمات
کفریہ زبان پر لائے اسکی تضلیل وتفسیق وتکفیر سے اعراض کر کے مسلمان قرار دیکر
اپنے پر بار جہالت وضلالت لینا سخت حماقت ہے اسی جہت سے علماء شریعت قدیم الایام
سے اسی طریقہ پر چلے آتے ہیں کہ جب کسی شخص سے کوئی کلمہ خلاف شریعت سرزد ہوا تو اسکی
تکفیر وتضلیل کر کے لوگوں کو متنبہ کر دیا کرتے ہیں کیونکہ ہر توقف اور سکوت میں عوام اہل اسلام
کے عقائد کو سخت صدمہ پہنچتا ہے دیکھئے منصور کو علماء وقت نے باوجود غلبۂ حال کے مرتد و الحاد
اگر اسی کا نام نادانی وحماقت ہے تو کل علماء امت بموجب فرمانے آپکے سخت نادان و
احمق ہوئے اب زمانہ اعجاب کل ذی رأی برائہ ولعن آخر الامۃ اولہا کا بموجب فرمان واجب
الاذعان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگیا اعاذنا اللہ منہ وکرمہ **قال** یہ بندہ جیسا
اس بزرگ کو کافر فاسق نہیں کہتا انکو مجدد دولی بھی نہیں کہہ سکتا صالح مسلمان سمجھتا ہے
اقول وباللہ التوفیق جب آپ اپنی تحقیق ما تقدم میں اس پر شرعی ہونیکا بھی احتمال جاری
کر چکے ہیں تو اب آپ اس کو صالح مسلمان کس طرح قرار دیتے ہیں اگر بلحاظ بعض
احتمال یہ حکم صادر فرماتے ہیں تو بلحاظ بعض آخر کافر مجدد اور ولی کے حکم نکالنے میں آپکو
کیا تردد ہے **قال** اور ایسے ان کلمات کو اگر کوئی پوچھے تاویل اور خود اس سے اعراض و
سکوت ہے فقط والسلام **اقول** باللہ التوفیق جو تاویلات آپ بیان کر چکے ہیں اور نیز
جو خدشات میرے ذہن ناقص میں تھے عرض کر چکا ہوں اگر کوئی اور تاویل آپکے ذہن

میں ہے تو اس کو تحریر فرماویں۔ اور واضح رہے کہ مقالات اس شخص کے قابل تاویل ہیں یا
جس شخص کی ولایت میں شک نہو اور دنیاداروں سے از بس متنفر ہو البتہ ایسے شخص سے
اگر کوئی کلمہ احیاناً غلبہ حال میں خلاف شرع صادر ہو تو اسکی تاویل کیجاوے یا اس کو
معذور سمجھکر سکوت کرنا اہل تصوف نے اختیار کیا ہے اور تقلید ان کلمات کی اہل تصوف کے
نزدیک بھی ہرگز جائز نہیں امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب جلد اول مکتوبات بست وسوم
میں فرماتے ہیں۔ وما وقع من بعض المشائخ فی السکر من صریح الکفر مصروف عن الظاہر وہم
معذورون وغیر السکاری غیر معذورین فی تقلیدہم لان عذرہم لا یقبل فی الشرع انتہی ایضاً در مکتوبات
جلد ۲ نوشتہ بودند کہ شیخ عبد الکریم یمنی گفتہ است کہ حق سبحانہ تعالیٰ عالم الغیب نیست
مخدوما فقیر را تاب استماع امثال این سخنان ہرگز نیست بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید
و فرصت تاویل و توجیہ آن نمیدہد قائل آن شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی در کار است نہ
کلام محی الدین عربی و صدر الدین قونوی و عبد الرزاق کاشی ما را بنص کار است نہ بفص
فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است حق تعالیٰ در کلام مجید خود را عالم الغیب
خود می ستاید نفی علم غیب کردن از وے سبحانہ بسیار شنیع و مستکرہ است و فی الحقیقت
تکذیب است مر حق سبحانہ غیب را معنی دیگر گفتن از شناعت نمی برآرد کبرت کلمۃ
تخرج من افواہہم فیالیت شعری ما حملہم علی التفوہ بامثال ہذہ الکلمات الصریحۃ فی خلاف
الشریعۃ منصور اگر انا الحق گوید و بسطامی سبحانی معذور و مغلوب در غلبات احوال اند
این قسم کلام مبنی بر احوال نیست تعلق بعلم دارد و مستند بتاویل است عبد الکریم را شاید صحیح
تاویلے درین مقام مقبول نیست فان کلام السکاری یحمل و یصرف عن الظاہر لا غیر و اگر معظم
این کلام مقصود از اظہار این کلام ملامت خلق داشتہ باشد و نفرت ایشان آن نیز
مستکرہ است و مستہجن از برائے تحصیل ملامت راہہا بسیار است بچہ ضرورت کسی را
تا بسرحد کفر رساند انتہی پس جب اہل تصوف غیر مغلوب الحال صوفی کے کلمات پر

یہ تشدد فرما رہے ہیں تو علماء شرع ایسے شخص کے مقالات پر جو اہل کفر اور اہل فضل کی تعریف
بسبب نفع دنیاوی اسقدر کر رہا ہو کہ اس کو اچھا مخدوم و مطاع سید اور حضرت قرار دے رہا ہے اور جو
اہل اسلام اسکی کتاب کے خریدنے سے اعراض کرتے ہیں انکی مذمت اخبار نویسوں کی طرح
اپنی کتاب میں کر رہا ہے کیونکر تشدد نہ کریں انکی تحقیق مقتضی اس امر کی ہے کہ اس کو پھر بھی
معاذ اللہ صالح بلکہ اصلح مسلمان قرار دیا جاوے کیونکہ ہفوات اسکی عقلی طور پر ہیں یعنی وہ
اس شخص کی طرح اللہ تعالیٰ پر افترا نہیں کرتا کہ میرے پر یہ کلمات اللہ کیطرف سے نازل ہوتے
ہیں بہر حال اسکو صالح مسلمان قرار دینا اور اسکی کتاب کی ترویج سے مانع نہ آنا آپکا گویا عوام
اہل اسلام کے واسطے جو تاویل کا نام تک نہیں جانتے آپنے گمراہ کرنیکا سامان محقق طور پر انپر
پیش کیا انا للہ وانا الیہ راجعون دیکھئے صاحب در مختار نے مطالعہ کلمات ابن عربی سے
کسقدر تہدید نقل کی ہے انشاء اللہ العزیز حضرت احدیت میں ہم لوگ کفر یہ معرعی
پیغمبر و دجال اور جناب گروہ مادلین میں شمار کئے جاوینگے واللہ اعلم و علمہ اتم فقط والسلام
رقیمہ محمد لودھیانوی و عبد اللہ و اسمٰعیل عفی عنہم - پھر اس تحریر کو ہم تینوں ساتھ
لیکر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں پہونچے
دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے بعد ازاں مولوی
محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی
کا بطور امتحان زبانی بیان کیا مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلیت آنحضرت
صلی اللہ علیہ سلم اسپر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے میں نے کہا کہ اگر اہل کتاب یہود
نصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرانی نازل ہو رہی
ہیں ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے بلکہ بسبب اتباع ابراہیم علیہ السلام
کے انپر قران بطور الہام نازل ہوا ہوگا تو پھر آپ کیا جواب دوگے مولوی صاحب نے
لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو

اصل لکھوائی نہیں گیا سو آپ نے کل حالات سنا جب قریب الظہر ہو گئے واقف ہوئے ... آپ نے اصل کتاب براہین کی جو بار جاکر دکھایا سے بعد ازاں جو تحریر کہ کور الصدر کو تاریخ ۲۶ جمادی الاول سنہ ۱۳۰۸ ہجریہ مولوی رشید احمد کی تھی جس پر علماء جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علماء و فضلاء نامدار موجود تھے پیش کیا آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہاں تک آنا تھا آپ کی خدمت میں لکھکر روانہ کر دیا تھا میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں وہ ملاحظہ فرما کر جواب مشرف فرماویں آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہاں تک علم تھا میں نے لکھدیا تھا زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں مولوی عبد الصمد صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ دیکر آیت واما السائل فلا تنہر پڑھکر فرمایا کہ آپ اس کا جواب عنایت فرماویں مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دیکر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے مولوی عبد الصمد صاحب نے کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر بعد ازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحبزادہ نے معہ گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود حسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے اکثر شور و غل مچایا مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو صرف ایک شخص کلام کرے مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں مجھ آگے بڑھکر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا ہمارا اسی سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے

جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آئے کسی ثالث کے مکان پر بحث کرے اس
مکان پر بحث کرنیکا موقع نہیں کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آرہی ہے ایک ناک والا
سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا تو راستے سب اول ہی بول اُٹھے کہ نکّو آیا یہ
کلام سنکر سب خاموش ہوگئے کسی نے گفتگو کرنیکا نام بھی نہ لیا - پھر میں نے مولوی محمد
یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپنے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا
اُسکو تحریر بھی کردو گے آپنے فرمایا کہ میں بھی لکھدونگا کہ اسکے الہامات اولیاء اللہ
کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے
مجھکو فراغت نہیں دو تین روز کے بعد لکھکر روانہ کردونگا یا آپ میری طرف سے تحریر
کرلینا چنانچہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ کے ایک فتوی اپنے ہاتھ سے لکھکر ہمارے
پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد
معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں
رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہکر فیض باطنی حاصل نہیں کیا
معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے اور شاہ عبد الرحیم صاحب سہارنپوری
مرحوم نے بروقت ملاقات فرمایا کہ مجھکو بعد استخارہ کرنیکے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص
اس طور سے سوار ہے کہ منہہ اسکا دم کیطرف ہے جب غور سے دیکھا تو زنار اس کے گلے
میں پڑا ہوا نظر آیا جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقیناً کہتا ہوں
کہ جو اہل علم اسکے تکفیر میں اب متردد ہیں کچھ عرصہ بعد سب کافر کہینگے قاری عبد الکریم
ساکن تریرہ من طلا نے بھی اسکو سخت ملحد اور زندیق تحریر کیا - چونکہ یہ شخص غیر مقلدین کے
نزدیک قطب اور غوث وقت تھا محمد حسین لاہوری نے جو غیر مقلدین ہند کا مقتدا
مشہور ہے امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہواری میں ہمارے مذمت اور
قادیانی کی تائید کرتا رہا بعضے کلمات کفریہ کی اشاعت کو معاذ اللہ استغفر اللہ

دیکھا مصرع ہر کسے بہر نام زنگی کافور + لیکن لیس! ہماری رسالہ کے ذریعہ سے بموجب شعر عدو شود سبب
خیر گر خدا خواہد + خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگ است + اکثر اہل علم کو کلمات کفریہ قادیانی کے
معلوم ہو گئے! اور ہمارے فتویٰ کی تصدیق کی ہر طرف سے آنے لگی یہاں تک مولوی غلام دستگیر صاحب
قصوری نے ایک استفتا قادیانی کے باب میں علماء حرمین کی خدمت میں روانہ کیا مولانا مولوی
رحمتہ اللہ مرحوم نے بعد کمال تتبع براہین احمدیہ و نہایت تفتیش رسالجات لاہوری
کے یہ جواب لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے باقی علماء حرمین نے
اسی مضمون کے مطابق اپنی اپنی رائیں ظاہر کیں پھر کچھ دیر بعد قادیانی نے بنا گنجر
کی سرائے میں قیام کر کے بذریعہ عبد القادر مولوی کے ہمکو صلح کا پیغام بدیں مضمون
کہلا بھیجا کہ مخالفین دین محمدی میرے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب علماء اسلام
تیرے پر تکفیر کا فتویٰ شایع کر رہے ہیں تو تو ہمکو اسلام کی طرف کس طرح دعوت
کر رہا ہے مصرع کو خود گم ہست کرا رہبری کند + مولوی عبد اللہ صاحب نے
فرمایا کہ اگر صلح کرنی منظور ہے تو اپنے کلمات کفریہ سے بروز جمعہ برسر وعظ اگر تائب ہو
یا گفتگو کر کے ہمکو ساکت کرے یا ہم سے مباہلہ کرے بجا، جواب الجواب مرزا اپنے
مسکن قادیان میں جا کر خواب خرگوشی اختیار کر کے سو رہا بعد اُس کے ایک شخص نے
کانگرس کے بابت آکر یہ سوال کیا کہ کانگرس میں داخل ہونا بہتر ہے یا نیچری کی جماعت
میں شامل ہونا اولیٰ ہے ہم نے جواب دیا کہ نیچری کے ساتھ ملنا ہرگز درست نہیں
یہ شخص مرتد ہے مرتد کے ساتھ علاقہ رکھنا شرعاً حرام ہے اس شخص نے عیسیٰ
علیہ السلام کو معاذ اللہ یوسف نجار کا بیٹا برخلاف قرآن مجید کے قرار دیا ہے
عبد القادر و رشاہدین وغیرہ معتقدین قادیانیوں نے غیر مقلدین سے ملکر یہ مشہور کیا
کہ مولوی صاحبان ہندوؤں سے مل گئے اور ایک فتویٰ علما کو دھوکھا دیکر
سب طیار کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ جو شخص ہندو کی اعانت کرے اور مسلمانوں کو

ضرور ہوئے وہ شخص شرعاً کافر و فاسق ہے بعد ازاں مولوی عبدالعزیز کے نام مشتہر
کرکے چھپ کرا کر شائع کیا جب علما کو دھوکہ دینا انکا معلوم ہوا فوراً ہر عالم نے اپنا
معذرت نامہ مولوی عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں روانہ کیا کہ ہمارا فتویٰ
بالکل آپکی نسبت نہیں ہم آپکو مصداق اس فتوی کے نہیں جانتے آپکو کافر
جانیوالے خود کافر ہیں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی و مولوی عبدالحق صاحب
مصنف تفسیر حقانی و مولوی غلام رسول صاحب امرتسری بھی اس معذرت میں شامل ہیں
ان سب صاحبوں کے معذرت نامے رسالہ نصرت الابرار میں بطور اختصار کے درج کرکے
شایع کیے گئے جس شخص کو تفصیل وار حال معلوم کرنا ہو اس رسالہ کا ملاحظہ کرلے اسوقت
موقع پاکر مولوی شاہدین و عبدالقادر نے غیر مقلدین سے ملکر محمود شاہ غیر مقلد کو بلواکر
ہمارے مقابلہ میں وعظ شروع کرادیا۔ ہم نے فوراً جو اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب نے
بابت چوری اور قید ہونے محمود شاہ مذکور کے سالہا سال سے شائع کیا ہوا تھا از سر نو
طبع کرا کر شائع کردیا اسوقت اکثر سکان بلدہ ہذا نے اسکو بہتان سمجھا جب کچھ دیر بعد
محمود شاہ مذکور نے مولوی محمد حسن غیر مقلد لودیانوی سے کچھ مبالغ بطور فریب کے بذریعہ
منی آڈر بہمار سے میں منگوائے مولوی محمد حسن نے اس پر نالش کی اور اہل پولس نے
وہی مثل جس میں اس کا قید ہونا بابت چوری کے درج تھا برامد کرائی تب سب کہنے لگے
کہ مولوی صاحبان کا اشتہار سچا تھا۔ اسیطرح محمد حسین لاہوری نے جب خیال کیا
کہ علماء حرمین و اکثر علماء اہل ہند نے قادیانی کی تکفیر پر مولویان لودہیانیوں کے ساتھ
جنکے میں برخلاف ہوں اتفاق کرلیا تو اب مجھ کو بھی مناسب یہی ہے کہ قادیانی کی
امداد سے دست بردار ہوکر اسکی تکفیر پر کمر باندھوں اسی اثنا میں قادیانی نے اپنے
عیسیٰ موعود ہونیکا دعویٰ کرکے اشتہار جاری کیے اور ان اشتہاروں میں بعض
اہل علم کا نام لیکر مخاطب کرکے لکھا کہ اگر آپ کو شک ہو تو ہم سے ساتھ مباحثہ کرلو۔ د

اشتہاروں میں یہ علما نام بھی درج کر دیا ہم نے اس کے جواب میں یہ اشتہار جاری کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحق یعلو ولا یعلیٰ

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ؛ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

بعد از حمد و صلوٰۃ جملہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اشتہارات اس مضمون کے شایع کر رہا ہے کہ عیسیٰ موعود میں ہوں مولوی محمد و مولوی عبد اللہ و مولوی عبد العزیز وغیرہ جو میرے برخلاف ہیں میرے سے جلسہ عام میں روبرو ایک منصف یورپین کے بمکان احسن شاہ وغیرہ ایک روز بعد عید الفطر کے گفتگو کریں چونکہ ہم نے فتویٰ سنہ ۱۳۰۸ھ میں مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہو جانیکا جاری کر دیا تھا اور رسالہ نصرت الابرار اور ضمیمہ جات تک ہیں بحوالہ فتویٰ حرمین تحریر کر چکے ہیں کہ یہ شخص بہ سبب عقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں شرعاً کافر ہیں۔ پس مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ اول سرکار سے اجازت طلب کرے کیونکہ حکام شہر ہذا نے چند سال سے یہ حکم نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی شخص اجنبی اس شہر میں آ کر بلا اجازت سرکار کوئی جلسہ مذہبی منعقد کرے ورنہ سرکاری مجرم قرار دیا جاویگا۔ بعد اجازت حاصل کرنیکے مکان شہزادہ نادر صاحب یا مکان خواجہ احسن شاہ صاحب یا کسی اور رئیس کے مکان کو واسطے گفتگو کے مقرر کر کے ہم کو بذریعہ اشتہار و رقعہ بمکان تحریری علیحدہ بر اطلاع دیں کہ بجائے مکان

مرزا سے آپ اگر بحث کریں۔ چونکہ ہمارے نزدیک مرزا قادیانی اسلام سے خارج ہے
تو مرزا کو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑیگا بعد میں عیسیٰ موعود ہونے میں کلام شروع ہوگی
اگر مرزا قادیانی بہ سبب کم لیاقتی کے تنہا مناظرہ نہ کر سکے تو اپنے متبعین کو ہمراہ لیکر
میدان گفتگو میں آوے۔ اگر اس پر بھی وہ مطمئن نہ ہو تو ان اہل علموں کو جو مرزا قادیانی
کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں جانتے ہمراہ لیکر مکان گفتگو پر حاضر ہو کر اپنے دلائل پیش کرے
چونکہ ہر ایک شخص بموجب زعم اپنے کے اپنے آپکو حق پر جانتا ہے۔ لہذا واسطے
تمیز حق اور باطل کے کوئی منصف مقرر کرنا امر ضروری ہے۔ لہذا پہلے مبادی بحث جلسہ
اولی میں فریقین طے کر کے مقاصد میں بحث شروع کریں۔ اگر مرزا قادیانی کو اس بحث کرنے
دشواری معلوم ہو تو ہم ایک طریق بحث کا جو نہایت آسان بتاتے ہیں اس کو اختیار
کریں جس میں انکا ایک حبہ بھی خرچ نہ ہو وہ امر یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہمارے ساتھ بلا
خرچ مکہ معظمہ کو چلے یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مدعا کو ظاہر کرے
تا اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو اور مبطل کی گردن میں طوق لعنت کا
نمودار ہو اور آیندہ کوئی ایسے دعاوے باطلہ کے دعویٰ کرنے میں جرات نہ کرے۔
اگر مرزا صاحب کو مباحثہ بلا پابندی شرائط کے منظور ہو تو عید یا جمعہ کے مجمع میں
حاضر ہو کر مستفید ہوں۔ اور اگر امورات مذکورہ بالا سے کسی امر کی تعمیل کرنے میں
پہلو تہی کریں تو انکو لازم ہے کہ آئندہ ایسے دعاوی سے اپنا تائب ہونا ظاہر کریں۔
خلاصہ مطلب ہماری تحریرات قدیمہ اور جدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہو اور اہل
اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ
مسئلہ موجود ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور انکے
نکاح باقی نہیں رہے جو چاہے انکی عورتوں سے نکاح کرلے۔ کتب فقہ میں یہ
مسائل باب مرتد میں بتصریح کے ساتھ موجود ہیں اگرچہ عوام کالانعام بعض مسائل کو

شنکر کہتے ہیں کہ یہ مولوی ضدی ہیں۔ جب خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مسئلہ
کی صداقت ظاہر کر دیتا ہے تو پھر اسی منہ سے کہتے ہیں کہ ان مولویوں کا مسئلہ
ٹھیک نکلا۔ دیکھو محمود شاہ کا جو ہم نے حال اشتہار میں لکھا تھا خدا تعالیٰ نے
اس کے مددگاروں کے ہاتھ سے صداقت ہمارے اشتہار کی ظاہر کی۔ اسی طرح
جیسا ہم نے سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا خدا تعالیٰ نے اسکی
صداقت بھی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی تحریرات سے ظاہر کر دی جو اس کے اول
درجہ کے مددگار تھے اور علماء مکہ معظمہ نے بھی ہمارے فتویٰ کو صحیح قرار دیا۔ اب سکنائے
شہر ہذا کو جو اس پر عقیدہ رکھتے ہیں یا کچھ انکے دل میں اس کے کافر ہونیکا شبہ ہے مرزا
قادیانی کو ہمراہ لیکر ہمارے پاس آویں اور سرکاری انتظام اگر مرزا نہ کر سکے تو اس کے مرید
جو اسپر اپنی جان فدا ہیں اس امر کا بندوبست کر لیں ورنہ سکنائے شہر سے چندہ کر لیں
اگر صرف تعلقہ ہی غرض ہے تو مثل برادر اپنے کے چماروں کے پیغمبر بنکر اپنا کام چلا دیں
یعنی جیسا مرزا امام الدین قوم جاروب کش میں امام مہدی بن بیٹھا ہے تو مرزا
غلام احمد چماروں کے عیسیٰ بنکر اپنا مطلب حاصل کریں چونکہ مناظرہ و تحریر
ہر دو بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے لہذا کتب مروجہ دینی میں فریقین
کا امتحان لیا جاویگا۔ اور عربی زبان میں ہر دو صاحبوں کو تحریر معہ ترجمہ کرنی پڑیگی تاکہ
عوام کالانعام جو مرزا کو بڑا عالم جانتے ہیں ظاہر ہو جاوے کہ مرزا کو سوا مزخرفات کے
یعنی انشا پردازی کے جو اس قوم کی جبلی خاصیت ہے کچھ علمی لیاقت نہیں خصوصاً علم دینی
سے تو بالکل نابلد ہے ورنہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کو قبل از اتمام معرض بیع میں نہ لاتا کیونکہ
بیع شے معدوم کے بدون شرائط سلم جو فیما نحن فیہ میں مفقود ہیں شرعاً ہرگز درست
نہیں۔ پس جو شخص مرزا مذکور کو مجدد یا عیسیٰ موعود اعتقاد کرتے ہیں بے سمجھے کے
نادان ہیں خدا تعالیٰ اس گروہ کو ورطہ ضلالت سے نکالکر راہ ہدایت پر لائے یا کھینچے

شر سے عوام کو محفوظ رکھے - اگر کسی طرح کا حیلہ یا بہانہ مرزا قادیانی کسی شرط کی بابت پیش
چاہیں تو بالکل لغو ہے - کیونکہ سرکاری طور پر فیصلہ اس کا بروقت بحث ہو سکتا ہے یعنی جو
فریق اپنے اپنے شرائط بروقت حاضری سرکار میں داخل کریں جن شرائط کو سرکاری
منظور فرما دے وہی فریقین کو تسلیم کرنی پڑینگی - بعد میں مباحثہ اس طرز سے شروع ہوگا
کہ جسکی ایک ایک فرد شامل مثل سرکاری ہوگی اور ایک ایک فرد فریقین کے پاس
رہیگی تاکہ کسی کو کمی زیادتی کی گنجائش نہ رہے ۔

آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

تمت

المشتہر
مولوی محمد و مولوی عبد اللہ و مولوی عبد العزیز ساکنان لودیانہ عفی عنہم المرقوم ۲۹ ربیع الثانی
سنہ ۱۳ ہجری

اس اشتہار کے شائع ہونے سے مرزا قادیانی مثل نمرود کے آیہ فبہت الذی کفر کا
مصداق علیہ ہو گیا اور کل کارروائیاں اسکی ھباءً منثوراً ہو گئیں عالم حیرت میں
آکر اپنے حواریوں کو طلب کیا خصوصاً حکیم نور الدین جسکو ساٹھ سال کی عمر میں دوازدہ
سالہ دختر منشی احمد جان صاحب ساکن لودیانہ کی بذریعہ قادیانی ہاتھ لگی فوراً لاہور سے
فریاد رسی کے واسطے طلب کیا بعد مشورہ یہ امر قرار پایا کہ ان مولویوں سے ہم کسی طرح
عہدہ برا نہیں ہو سکتے کیونکہ جب یہ تقریر ثالث ایمان میں مباحثہ شروع ہوا تو فتوی
حرمین جس میں دائرہ اسلام سے خارج ہونیکا بنسبت آپکے ذکر ہے پیش ہوا فوراً منصف
ہمارے فریق پر ارتداد کا حکم لگا کر فریق ثانی کو فتحیاب کریگا جس سے ہمارے کل دعاوی پر پانی
پھر جائیگا پھر عیسیٰ موعود ہونے میں کسیطرح گفتگو نہیں کر سکتے کیونکہ بے ایمان کا عیسیٰ
ہونا دائرہ امکان سے خارج ہے القصہ آپنے ان مولوی صاحبان کو مخاطب کرنیمیں
کمال غلطی کی البتہ جو اہل علم برخلاف ہر عقیدہ مولویان تمسکر مسلمان جانتے تھے انکے

مخاطب کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں
بحث کرنیکا ہم کو موقع مل سکتا ہے ایمان کی بحث کا نام بحکم المرء یوخذ باقرارہ زبان
پر نہیں لا سکتے لہذا اب اس سے بہتر کوئی مشورہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان مولویوں پر
کوئی الزام قائم کرکے گفتگو کرنے سے اعراض ظاہر کریں مگر آپ کی بحث مولوی محمد حسین
لاہوری سے مقرر ہو جو آپ کے اسلام کا اقرار کر چکے ہیں تو نہایت مناسب ہے اس عاجز کو
تاریخ مقررہ سے چند روز پہلے اطلاع دیں کہ تا بخوبی انتظام کیا جاوے بنا بریں قادیانی
نے ایک اشتہار یازدہم شوال ۱۳۰۸ھ میں بنام پادریان جاری کیا جس کا حاصل یہ تھا
کہ مسلمان ہمارے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے ہیں اس واسطے ہم پادریوں سے بحث کرنیکا
اشتہار دیتے ہیں سختی سے یہ مراد ہے اطلاق کفر و ارتداد وغیرہ جو ہمارے اشتہار زمانہ گذشتہ
میں سمجھ لیا ہے اکثر عوام بلکہ خاص بھی ایسے الفاظ کے استعمال کرنیکو خلاف تہذیب خیال
کرتے ہیں اگر غور کر خیال کریں تو ان الفاظ کا مہذب ہونا اظہر من الشمس ابین من الامس ہے
کیونکہ خنزیر کو خنزیر کہنا خلاف تہذیب نہیں البتہ جو شخص بکری کو خنزیر یا خنزیر کو بکری
قرار دے تو وہ ضرور تہذیب سے خارج ہے چونکہ ہمارا اشتہار مذکورہ خلاف واقع نہیں اور
واسطے خیر خواہی عوام کے قادیانی کا حال مثل کتب اسماء الرجال کے ظاہر کر دیا ہے تا کہ عوام
گمراہ ہونے سے بچ رہیں آمین ثم آمین کچھ مدت بعد مولوی محمد حسین لاہوری نے اپنا ذمہ قادیانی کے
الزام سے بری کرنیکے واسطے بحث شروع کرکے فتوی کفر کا اکثر علماء ہندوستان کی
مہر سے ثبت کروالی جب وقت واپسی اس شہر لودیانہ میں آیا مولوی مشتاق احمد
مدرس مدرسہ سرکاری و حافظ صاحب بہرام خان مشہور کو ہمارے پاس اس غرض سے
بھیجا کہ مجھ کو مولوی صاحبان اپنے مکان یا مدرسہ یا مسجد میں بلا کر جلسہ عام میں جبر سے
مضمون ان مواہیر کا جو قادیانی کی تکفیر پر علماء سے ثبت کرا لایا ہوں معلوم کریں ہم نے
جواب دیا کہ ہم اسکو ہرگز ہرگز اپنے پاس بلانا نہیں چاہتے کیونکہ ہم قدیم سے وعظ میں بیان

کرتے ہیں کہ ان لوگوں سے ہرگز ملاپ نہ رکھو رشتہ داری نکرو اب ہم مولوی محمد حسین
لاہوری کو اپنے پاس کسطرح بلاویں البتہ اگر غیر مقلدی سے تایب ہوکر آوے تو ہم کہاں
ملاقات کر سکتے ہیں خانصاحب بہرام خان نے کہا کہ پہلے مولوی محمد حسین قادیانی کا
طرفدار تھا اب وہ اسکے برخلاف ہوکر اسکو کافر کہتے ہیں آپکے موافق ہو گیا اگر آپ نرمی
فرماویں تو شاید غیر مقلدی سے بھی رجوع کر کے بالکل مقلد ہو جاوے - میں نے جوابدیا کہ
قادیانی کے برخلاف ہونا اُس کا ہماری نرمی سے نہیں ہوا بلکہ خدا تعالی نے اُس کو
اُس طرف سے برگشتہ کیا اسیطرح جب خدا تعالی کو اسکی ہدایت منظور ہوگی غیر
مقلدی سے بھی اُس کو برگشتہ کردیگا پھر خانصاحب موصوف نے کہا کہ اگر آپ اسکو
بلانا نہیں چاہتے تو آپ اپنے معتقدین کو اسکے پاس بھیجدیں کہ تا مضمون موا ہیر کا اُن کے
گوش زد ہو جاوے میں نے کہا اچھا آپ اُس کو یہہ کہدیں کہ باغ والی مسجد میں
آکر مضمون تکفیر قادیانی کا بیان کرے ہم اپنے لوگوں کو کہہ دینگے کہ تم لوگ بھی اس جلسہ
میں جاکر قدرت ایزدی کا معائنہ کرو کہ خدا تعالی نے ہمارے فتوی کی صداقت اسی
مولوی محمد حسین لاہوری کے ہاتھ سے کروائی جو اس کا پہلے درجہ کا مددگار تھا اپنے
رسالہ ماہواری میں بڑے زور شور سے اسکی تعریف لکھتا تھا اور ہمارے فتوی کی
تردید چھاپتا تھا - عباس علی صوفی و مولوی شاہدین و مولوی نور محمد وغیرہ نے بھی
قادیانی کے خلاف پر اپنا عقیدہ برخلاف زمانہ ماضی کے ظاہر کیا لیکن عبد القادر مولوی
ابتک اس فعل قبیح و کفر صریح سے باز نہیں آیا اگرچہ کلمات کفریہ اس کے بہت ایسے
ہیں جنسے صراحتہ کفر ثابت ہوتا ہے جیسے یوسف نجار کا عیسی علیہ السلام کو بیٹا قرار دینا
اور جو معجزات اُنکے قرآن شریف میں خدا تعالی نے بیان فرمائے ہیں اُنکو مسمریزم خیال
بتانا اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا وغیرہ وغیرہ وجہ بالکل کفر صریح ہیں کوئی
صحیح جواب قادیانی سے پہلو تہی کرتا ہمارا اعتقاد عیسی موعود میں خیال نہ کرسکیو ہم اگر

قادیانی اپنا ایمان قایم کرکے اس بارے میں گفتگو شروع کرتا تو فوراً اسکو جواب میں کہ
یہ رسالہ پیش کرتے حسبی اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر وہی ہذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لودیانوی بیچ خدمت
اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بباعث کلمات کفر کے
اول سنہ ۱۳۰۸ ہجری میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی اسوقت اکثر لوگ ہمارے
مخالف رہے بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضال مضل ہونے پر اتفاق
کیا حتی کہ علماء حرمین شریفین نے بھی قادیانی پر دائرہ اسلام سے خارج ہونیکا حکم
تحریر کردیا جیساکہ رسائل مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب میں تفصیلوار موجود ہے
اگرچہ ان فتووں سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی لیکن بعض بعض کوربا طنوں کو
اس آفتاب ہدایت تاب سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا شعر تہی دستان قسمت را
چہ سود از رہبر کامل ✿ کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را ✿ یعنے جو کفریات
اُسکے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں اُ پر اُنکے ایمان کی بنیاد ہے
جیساکہ رسالہ ازالۃ الاوہام میں عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو یوسف نجار
کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالی جل شانہ نے اُنکے معجزے مثل احیاء اموات اور
مادر زاد نابینوں کو بینا کرنا اور جانور مٹی سے بناکر خدا کے حکم سے جاندار بنا دینا وغیرہ
ذٰلک جنکا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان سب کو اس قادیانی نے مسمریزم کا خیال کہکر
منکر قرآن ہوکر اپنا کفر ظاہر کرکے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا اکثر مباحثات میں
قادیانی اس امر پر زور دیتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آئے

اور اُنکے فوت ہونیکا ثبوت آیات قرآنیہ میں موجود ہے اگرچہ اس کا جواب علماء
اسلام نے دندان شکن اپنی تصانیفوں میں دے چکے ہیں لیکن ہماری
طرف سے بھی اس امر کا جواب دینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے لہذا اس عاجز
نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا اور نام اس کا کشف الغطاء عن ابصار من
ضل و غوی رکھا حسبی اللہ و نعم الوکیل نعم المولی و نعم الکفیل اور ترتیب دیا گیا
یہہ رسالہ اوپر مقدمہ اور مقصد اور خاتمہ کے مقدمہ میں اصطلاحات علم اصول
کی بیان کیجاتی ہیں جو واسطے استنباط احکام کے معلوم ہونا انکا نہایت ضروری ہے
ظاہر اُس کلام کو کہتے ہیں جس کا مطلب الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہو
قال فی المنار الظاہر اسم لکلام ظہر المراد بہ للسامع بصیغتہ نص وہ جسکے واسطے کلام
چلائی گئی ہو النص ما سیق الکلام لاجلہ کذا فی نور الانوار مثال ان دونوں کی یہہ
آیت ہے احل اللہ البیع و حرم الربو یعنے حلال کیا اللہ تعالی نے بیع کو اور حرام
کیا سود کو یہہ آیت بیع کے حلال اور سود کے حرام ہونے پر بطور ظاہر کے دلالت کرتی
ہے بیع اور سود میں جو فرق اس آیت سے شارع کو مقصود ہے اُس پر دلالت
اُسکی بطور نص کے ہے اور حکم ظاہر اور نص کا یہہ ہے کہ جو اِن دونوں سے ثابت
ہو اُس پر عمل کرنا واجب ہے قال فی نور الانوار و حکمہا وجوب العمل بالذی ظہر منہما
علی سبیل القطع والیقین - یعنے ان دونوں سے جو احکام ثابت ہوں وہ قطعی اور
یقینی ہوتے ہیں مفسر وہ ہے جو اپنی مراد پر ایسا واضح ہو کہ کسی تاویل کی اسمیں
گنجایش نہو قال فی المنار المفسر ما ازداد وضوحا علی النص علی وجہ لایبقی معہ
احتمال التاویل ببیان الشارع و حکمہ وجوب العمل بہ یعنے ظاہر اور نص اگرچہ قطعی
ہیں لیکن احتمال تاویل کو مانع نہیں یعنے اگر کوئی دلیل قطعی اس امر پر دلالت کرے کہ
یہاں ظاہری معنے حقیقی مراد نہیں بلکہ مجازی مراد لیں تو اُس وقت ظاہری معنے ظاہر

اور نص میں مُراد نہیں لئے جاوینگے اور مفسر میں ایسے احتمال کو گنجائش نہیں کیونکہ شارع
کے بیان کرنے سے اسکی اصلی مراد معلوم ہوگئی جیساکہ آیت قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً
میں لفظ کافۃ کا واسطے بیان کرنے اِس امر کے زیادہ کیا گیا ہے کہ تا احتمال اِس امر کا
باقی نرہے کہ شاید مشرکین سے بعض مشرک مراد ہوں کل مراد نہوں اور حکم مفسر کا
یہہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے ساتھ احتمال منسوخ ہوجانیکے یعنے اس کے منسوخ
کرنیکے واسطے شارع حکم نکال سکتا ہے قال فی نور الانوار وحکمہ وجوب العمل بہ علی احتمال
النسخ ای فی زمان النبی وفیما بعدہ فکل القران محکم لایحتمل النسخ اور محکم اس کا نام ہے
جس کا مفہوم قابل نسخ و تبدیل نہو قال فی المنار المحکم ما احکم المراد بہ عن احتمال النسخ والتبدیل
اور حکم اس کا یہہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی احتمال کو اس میں گنجائش
نہیں قال فی المنار وحکمہ وجوب العمل بہ من غیر احتمال کقولہ تعالی ان اللہ بکل شیئ علیم
یعنے تحقیق اللہ تعالی ہر شے کو جانتا ہے یہہ مضمون قابل نسخ و تبدیل نہیں اللہ تعالی کو
ہمیشہ ہر شے کا علم ہے خفی وہ ہے جسکی مراد بغیر غور کرنیکے معلوم نہو قال فی المنار الخفی
فما خفی مرادہ لعارض لاینال الا بالطلب جیساکہ آیت السارق والسارقۃ فاقطعوا
ایدیہما کی ظاہر ہے چور کے حق میں اور خفی ہے طرار یعنے کیسہ بر کے حق میں جیبکا ہاتھ
کاٹنے کا حکم اِس آیت سے بلا غور کرنیکے فوراً معلوم ہوجاتا ہے لیکن طرار کے ہاتھ
کاٹنے کا حکم اِس آیت سے بعد غور کے مفہوم ہوتا ہے کہ طرار کی چوری ہمراہی چور سے
بڑھکر ہے اِسواسطے اِس کا ہاتھ ضرور کاٹنا چاہئے اور حکم اس کا یہہ ہے کہ اس میں
غور کرکے معلوم کرے کہ اِس کے خفی ہونیکا کیا سبب ہے تاکہ اسکی مراد معلوم ہو
قال فی المنار وحکمہ النظر فیہ لیعلم ان اختفاءہ لمزیۃ او نقصان لیظہر المراد بہ اور مشکل اسکا
نام ہے جو اپنے جیسوں میں داخل ہوکر مشتبہ ہوجاوے حکم اس کا یہہ ہے اسکی
مُراد پر حق ہونیکا اعتقاد کرنا پھر متوجہ ہوکر غور اور تامل کرنا یہانتک کہ اسکی مُراد

ظاہر ہو جاوے قال فی نور الانوار والمشکل فہو الداخل فی اشکالہ وحکمہ اعتقاد
الحقیقۃ فیما ہو المراد ثم الاقبال علی الطلب والتامل فیہ الی ان یتبین المراد جیسا کہ
آیت فأتوا حرثکم انی شئتم میں لفظ انی کا مشتبہ ہو گیا کیونکہ اس لفظ کے دو معنے
ہیں ایک معنے اس کے من این یعنے کسی مکان سے اور دوسرے معنی اس کے
کیف یعنے کس طرح جب غور اور تامل کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں کیف کے
معنوں میں مستعمل ہے کیونکہ لفظ حرث جو زراعت کے معنوں میں ہے وہ اسی
معنے کو معین کرتا ہے اور مجمل وہ ہے جس میں معانی کے ازدحام سے مراد اسکی ایسے
مشتبہ ہو جاوے کہ اسکی عبارت میں فکر کرنے سے اشتباہ رفع نہو بلکہ اجمال کرنیوالے
سے اسکی تفسیر معلوم کرنیکی حاجت پڑے اور حکم اس کا اسکی مراد کو برحق اعتقاد
کرنا اور توقف کرنا یہانتک کہ ظاہر ہو ساتھہ بیان کرنے اجمال کنندہ کے قال
فی نور الانوار اما المجمل فما ازدحمت فیہ المعانی واشتبہ المراد بہ اشتباہا لا یدرک
بنفس العبارۃ بل بالرجوع الی الاستفسار ثم الطلب ثم التامل وحکمہ اعتقاد
الحقیقۃ فیما ہو المراد والتوقف فیہ الی ان یتبین ببیان المجمل کالصلوۃ والزکوۃ
یعنے لفظ صلوۃ وزکوۃ کا آیت اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ میں مجمل تھا کیونکہ معنے
صلوۃ کے لغت عرب میں دعا کے ہیں اور معلوم نہوا کہ کونسی دعا یہاں
مراد ہے پس استفسار کرنے سے آنحضرت نے بیان کر دیا اور اسکو ادا کر کے ہمکو معلوم کرا دیا کہ یہاں قیام رکوع
سجود والی دعا مراد ہے اسیطرح زکوۃ کے معنے لغت میں بڑھنے کے ہیں اور
یہاں یہہ مراد نہیں بعد استفسار کرنیکی آنحضرت نے بیان فرما دیا کہ اس کے معنے
چالیسواں حصہ مال کا بعد ایکسال کے ادا کرنا ہے اور متشابہ وہ ہے جسکی مراد
کا معلوم ہونا قبل روز قیامت ممکن نہو اور حکم اس کا یہہ ہے کہ اپنے اعتقاد میں
جو اس سے شارع نے مراد رکھا ہے حق جاننا قبل معلوم ہونے اس مراد کے جیسا کہ

حروف مقطعات جو سورتوں کے اوائل میں ہیں مثل الم وغیرہ کے کما فی نور الانوار
المتشابہ فہو اسم لما انقطع رجاء معرفۃ المراد منہ للاہر جی ہہر دہ اصلا کالمقطعات
فی اوائل السور مثل الم حم - ظہور کے مراتب میں محکم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے مفسر کا
درجہ نص سے اور نص کا ظاہر سے اعلیٰ ہے پس سب سے محکم کا درجہ اعلیٰ اور ظاہر کا
سب سے ادنیٰ ہوا - اور خفا میں سب سے زیادہ خفی متشابہ ہے اور مجمل مشکل سے
اور مشکل خفی سے زیادہ ہے پس متشابہ کا درجہ خفا میں اعلیٰ ہوا اور خفی کا سب سے
ادنیٰ - بروقت تعارض جسکا مرتبہ ظہور میں اعلیٰ ہوگا اُس پر عمل کیا جاویگا اور جس کا
مرتبہ خفا میں کم ہوگا وہ اُس پر جسمیں خفا زیادہ ہے غالب ہوگا جیسا کہ تفصیل اسکی
نور الانوار وغیرہ کتب اصول میں مذکور ہے مقصد اس میں عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام کی زندگی اور آخر زمانہ میں نازل ہونیکا بیان ہے دلائل شرعیہ قرآن
اور حدیث اور اجماع اور قیاس ہیں آیات قرآنیہ کا درجہ سب سے بڑھکر ہے بعد اسکے
حدیث شریف بعد ازان اجماع ہے اگر تینوں میں سے کوئی موجود نہو تو قیاس مجتہد سے
دلیل پکڑی جاتی ہے چونکہ اس مقصد کے اثبات کے واسطے قرآن اور احادیث
اور اجماع موجود ہیں قیاسی دلائل سے ثابت کرنا ضرور نہیں لہذا ترتیب وار
دلائل ثلثہ کو واسطے اثبات اِس مقصد کے بیان کرتا ہوں حسبی اللہ نعم الوکیل
نعم المولیٰ ونعم النصیر قال اللہ تعالیٰ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ
رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ
لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَل رَّفَعَهُ
اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ترجمہ اس کا بامحاورہ موضح القرآن سے موضح
فوائد کے نقل کیا جاتا ہے اور لعنت کی ہم نے اہل کتاب پر اور بسبب کہنے انکے
کہ تحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح عیسیٰ بیٹے مریم کے کو پیغمبر اللہ کا تھا اور نہیں مارا اُس کو

اور نہ سولی دی اُس کو لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے اُنکے اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف کیا اُنہوں نے بیچ اُس کے البتہ بیچ شک کے ہیں اُس سے نہیں واسطے اُنکے ساتھ اُسکے کچھ علم مگر پیروی کرنا گمان کا اور نہ مارا اُسکو یقین بلکہ اُٹھا لیا اُس کو اللہ نے طرف اپنی اور ہے اللہ غالب حکمت والا فائدہ یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسیٰ کو اللہ نے فرمایا اُس کو ہرگز نہیں مارا خدا تعالیٰ نے اُسکی ایک صورت اُنکو بنا دی اُس کو صولی چڑھایا پھر فرمایا کہ نصاریٰ بھی اوّل سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں وہ زندہ ہے لیکن تحقیق نہیں سمجھتے کئی باتیں کہتے ہیں بعضے کہتے ہیں کہ بدن کو مارا اُنکی روح اللہ پاس چڑھ گئی بعضے کہتے ہیں مارا تھا پھر تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اُس کو نہیں مارا سو یہہ خبر اللہ کو ہے اُس نے بتایا اُسکی صورت کو مارا اور اُنکے پکڑتے وقت نصاریٰ سرک گئے تھے اور یہود ابھی نہ پہنچے تھے اُس دن کی خبر نہ اِنکو نہ اُنکو تمام ہوئی عبارت موضح القرآن کی بقدر حاجت چونکہ اِس آیت کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول یا مصلوب گمان کرکے اُنکا فوت ہونا قرار دیتے ہیں بالکل غلطی پر ہیں اگرچہ شروع اِس آیت کا واسطے مضمون مذکورہ کے بموجب قاعدہ اصول نص قطعی الدلالۃ تھا لیکن تاکیداً بار بار بیان کرنا شارع کا اِس مضمون کو اور اخیر میں آپکا اُٹھا لینا جتلا کر کل احتمالات کا سلسلہ یکلخت کاٹ ڈالا پس یہہ آیت بموجب قاعدہ اصول قسم مفسر میں داخل ہوئی البتہ لفظ بل رفعہ اللہ میں کسیقدر اجمال تھا سو احادیث میں یہہ مضمون تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما کر اِس کا اجمال دُور کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان کی طرف اُٹھا لیا قیامت کے نزدیک آپ آسمان سے نزول فرماوینگے جیسا کہ صحیح بخاری اور اُسکی شرح وغیرہ سے

بجنسہٖ نقل کیا جاویگا۔ خلاصہ مطلب اِس کلام کا یہہ ہے کہ اِس آیت سے زندہ
اٹھا لینا آپکا اِسی جسم عنصری کے ساتھ قطعی طور پر ثابت ہو اور اس میں کسی
احتمال کو گنجائش نہیں پس یہہ آیت واسطے ثبوت مضمون مذکور کے آیت اَقِیْمُوا
الصَّلٰوۃَ سے جو واسطے فرضیت نماز کے وارد ہے یقینی ہونے میں بدرجہا عالی ہے
کیونکہ یہہ آیت اصل میں مجمل تھی نماز کا ثبوت اِس سے قبل بیان کرنے آنحضرت
کے نہیں ہو سکتا تھا اور آیت وَمَا قَتَلُوْہُ آہ واسطے مضمون مذکور کے نص اور مفسر ہے
خود بخود یہہ آیت واسطے ثبوت زندگی عیسیٰ علیہ السلام کے کافی اور وافی ہے
جو شخص نماز کی فرضیت سے انکار کرے اُس پر اہل اسلام کفر کا فتویٰ دیتے ہیں
پس جو شخص زندگی عیسیٰ علیہ السلام کا منکر ہو اس پر فتویٰ کفر کا دینا نہایت ضروری
ہوا کیونکہ یہہ آیت نماز کی آیت سے یقینی ہونے میں بہت عالی مرتبہ پر ہے
کَمَا مَرَّ غَیْرَ مَرَّۃٍ پس جو شخص نماز کے منکر کو کافر قرار دے اور عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی
کے منکر کو ایماندار اعتقاد کرے پرلے درجہ کا ضال اور مضل ہے جب خدا تعالیٰ نے
زندگی عیسیٰ علیہ السلام کی یقینی طور پر بیان فرمائی اب بعد میں آپکے انتقال
ہونیکا حال بیان فرمایا وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ وَیَوْمَ
الْقِیٰمَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا۔ اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائیگا ساتھ
اُسکے پہلی موت اُسکی کے اور دن قیامت کے ہو گا اُس پر گواہ یعنے اہل کتاب
آپ کو زندہ دیکھکر ایمان لائینگے اور اُنکے کل شبہے رفع ہو جاوینگے بعد اس کے
آپ انتقال فرمائینگے جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمُ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا
عَدْلًا وَاقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ الایہ رواہ الشیخان اگرچہ آیت میں
اجمالاً بیان تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے صاف ظاہر

ہوگیا کہ آپ آخری زمانہ میں ضرور نزول فرماویںگے یعنے جیساکہ نماز کے واسطے آیتہ
اقیموا الصلوۃ اور زکاۃ کے بارے میں وآتوا الزکوۃ وارد ہے اِن دونوں آیتوں میں
حکم نماز اور زکوۃ کا اجمالاً مذکور ہے اوقات اور عدد رکعات وغیرہ جو نماز میں ضروری
ہیں کسی ایک کا بھی ذکر نہیں اسیطرح جو زکوۃ واجب ہونیکی شرائط اور اسباب
شرعاً ضروری ہیں اس آیت میں اُنمیں سے ایک بھی مذکور نہیں فقط آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بیان کرنے سے سب حال معلوم ہوا اسیطرح اگرچہ اس آیت میں ایمان
لانا اہل کتاب کا حضرت عیسی علیہ السلام پر بیان ہے نزول وغیرہ امور کا حال حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے معلوم ہوا پس جیساکہ آیت اقیموا الصلوۃ
وآیتہ وآتوا الزکوۃ واسطے فرضیت نماز اور زکوۃ کے قطعیات سے ہے اُنکے انکار سے
کفر لازم آتا ہے اسیطرح یہ آیت بھی عیسی علیہ السلام کی زندگی پر قطعی طور پر دلالت
کررہی ہے فان قلت لا یستقیم ہذا الاستدلال الا ان یکون الضمیران راجعین
الی عیسی علیہ السلام لکن البیضاوی زیف ہذا الاحتمال ورجح عود ضمیر موتہ الی اہل الکتاب
مؤیدا بقراءۃ ابی ابن کعب قبل موتہم وتبعہ المظہری حیث قال قلت نزول
عیسی قبل یوم القیامۃ حق وان یہلک فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام حق ثابت
بالصحاح من الاحادیث المرفوعۃ لکن کونہ مستفادا من ہذہ الآیۃ وتاویل الآیۃ
بارجاع ضمیر الثانی الی عیسی علیہ السلام ممنوع وکیف یصح ہذا التاویل مع ان کلمۃ ان
من اہل الکتاب شامل للموجودین فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم البتۃ سواء
کان ہذا الحکم خاصا بہم اولا فان حقیقۃ الکلام للحال ولا وجہ لان یراد بہ فریق من اہل الکتاب
یوجدون حین نزول عیسی علیہ السلام فالتاویل الصحیح ہو ارجاع الضمیر الثانی الی اہل الکتاب
ویؤیدہ قراءۃ ابی بن کعب انتہی قلت توہمہما باطل لکونہ مخالفا لما علیہ الجمہور من المحققین
کصاحب المدارک والامام الرازی وشراح البخاری وغیرہم قال فی المدارک الضمیران

لعیسی علیہ السلام لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسی وہم اہل الکتاب الذین یکونون
فی زمان نزول عیسی روی انہ ینزل من السماء فی آخر الزمان فلا یبقی احد من اہل الکتاب
الا یؤمنن بہ حتی تکون الملۃ واحدۃ وہی ملۃ الاسلام ومثلہ فی التفسیر الکبیر وغیرہ من التفاسیر
وشروح البخاری وغیرہا من کتب الحدیث وتمسکہما بقراءۃ ابی بن کعب اوہن من نسج العنکبوت
لان قراءۃ ابی بن کعب لیست بمتواترۃ ولا مستفیضۃ فالعمل علیہما واجب کما صرح الاصولیون
فی قولہ تعالی حتی یطہرن بقرائتی التشدید والتخفیف بوجوب الغسل للحائض لجواز الوطی
ان انقطع دمہ فی ما دون العشرۃ عملا بقراءۃ التشدید وعدم وجوبہ ان انقطع بعد تمام العشرۃ
عملا بقراءۃ التخفیف وہہنا ایضا کذلک فان ایمانہم قبل موت عیسی علیہ السلام فی زمن
نزولہ لا یمکن الا قبل موتہم لان ما بعد الموت لم یبق احد مکلفا بل لم یبق اہلا للایمان قبل الموت
وقت معاینتہ ملائکۃ العذاب کما بین فی موضعہ واما قول صاحب المظہری لا وجہ لان
یراد من لفظ اہل الکتاب فریق یوجدون آہ ظاہر الفساد لان الاضافۃ واللام یکونان
للعہد ما لم تقم القرینۃ علی خلافہ وہہنا ایضا للعہد للذین یوجدون فی زمن نزول عیسی
علیہ السلام ولم تقم قرینۃ علی خلافہ بل القرائن قائمۃ علی ہذا العہد سنذکرہا عن قریب
ان شاء اللہ تعالی الا تری ان ما ذکر فی المدارک من لفظ الحدیث فلا یبقی احد من
اہل الکتاب آہ لا یمکن ان یراد بہ غیر الذین یوجدون فی زمانہ نزولہ علیہ السلام وکذا من
لفظ الخطاب الذی ہو موضوع للحاضر یرید بہ الذین یوجدون فی آخر الزمان قطعا ہو
قولہ علیہ الصلاۃ والسلام لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم الحدیث وبالجملۃ القول بعدم
کون نزول عیسی علیہ السلام مستفادا من ہذہ الآیۃ بعد ادعاء حقیقۃ نزولہ فی
آخر الزمان مستدلا بالاحادیث الصحاح کما مر من صاحب المظہری لیس علی ما ینبغی
لان الاحادیث کلہا وحی من اللہ عز وجل لقولہ تعالی وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی
یوحی فی الواجب علینا ان نعتقد انہا مطابقۃ للقرآن سیما [illegible]

لغته مع كونها مؤيدة باقوال الصحابة الذين شاهدوا الوحي وكانوا معصومين في تبليغ
الشرائع كما هو فيما نحن فيه فالتمسك بها واجبة وعلينا ان نذكر الوجوه التي تدل
على ان الضمير الثاني راجع الى عيسى عليه السلام الوجه الاول انه يلزم على تقدير
ارجاع الضمير الثاني الى اهل الكتاب الانتشار في الضمائر وهو قادح للبلاغة فاختياره
في الكلام القديم قرينة بلا مرية ولذا لم يذهب اليه اكثرهم قال بدر الدين العيني في
شرح البخاري روى عن طريق ابي رجاء عن الحسن قال قبل موت عيسى عليه السلام
والله انه لحي ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون وذهب اليه اكثر اهل العلم انتهى والوجه
الثاني ان السياق والسباق كلاهما يرجحان ان الضمير الثاني راجع الى عيسى عليه السلام
لان الكلام لما انجر الى ان عيسى عليه السلام حي اقتضى المقام ان يذكر موته وذلك لا يستقيم
الا بارجاع الضمير الثاني الى عيسى عليه السلام والوجه الثالث ان على هذا التقدير تكون
هذه الآية دليلا آخر على منكري حياته فان ايمان اهل الكتاب لما كان منوطا بموته
استحال ان يموت قبله والوجه الرابع انه اذا اريد من الضمير الثاني اهل الكتاب لا يكون
افادة بل اعادة لان قوله تعالى ليؤمنن دال على انهم وقت الايمان يكونون احياء
لان الحيوة من لوازم الايمان والشيء اذا ثبت ثبت بلوازمه فاثبات حيوتهم ثانيا بعد العلم
لا يكون الا اعادة بخلاف ما اذا اريد منه عيسى عليه السلام فانه حينئذ يكون افادة قطعا
لان مفاده وهو كون عيسى عليه السلام حيا في وقت ايمانهم به لم يكن معلوما من قبل
ومن المعلوم ان حمل الكلام البليغ سيما الكلام المعجز على الافادة اولى لا سيما الافادة التي
ازداد بها اعجاز القران لكونه دالا على نزوله من السماء لان الموت لا يكون الا في الارض
لقوله تعالى وفيها نعيدكم وذلك يستلزم نزوله من السماء يعني كما ان الآية السابقة
دلت على كونه مرفوعا الى السماء كذلك هذه الآية دلت على موته في الارض بعد نزوله وهو
من المغيبات الخارجة عن طوق البشر الدالة على اعجاز القران بابلغ وجه والوجه

الخامس انه يلزم على تقدير ارجاع الضمير الى اہل الكتاب ان كل احد منهم يؤمن بعيسى عليه السلام قبيل موتهم وهو خلاف الظاهر والمشاهد بل بان المراد انهم يؤمنون وقت معاينة العذاب قبيل الموت وان لم يطلع عليه احد من جلسائه الا انه لا تحتمه لانه لم تقم به حجة عليهم بل لهم ان يقولوا لو كان القران من كلام العدلم يتخلف لانه يستلزم الكذب فى كلامه تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا بخلاف ما اذا اريد به عيسى عليه السلام فان الآية حينئذ تحجته لنا بعد ما كانت حجته علينا قال العلامة بدر الدين العينى فى شرحه للبخارى والحكمة فى نزول عيسى عليه السلام الرد على اہل الكتاب فى زعمهم الباطل انهم قتلوه وصلبوه فبين الله تعالى كذبهم انتهى - خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مظہری میں ضمیر قبل موتہ سے اہل کتاب کا لفظ مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور اُسکی تائید میں قراۃ ابی بن کعب جو قبل موتہم کے لفظ کے ساتھ مروی ہے پیش کی ہے اور نیز صاحب مظہری نے لفظ اہل کتاب سے آخری زمانہ کے یہود نصاری کا مراد لینا بوجہ ٹھہرایا ہے اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ قول انکا بالکل بے اصل ہے اسیواسطے اکثر اہل علم نے حضرت عیسی علیہ السلام کا مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور قراۃ ابی بن کعب جو قبل موتہم کے لفظ سے مروی ہے قبل موتہ کے مخالف نہیں ہے کتب اصول میں لکھا ہے جہاں دو قرأتیں باہم مخالف ہوں دونوں پر عمل کرنا لازم ہے جیسا کہ لفظ یطہرن میں دو قرأتیں تخفیف اور تشدید کے ساتھ مروی ہیں دونوں پر عمل کرکے علماء نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ تخفیف کی قراۃ سے وہ عورت مراد لیجاوے جس کا حیض بعد دس روز کے بند ہوا ہے اُس سے مجامعت کرنی شوہر کو اسیوقت درست ہے، عورت کا غسل کرنا شرط نہیں ہے اور تشدید کی قراۃ سے وہ عورت مراد لی گئی ہے جو قبل گذرنے دس روز کے حیض اُس کا بند ہوگیا ہو تو ایسی عورت جبتک غسل نہ کرلے اُس سے مجامعت کرنی شوہر کو درست

نہیں اسیطرح یہاں بھی دونوں قراٰتوں پر عمل ہو سکتا ہے یعنے قبل موتہ
زندگی عیسیٰ علیہ السلام کی اور قبل موتہم سے اہل کتاب کا زندہ ہونا مراد لینا
درست ہے یعنے جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آخر زمانہ میں نزول فرماوینگے جو
اُس وقت اہل کتاب بقید حیات ہونگے آپ کو زندہ دیکھکر آپ پر ایمان لائینگے جیساکہ
احادیث صحاح سے اِس امر کا حق ہونا خود صاحب مظہری نے بڑی شدومد سے بیان
کیا ہے پس اہل کتاب کا مراد لینا ضمیر ثانی سے بوجوہات ذیل بالکل بے محل ہے
وجہ اوّل یہ ہے کہ ضمیر بہ سے عیسیٰ علیہ السلام کا اور ضمیر قبل موتہ سے اہل کتاب
مراد لینے سے ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے اور یہ امر اہل بلاغت کے نزدیک مذموم
وقبیح ہے پس کلام الٰہی میں ایسے احتمال کا جاری کرنا نہایت بیجا ہے وجہ دوم
یہ ہے کہ جب آیت کا سباق اور سیاق آپکی زندگی وانتقال کے بیان میں ہے،
پس موت کا ذکر غیر کی طرف راجح کرنا خلاف عقل ونقل ہے وجہ سوم یہ ہے
کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مراد لینے سے دوسری دلیل واسطے رد منکرین حیوۃ کے
قایم ہوتی ہے یعنے جبتک کل اہل کتاب اُنپر ایمان نہیں لائینگے وہ فوت نہ ہونگے
وجہ چہارم یہ ہے کہ ایمان لانیوالیکا زندہ ہونا امر لازمی ہے کیونکہ مرنے کے بعد
تو کوئی شخص مکلف نہیں رہتا پس زندہ ہونا اہل کتاب کا وقت ایمان کے لفظ
ایمان سے جو لیؤمنن میں مذکور ہے ثابت ہوگیا قبل موتہ کی ضمیر سے دوبارہ
ثابت کرنا بیفائدہ ہے البتہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے میں آپ کا زندہ ہونا
واسطے ایمان لانیوالوں کے شرط نہیں یعنے جیسا اور انبیا پر ایمان لانے میں اُنکا
زندہ ہونا ضرور نہیں اسیطرح آپ پر ایمان لانا بعد ممات کے بھی ہو سکتا تھا چونکہ
یہ واقعہ وقت نزول عیسیٰ علیہ السلام زمانہ آیندہ میں بقید حیات آپکے ہونیوالا تھا
خدا تعالیٰ نے بطور پیشین گوئی کے قرآن شریف میں بیان فرمادیا اور وہ بلا اطلاع

ضمیر ثانی طرف عیسی علیہ السلام نہیں بن سکتا اسیواسطے جمہور کا یہی مذہب ہے
کہ ضمیر ثانی سے مراد عیسی علیہ السلام ہیں جیسا کہ گذر چکا بیان اس کا پہلے اور اس سے
یہہ بھی ثابت ہو گیا کہ عیسی علیہ السلام جو بموجب آیتہ پہلی کے آسمان پر زندہ ہیں
پس انتقال کرنا آپ کا جو اس آیت دوسری سے ثابت ہوتا ہے بعد نزول کے ہوگا
کیونکہ مر کر دفن ہونا زمین میں بموجب فرمانے پروردگار کے وفیہا نعیدکم بدون
نزول کے ممکن نہیں پس یہ دونوں آیتوں سے پورا واقعہ جو احادیث صحاح میں مذکور ہے
ثابت ہوا اور وجہ پنجم یہ ہے کہ بر تقدیر مراد لینے اہل کتاب کے یہ اعتراض پڑتا ہے کہ
اگر ہر اہل کتاب کا وقت مرنے کے ایمان لانا عیسی علیہ السلام پر پایا جاتا تو یہ امر نہایت
شہرت پکڑتا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہر اہل کتاب وقت مرنے کے خفیہ طور پر
ایمان لاتا ہے کسیکو اسکے ایمان کی خبر تک نہیں ہوتی لاطائل اور خلاف ظاہر ہے
اور بر تقدیر مراد لینے عیسی علیہ السلام کے یہ آیت واسطے رد منکرین حیوۃ کے
دلیل قاطع ہے یعنے جب عیسی علیہ السلام آخری زمانہ میں اہل کتاب کو زندہ
معلوم ہونگے اسوقت انکے سب شبہ رفع ہو جاوینگے یقینی طور انکو یہ امر ثابت
ہوجاویگا کہ جو حال عیسی علیہ السلام کا اہل اسلام بیان کرتے تھے وہی ٹھیک
نکلا ہمارا کہنا سراسر جھوٹ تھا فان قلت ان قولہ تعالی انی متوفیک
ورافعک الی یدل علی ان الرفع کان بعد موتہ معارضا لقولہ تعالی وما قتلوہ
آہ وقاعدۃ التساقط فی المعارضۃ مشہورۃ فانہدم استدلالکم بقولہ تعالی وما قتلوہ
آہ قلت اولا ان المعارضۃ لا تتصور فی کلام الشارع لانہا دلیل الجہل کما صرح بہ صاحب
التوضیح لکنہا توجد فی الاحکام بالنسبۃ الینا لجہلنا بالتاریخ فیحمل ذلک فی الحقیقۃ
علی النسخ کما بین فی الاصول واما فی الاخبار کما فیما نحن فیہ فلا یمکن ان یوجد فی کلام
احد فضلا عن کلام الشارع لان النسخ اللازم للمعارضۃ لا یتصور فی الاخبار اذ تحقق المحکی عنہ

فی زمانہ لابد لصدق الخبر ولا یمکن ارتفاعہ بالنسخ ولو حملنا التعارض بمعنی التخالف فنقول لا تعارض لان کون التوفی بمعنی الموت او مساویا لہ لم یثبت بعد ودونہ خرط القتاد بل ہو مشترک بین استیفاء الحق والقبض وہما من لوازمہ العامۃ لان کون الاستیفاء عاما ظاہر وکذا القبض لوجودہ فی النوم ایضا فی قولہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی وفی قولہ تعالی وہو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی فان التوفی استعمل فی الایۃ الاولی للقبض الذی یعقبہ الموت او المنام وفی الثانیۃ للنوم خاصۃ فثبت کون التوفی عاما من الموت وذلک ما اردناہ ولان آیۃ القتل مفسر فی اثبات الحیاۃ کما مر وآیۃ التوفی وان کان مشترکا بین قولہ تعالی ورافعک الی وقولہ علیہ السلام لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم الحدیث کما مر یشیر الی ان التوفی بمعنی القبض الذی لا یعقبہ الموت کما لا یخفی وکون التوفی محتملا للموت لا یجدی ایضا لان التوفی بسبب الاشتراک واحتمال کونہ بعد نزولہ فصلح المشکل لا یعارض المفسر الذی ہو آیۃ القتل لان المفسر مقدم علی المشترک بمراتب کما مر فی المقدمۃ والتعارض لا یکون الا فی الادلۃ المساویۃ فی الدرجۃ کما بین فی موضعہ فان قلت احتمال کون التوفی فی آخر الزمان بعد الرفع یبطلہ تقدیم ذکرہ قبل الرفع قلت عطف الرفع علی التوفی بالواو لا یدل علی کونہ موخرا فی الوجود ایضا لان الواو لیست للترتیب کما فی قولہ تعالی واوحینا الی ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسی وایوب ویونس وہارون و سلیمان الایۃ فان سلیمان ذکر بعطف الواو بعد عیسی فی مرتبۃ خامسۃ ومن المعلوم ان سلیمان مقدم علیہ بزمان کثیر ولہذا ذہب المفسرون الی ان فی بعض الفاظ القرآن تقدیم وتاخیر ومنہا لفظ التوفی والرفع المذکورین فی ہذہ الایۃ منہ کما صرح السیوطی

في الاتقان حيث قال واخرج عن قتادة في قوله اني متوفيك ورافعك الي
قال هذا من المقدم والمؤخر اي رافعك الي ومتوفيك انتهى وبه يرتفع التدافع ويحصل
الموافقة بين الآيتين ولو فرض التعارض بينهما فليس السبيل الا الرجوع الى الاحاديث
كما بين في الاصول والاحاديث تنادي باعلى نداء ان عيسى بن مريم عليه السلام حي
ينزل في آخر الزمان الى الارض ولنذكر بعضا منها بالشيء القليل ويروى بالتفصيل روى
البخاري عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده ليوشكن
ان ينزل فيكم عيسى بن مريم حكما عدلا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض
المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها ثم يقول ابو هريرة
واقرؤا ان شئتم وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم
القيامة يكون عليهم شهيدا وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
كيف انتم اذا نزل ابن مريم فيكم وامامكم منكم رواه البخاري قال الطيبي اي يؤمكم عيسى حال كونه
في دينكم [illegible] في حديث مسلم فيقال له صل لنا فيقول لا ان بعضكم على بعض
امراء تكرمة الله هذه الامة قال ابن الجوزي لو تقدم عيسى عليه السلام اماما لوقع في النفس
اشكال ولقيل اتراه تقدم نائبا او مبتدئا شرعا فصلى مأموما لئلا يتدنس بغبار الشبهة وجه قوله
صلى الله عليه وسلم لا نبي بعدي وذكر في كيفية نزوله انه ينزل وعليه ثوبان ممصران
رواه احمد عن ابي هريرة مرفوعا والمحرر فيه تحقيق تحقيقه في كتاب الفتن الى
نعيم ينزل عند القنطرة البيضاء على باب دمشق الشرقي تحمله غمامة واضعا يديه
على منكبي ملكين عليه ريطتان اذا اكب راسه يقطر منه كالجمان فاتته اليهود فيقولون
نحن اصحابك فيقول كذبتم انصاري كذلك انما اصحابي المهاجرون
بقية اصحاب الملحمة فيجد خليفتهم يصلي بهم فيتأخر فيقول له صل فقد رضي الله عنك
فاني بعثت وزيرا ولم ابعث اميرا وعن كعب يحاصر الدجال المؤمنين ببيت المقدس

فيصيبهم جوع شديد حتى يأكلوا الأوتار والقسي فبينما هم كذلك إذ سمعوا صوتا في الغلس فإذا عيسى عليه السلام

وقد أقيمت الصلوة فيرجع امام المسلمين فيقول عيسى عليه السلام تقدم فلك أقيمت الصلوة فيصلي

بهم ذلك الرجل تلك الصلوة ثم يكون عيسى الامام بعده ليس في ايمانه امر لا امر و بعث

وقد قبض الله علم على الناس عنه فينزل وقد علم بامر الله في السماء ما يحتاج اليه من علمه والشريعة

للحكم بين الناس والعمل به وروى الأصبهاني كتاب الفتن في مدة ان يضبط ولا عن ابى هريرة يقيم بها اربعين

سنة وروى احمد وابوداود باسناد صحيح من طريق عبد الرحمن بن آدم عن ابى هريرة مرفوعا مثله مكث

يمكث اربعين سنة ثم يتوفى ويصلي عليه المسلمون بدجاتهم في الجنة وعن يزيد بن حبيب حج واعتمر

من الأزد ليعلم الناس انه ليس باله وقيل يتزوج ويولد له ويمكث خمسا واربعين سنة

ويدفن مع النبي صلى الله عليه وسلم في قبره وقيل يدفن في الارض المقدسة ولما كان نزوله

من السماء امرا يقينيا عند اهل السنة ادخلوه في العقائد واجمعوا على انه ينزل قال في شرحه

في العقائد النسفي وشرحه ما اخبر به النبي عليه الصلوة والسلام من اشراط الساعة

من خروج الدجال ودابة الارض ويأجوج ومأجوج ونزول عيسى عليه السلام من السماء

وطلوع الشمس من مغربها فهو حق لانها امور ممكنة اخبر بها الصادق قال حذيفة

بن اسيد الغفاري طلع النبي صلى الله عليه وسلم ونحن نتذاكر فقال ما تذكرون

قلنا نذكر الساعة قال انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدجال

والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى عليه السلام ويأجوج ومأجوج وثلثة خسوف

خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب وآخر ذلك نار تخرج من اليمن تطرد

الناس الى محشرهم والاحاديث الصحاح في هذه كثيرة جدا وقد روي في تفاصيلها وكيفياتها

فليطلب من كتب التفسير والسير والتواريخ انتهى۔ خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ کہ

اگر کوئی اعتراض کرے کہ آیت إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ دلالت کرتی ہے

کہ اٹھانا خدا تعالیٰ کا عیسی علیہ السلام کو اپنی طرف بعد توفی کی جو بمعنے موت کے ہے

پس ثابت ہوا اس آیت سے برخلاف آیت وما قتلوہ او مذکورہ بالا سکونت
ہونا عیسی علیہ السلام کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیات قرانی میں اصلی مخالفت
نہیں ہے بلکہ ہماری سمجھ میں فرق ہونے سے مخالفت پیدا ہوتی ہے خصوصاً
جو آیات کسی امر کی خبر دے رہی ہیں ان میں مخالفت کا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس سے
کلام الٰہی میں کذب لازم آتا ہے اہل علم پر لازم ہے کہ ایسے مقام میں سوچ سمجھ کر
وہ تاویل کرے جو کسی احکام قطعی کے برخلاف نہو اسیطرح اگر اس مقام میں ہم
بنظر غور خیال کیا جائے تو بالکل مخالفت کا نام تک باقی نہیں رہتا کیونکہ بنا اس
مخالفت کی اس امر پر ہے کہ معنی توفی کے ہر مقام میں موت کے ہیں حالانکہ یہ امر
غلط ہے بلکہ معنی اسکے قبض اور استیفا حق کے ہیں جو بغیر موت پائے جاتے
ہیں جیسا کہ آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا
فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی اللہ
قبض کر لیتا ہے جانوں کو نزدیک موت انکی کے اور جو نہیں موے قبض کرتا ہے انکو
بیچ نیند انکی کے پس بند کر رکھتا ہے جسکو کہ مقرر کی ہے اوپر اسکے موت اور بھیجتا
ہے اوروں کو ایک وقت مقرر تک فائدہ اس آیت میں توفی بمعنی قبض کے
مستعمل ہے خواہ وہ قبض موت کے واسطے ہو یا نیند کے واسطے اور دوسری آیت
میں توفی صرف نیند کے بارے میں مستعمل ہے قال اللہ تعالیٰ وھو الذی
یتوفیکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار ثم یبعثکم فیہ لیقضی
اجل مسمی اور وہ جو قبض کرتا ہے تمکو بیچ رات کے اور جانتا ہے جو کماتے ہو
بیچ دن کے پھر اٹھاتا ہے تمکو بیچ اس کے تو کہ پورا کیا جاوے وقت معین فائدہ
ثابت ہوا ان دونوں آیتوں سے کہ توفی کے معنے موت کے نہیں ہیں بلکہ قبض
کے ہیں پس اس بنا پر آیت انی متوفیک آہ کے معنے آیت وما قتلوہ

کے بالکل موافق ہو گئے یعنے میں تجھکو اپنے قبضے میں کر کے اپنی طرف اٹھا لونگا
اگر بالفرض ان دونوں آیتوں میں تعارض صوری قرار دیا جاوے تو اسکے واسطے
احادیث کی طرف رجوع کرنا لازم آتا ہے یعنے جس آیت کو حدیث تائید دے
اُسی پر عمل کرنا لازم آتا ہے سو اس امر پر احادیث پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں کہ
عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں آسمان سے نزول فرما کر انتقال فرماوینگے اس
مقام پر چند احادیث بطور اختصار کے بیان کیجاتی ہیں رَوَی البخاری
عَن اَبی ہُرَیرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِی نَفسِی
بِیَدِہٖ لَیُوشِکَنَّ اَن یَّنزِلَ فِیکُم عِیسَی بنِ مَریَم حَکَمًا عَدلًا
فَیَکسِرَ الصَّلِیبَ وَیَقتُلَ الخِنزِیرَ وَیَضَعَ الجِزیَۃَ وَیَفِیضَ المَالُ حَتّٰی لَا یَقبَلَہٗ
اَحَدٌ حَتّٰی تَکُونَ السَّجدَۃُ الوَاحِدَۃُ خَیرٌ مِّنَ الدُّنیَا وَمَا فِیہَا ثُمَّ
یَقُولُ اَبُو ہُرَیرَۃَ وَاقرَؤُا اِن شِئتُم - وَاِن مِّن اَہلِ الکِتَابِ اِلَّا
لَیُؤمِنَنَّ بِہٖ قَبلَ مَوتِہٖ یعنے امام بخاری نے ابو ہریرہ سے روایت کیا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جو جان میری
اُس کے ہاتھ میں ہے نزدیک ہے کہ نازل ہونگے تم میں عیسیٰ بیٹے مریم کے حاکم
منصف عدل کرنیوالے توڑ دینگے صلیب نصاریٰ کی اور قتل کرینگے خنزیر کو اور دور کرینگے
زمانہ میں کافروں سے جزیہ لیکر انکو امان دینے کا حکم نہیں رہیگا بلکہ جو شخص ایمان
قبول نہیں کریگا اُسکو قتل کیا جاویگا یعنے کوئی کافر انکے زمانہ میں بحیثیت منکر
زندہ نہیں رہ سکیگا اور مال اُسوقت بہت ہو جاویگا یہانتک کہ مال کو کوئی
قبول نہ کریگا ایک سجدہ اُسوقت میں سب جہان سے بہتر ہوگا پھر پڑھا ابو ہریرہ
نے اس حدیث کی سند میں یہ آیت وان من اہل الکتاب الخ یعنے اگر تم کو
اس مضمون میں شک ہے تو اس آیت سے اپنے شک کو رفع کرو کیونکہ اس میں مضمون

بھی اسی حدیث کے موافق ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ جب عیسی علیہ السلام
نزول فرماوینگے نماز میں امام تمہارے میں سے ہوگا یعنے عیسی علیہ السلام مقتدی ہوکر
نماز ادا کرینگے تاکہ کسیکو یہ گمان نہو کہ یہ اپنی نئی شریعت جاری کرینگے اور نزول آپکا
دمشق میں ہوگا قوم یہود آپکے پاس آکر کہینگے کہ ہم آپ کے اصحاب ہیں آپ فرماوینگے
کہ تم جھوٹے ہو اور اسیطرح نصاری کو کہا جاویگا فرماوینگے کہ اصحاب میرے
وہ ہیں جو مہاجرین امت محمدیہ سے باقی رہے ہیں پس پاوینگے آپ خلیفہ کو جو انکو نماز پڑھا
رہا ہوگا آپکو دیکھکر وہ پیچھے کو ہو جاویگا آپ فرماوینگے تو ہی نماز پڑھا تحقیق خدا تعالی
تیرے سے راضی ہے مجھکو خدا تعالی نے وزیر کرکے بھیجا ہے نہ امیر کرکے اور ٹھہرنا آپکا
بعد نزول کے زمین پر بقیہ حیات چالیس برس تک روایت کیا گیا ہے اور
نکاح کرینگے تاکہ معلوم ہو لوگوں کو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور اولاد بھی ہوگی اور دفن کئے جاوینگے
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مقبرہ میں انکی قبر ہیں یہ سب عینی شرح بخاری میں مذکور ہے
چونکہ نزول عیسی علیہ السلام کا آسمان سے یقیناً ثابت ہے اسیواسطے کتب عقائد
میں درج کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص اپنے عقیدے میں اس امر کو یقینی خیال کرکے
ایمان لاوے کہ عیسی علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نزول فرماوینگے
عقائد نسفی جو بڑی معتبر کتاب عقائد کی ہے لکھا ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بیان کی ہیں دجال کا آنا اور نزول
عیسی علیہ السلام کا آسمان سے اور طلوع آفتاب مغرب کی طرف سے سب حق ہے
کیونکہ مخبر صادق علیہ السلام نے انکی خبر دی ہے حذیفہ سے روایت ہے کہ
ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور ہم باتیں کررہے تھے آپنے فرمایا
کیا باتیں کرتے ہو ہم نے عرض کیا ہم قیامت کے آنیکا ذکر کررہے ہیں آپنے فرمایا
قیامت ہرگز نہیں آویگی جبتک دس نشانیاں نہیں ہولینگی پھر ذکر کیا دجال اور

دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کا مغرب سے اور نزول زمانا عیسی علیہ السلام کا آسمان سے
اور یاجوج ماجوج کا آنا اور تین خسوف ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب اور تیسرا
جزیرہ عرب میں اور نشانیوں کے بعد آگ نکلیگی یمن سے ہانکیگی لوگوں کو میدان
محشر کی طرف اس بیان میں احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں بڑی بڑی کتابوں میں
یہ امور تفصیلوار بیان ہیں اپس حسب موجب تحقیق بالاحیات اور نزول آپکا آیات
اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہوا منکران امور کا بیشک کافر ہوگا خاتمہ
غرض ہماری اس تحریر سے یہ نہیں کہ قادیانی مسلہ مذکورہ سے منکر ہونیکے باعث
ہی کافر ہے بلکہ غرض ہماری تحقیق حق ہے کہ اگر قادیانی میں اور کوئی وجہ ارتداد
نہوتی تو بھی اس مسلہ کے انکار سے اس پر کفر عائد ہوسکتا ہے لیکن اس کا مرتد ہونا
اور کئی وجوہ سے ثابت ہے چند وجوہ بطور اختصار بیان کیجاتی ہیں ضمیمہ انجام آتھم
کے صفحہ ۷ میں اس مرتد نے لکھا ہے کہ تین دادیاں اور نانیاں آپکی زناکار اور کسبی
اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۳ میں لکھا ہے کہ عیسی علیہ السلام اپنے باپ یوسف
کے ساتھ نجاری کا کام کرتے رہے ہیں یہ سب کفر ہے خدا تعالی اپنے کلام
پاک میں بیان فرماتا ہے کہ ہم نے عیسی علیہ السلام کو بلا باپ پیدا کیا یہ مرتد
انکا باپ یوسف نجار بیان کرتا ہے۔ اور جو معجزے قرآن شریف میں خدا تعالی
نے عیسی علیہ السلام کے بیان فرمائے ہیں انکو ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۰۲ میں
اس نے لکھا ہے کہ وہ شعبدہ بازی کے قسم سے ہیں اور وہ اصل بے سود اور عوام
کو فریفتہ کرنیوالے تھے۔ اس کلام کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں خدا تعالی نے
وہ معجزات بر خلاف عادت واسطے ایمان لانے لوگوں کے عیسی علیہ السلام کے ہاتھ
پر ظاہر کئے انکو یہ مرتد عمل مسمریزم اور بے سود بتاتا ہے۔ ازالۃ الاوہام کے صفحات
نمبر ۱۲۸ و ۱۲۹ میں لکھا ہے کہ آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الزلزال کی

معنے نہیں سمجھے۔ توضیح مرام میں اس نے لکھا ہے جبریل علیہ السلام کبھی زمین پر
نہیں آئے نہ آتے ہیں ملخصاً صفحہ ۶۸۔۷۰۔۵۵ لکھتا ہے انبیا علیہم السلام
جھوٹے ہوتے ہیں۔ ازالۃ الاوہام ۶۲۸ و ۶۲۹ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی
وحی بھی غلط نکلی ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۸۸۔ ۶۲۹ حضرت رسول اکرم کو ابن مریم
اور دجال۔ یاجوج ماجوج دابۃ الارض کی خبر نہیں دی۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۹۱
براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳۔ قرآن شریف میں
جو معجزے ہیں وہ مسمریزم ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۲۸ تا ۵۳۷، قرآن شریف میں
انا انزلناہ قریبا من القادیان موجود ہے۔ ازالۃ اوہام صفحہ ۷۶ و ۷۷ مکہ مدینہ
قادیان تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے ازالۃ الاوہام
صفحہ ۷۶ و ۷۷۔ حضرت رسول اکرم خاتم النبیین و المرسلین نہیں ہیں ازالۃ الاوہام
صفحہ ۶۱۴۔ قیامت نہیں ہوگی تقدیر کوئی چیز نہیں ہے صفحہ دوم ٹائیٹل پیج
ازالۃ اوہام۔ آفتاب مغرب سے نہیں نکلیگا۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۱۵۔ عذاب قبر
نہیں ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۴۱ تناسخ صحیح ہے صفحہ ۴۸ ست بچن۔ ایسے
ایسے اسکے کلمات بے شمار ہیں جنکا کفر ہونا علماء اسلام پر کیا بلکہ عوام پر بھی ظاہر ہے
اور جو شخص اعتراض کرے کہ قادیانی اہل قبلہ ہے اسکو کافر کہنا درست نہیں اور نیز
جس شخص میں ایک کم سو وجہ کفر کی ہو اور ایک وجہ اسلام کی ہو اس کو بھی کافر قرار
دینا شرعاً منع ہے تو اس کا جواب یہ ہے اہل قبلہ کو کافر کہنا اسوقت تک درست
نہیں جبتک اس میں کوئی وجہ کفر کی یقینی موجود نہو مثلاً اگر کوئی رافضی نماز روزہ
کا پابند ہو کر اصل پیغمبری حضرت علی کا حق گمان کرے تو اس کے کفر میں کسکو کلام ہے
اور سو وجہ کفر کے مسئلے کے یہ معنے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایسا کلمہ کہا کہ جسکے ایک کم سو
معنے کفر کیطرف عائد ہوتے ہیں اور بموجب ایک معنی کے وہ لفظ کفر کا نہیں ہے تو ایسی

صورت میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق اس پر فتوی کفر کا جاری نہ کرے جیسا کہ
ایک شخص کو کسی نے نماز کے واسطے تاکید کہا اس نے نماز سے انکار کیا تو انکار
اس کا نماز کو برا جانکر یا نماز کے فرض ہونیکا سنکر ہو کر یا نماز کا پڑھنا اس کے نزدیک
حقیر لوگوں کا کام ہے وغیرہ وغیرہ جنکا مرجع کفر کی طرف ہو تو بیشک وہ شخص کافر ہے
اگر غرض اسکی اس انکار سے صرف یہی ہے کہ میں نماز کو تیرے کہنے سے نہیں
ادا کرونگا تو اس صورت میں یہ انکار کفر نہیں ہے ایسی صورتوں میں مفتی کو لازم
ہے کہ بلا تحقیق فتوی کفر کا نہ لکھے ہر جو امر یقینا کفر کا کسی میں پایا جاوے جیسا کہ
بتوں کو سجدہ کرنا پیغمبروں کی اہانت کرنی ہر ایسے کافر ہونے میں کسیکو کلام نہیں اگرچہ نماز
روزہ کا پابند ہو ملا علی قاری نے ان دونوں امروں کو شرح فقہ اکبر میں وضاحت
کے ساتھ لکھا ہے پہلے فتوی میں جو مولانا مولوی رشید احمد صاحب کے
جواب میں لکھا گیا ہے اس میں ملا علی قاری صاحب کی عبارت درج ہے
ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالی اس فرقہ کو راہ ہدایت پر لاوے ورنہ انکی شر سے
عوام اہل اسلام کو بچاوے۔ وما توفیقی الا باللہ اخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی
الہ واصحابہ اجمعین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سید احمد خاں
نیچری نے جو ایک جماعت ایسو سی ایشن قایم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ
اعلان مطبوعہ ۸۔ اگست ۱۸۸۸ء میں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت
میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگرس کے برخلاف

دین شامل ہیں ہر شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علیگڈہ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اسکی مدد کے واسطے جا بجا ایسوسی ایشن انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قایم کی ہیں جو شخص انکے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اسکے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کرکے اسکو جبراً اٹھانا چاہتے ہیں آیا ایسی مجمع میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور انکی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں اور نیچری لوگ بجزو اسلام ہیں یا نہیں۔

جواب

اللهم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ اس شخص کی اعانت کرنی اور اسکی علاقہ اور رابطہ پیدا کرنا ہرگز درست نہیں اصل میں یہ شخص شاگرد مولوی نذیر حسین وہابی بنگالی دہلوی غیر مقلد کا ہے اور بنیاد اس فرقہ کی عبد الوہاب نجدی سے شروع ہوئی ہے تخمیناً کچھ اوپر سو برس کا عرصہ ہوا کہ سبقت محمد عبد الوہاب نے سلطان سے باغی ہوکر مکہ معظمہ و مدینہ مطہرہ پر بھی قبضہ کر لیا اور اکثر علماء اسلام کو قتل کرڈالا آخرش لشکر ظفر پیکر سلطانی نے ۱۲۳۳ ہجری میں فتح پاکر انکے شہروں کو برباد اور تاراج کیا یہ سب رد المحتار معروف بشامی شرح درمختار میں مذکور ہے ابتک یہ حال ہے کہ جس شخص میں کوئی علامت وہابیت کی حکام حرمین شریفین پاتے ہیں فوراً اسکو گرفتار کر لیتے ہیں چنانچہ مولوی نذیر حسین مذکور جب حج کو گئے اسی وجہ سے حکام حرمین نے انکو قید کر دیا آخرش ہزار سفارش و منت تائب ہوکر رہا ہوئے چونکہ اس ملک کے وہابی یعنے جو غیر مقلد اور کبھی موحد اور کبھی محمدی اور اہلحدیث کے نام سے اپنے اپکو نامزد کرتے ہیں مولوی نذیر حسین کے معتقد اور تابعدار ہیں پس انکو نیچری کے بھی ہم سبق انکا ہے ضرور بالضرور

مدد کرنی پڑی اور عقائد اس کے بالکل شریعت کے برخلاف ہیں اُس نے اپنی تفسیر میں روزہ رمضان و حج بیت اللہ کی فرضیت سے انکار ظاہر کیا اور وجود ملائکہ معصوم صاحب وحی جبرائیل جنکے ذریعہ سے کل کتب سماویہ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں نہیں مانتا اور دوزخ بہشت کا صاف منکر ہے۔ قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنے کو بت پرستی کہتا ہے اور سود کا لینا دینا درست جانتا ہے۔ دیکھو وہ جن کی تفصیل جواہر مضیہ فی رد نیچریہ مصنفہ مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مطبوعہ ۱۳۰۲ ہجری میں جس پر علماء لاہور وغیرہ کی مواہیر ثبت ہیں موجود ہے اور نیز یہ شخص معجزات انبیاء علیہم السلام اور کرامات اولیاء عظام کا سخت منکر ہے دیکھو عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں کی طرح بیٹا یوسف نجار کا معاذ اللہ بتاتا ہے حالانکہ خدا تعالیٰ جل جلالہ نے مدلل طور پر پایہ ثبوت پر پہنچا دیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر بلا باپ پیدا کیا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون ۔ یعنے تحقیق مثال عیسیٰ کے نزدیک خدا کی مانند مثال آدم کی ہے پیدا کیا اُس کو مٹی سے پھر کہا اُس کو ہو بس ہو گیا۔ فائدہ ۔ نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ علیہ السلام بندہ نہیں خدا کا بیٹا ہے آخر کہنے لگے کہ اگر وہ خدا کا بیٹا نہیں تو تم بتاؤ کہ کس کا بیٹا ہے اسکے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ آدم علیہ السلام کا نہ ماں نہ باپ ۔ عیسیٰ علیہ السلام کو باپ نہو تو کیا عجب ہے۔ غرض یہ شخص بسبب تکذیب آیات قرآنی کے مرتد ہو کر ملعون ابدی ہوا ۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ کیف یہدی اللہ

قوما کفروا بعد ایمانہم وشہدوا ان الرسول حق وجاءہم البینات واللہ لا یہدی القوم الظالمین ۔

اولئک جزاؤہم ان علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب

ولاہم ینظرون ۔ یعنی کیونکر ہدایت کرے خدا اُس قوم کو کہ کافر ہوئے پیچھے ایمان لانے کے اور گواہی دی یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچ ہے اور آئیں اُنکی پاس دلیلیں اور اللہ نہیں ہدایت کرتا قوم ظالموں کو یہ لوگ سزا اُن کی یہ ہے کہ اوپر اُن کے لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ہمیشہ رہنگے بیچ اُس کے نہ ہلکا کیا جاویگا اُن سے عذاب اور نہ

وصل دئے جاویںگے۔ اب بنظر انصاف خیال کرنے سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کو خدا تعالی ابداً لآباد ملعون قرار دے تو اُس سے خط و کتابت تعظیما دالفاظ سے اور اس کا امور دنیاوی میں پیشوا قرار دینا ہرگز درست نہیں۔ دیکھو ہنود یہود و نصرانی مجوس وغیرہ کافروں کا نکاح آپس میں بموجب دین اُن کے جو درست ہے شرعاً ہم اُسکو جائز قرار دیتے ہیں۔

قال فی الہدایۃ۔ اذا تزوج الکافر بغیر شہود و ذالک فی دینہم جائز ثم اسلما اقرا علیہ انتہی لیکن جو شخص مثل نیچریوں کے اپنے دین سے مرتد ہو جائے۔ تو اُس کا کسی عورت مسلمہ کافرہ مرتدہ سے نکاح درست نہیں پس اولاد اُسکی ہرگز ثابت نسب نہ ہوگی۔ قال فی الہدایۃ لا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کافرۃ ولا مرتدۃ وکذا لا یتزوج المرتدۃ مسلم ولا کافر انتہی ملخصاً۔ یعنی مرتد مرد کا کسی عورت سے اور مرتدہ عورت کا کسی مرد سے شرعاً نکاح درست نہیں۔ غرض بلا قبول اسلام مرتد اسلامی عملداری میں بود و باش نہیں کر سکتا بخلاف کافر کے۔ قال فی الہدایۃ۔ توضع الجزیۃ علی اہل الکتاب وعبدۃ الاوثان ولا توضع علی المرتد ولا یقبل منہم الا الاسلام انتہی۔ یعنی اہل کتاب اور ہنود وغیرہ جزیہ قبول کر کے بلا قبول اسلام رعایا ہو کر اسلامی عملداری میں رہ سکتے ہیں۔ لیکن مرتد جزیہ قبول کر کے بلا قبول اسلام رعیت ہو کر نہیں رہ سکتا۔ مفسدہ پردازی اسلام میں قتل سے بڑھکر ہے۔ قال اللہ تعالی والفتنۃ اشد من القتل۔ اگر کسی کو دوسرے کے خیالات کی نسبت کچھ کلام ہو تحریراً یا تقریراً تسلی حاصل ہو سکتی ہو۔ یا حکام کے ذریعہ سے اپنی دادرسی چاہے لیکن صرف سینہ زوری اور فتنہ پردازی پر قائم ہو کر امن خلائق میں خلل انداز ہونا شرعاً و قانوناً سخت منع ہے۔ خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ نیچریوں کی جماعت میں داخل ہونا اور اُن کی مدد کرنی اور اُن کی شاخیں شہر بشہر قائم کرنی اور فساد برپا کر کے لوگوں کو دھمکا کر نیچری بنانا اور نیچری کو اپنا مقتدا دینی یا دنیاوی امور میں ٹھہرانا ہرگز ہرگز درست نہیں جو فتوی نیچریوں نے علماء کو دھوکا دیکر یا خود تیار کر کے نیشنل کانگریس کا حرام یا کفر ہونا ان سے ثابت کرتے ہیں وہ نہیں پر عائد ہوتے ہیں کیونکہ نیچریوں کی ایسوسی ایشن میں بڑے بڑے متعصب ہندو مثل راجہ بنارس جو کامل دشمن اہل اسلام کا ہے داخل ہیں۔ پس اگر نیشنل کانگریس بسبب شمولیت

ہنود کے بالفرض ممنوع قرار دیجاۓ تو جماعت نیچری کی جو ہنود مستفیض ہیں اور مرتدین وغیرہ
سے فراہم ہوجاتی ہے بطریق اولیٰ مآل کار اور انجام اُس کا سفر اسلام سمجھکر کفر قرار دینا بحکم
المرء یؤخذ باقرارہ ماننا پڑا پس اے بھائیو دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو قعر ضلالت میں نہ ڈالو
اور اپنے اسلام کو ہاتھ سے نہ دو۔ قال اللہ تعالیٰ۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم
والعدوان۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مدد کرو اوپر نیکی اور پرہیزگاری کے اور نہ مدد کرو اوپر گناہ
اور ظلم کے۔ وما علینا الا البلاغ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام
علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ خادم الطلباء محمد عفی عنہ لودھیانوی •

یہہ خلاصہ اُس تقریر کا ہے جو میں نے روز جمعہ روبرو تخمیناً ایک ہزار آدمی جن میں وکلا ضلع
بھی موجود تھے علی محمد سلطان بمبئی کے سوالات کے جواب میں بیان کیا تھا مولوی محمد صاحب
اخویم مفتی لودھیانہ نے میری تقریر کو لباس قافیہ پہنا کر پیوستہ تحریر فرمایا۔ جزاہ اللہ
عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء فی دار الفناء والبقاء وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ
اجمعین۔ عبد العزیز عفی عنہ لودہانوی۔ کل تحریر مطبوعہ اور نیز صاحب مطبع کے تحریر فرمودہ
اور تحریرات سید احمد خان سے صاف ظاہر ہے کہ منکر [illegible] دین کا صریح طور سے ہے اس کے کافر
و مرتد ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ
لیغفر لہم ولا لیہدیہم سبیلا۔ نیچری اور ہم عقیدہ اُس کا دونوں کافر اور مرتد ہیں اور اُنکا کوئی عمل
مقبول نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ وہو فی الآخرۃ من الخاسرین
جمیع انجمن ہاۓ اہل اسلام پر لازم ہے کہ اس نیچری کے کلمات اور تحریرات کا موافق دینی و
دنیاوی میں ہرگز اعتبار نہ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ درمختار
میں لکھا ہے کہ جس کا فتوی ملک عرب و عجم خصوصاً حرمین شریفین میں جاری ہے۔ ویبطل منہ
اتفاقاً ما یعتمد الملۃ وہی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث۔ اِس مسکین کے خیال
میں ایک اور امر ضروری ہے۔ اگرچہ متعلق فتوی کے نہیں ہے وہ یہہ ہے چونکہ خدا تعالیٰ نے

کے فضل اور کرم سے سرکار دولت مدار ہمارے دینی امور میں حارج نہیں اس امر کا شکریہ ادا کر کے حاکم وقت سے اس امر کی التجا کرنی چاہیئے کہ ایک ایک قاضی و مفتی شہروں میں اور ایک ایک نائب اُن کا قصبات میں مقرر کئے جاویں اور جمیع مقدمات دیوانی اہل اسلام کے سپرد ان کے کئے جاویں امید قوی کرتا ہوں کہ اراکین نیشنل کانگرس بھی اس امر پر اتفاق کریں گے کیونکہ اُن کو فائدہ عام خلائق کے مد نظر ہیں اور قانون مجریہ حال کے بھی مخالف نہیں وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین الراقم عبد اللہ لودیانوی عفی عنہ ۔

اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع وشرا و تجارت میں کر لیویں اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے جائز ہے اور مباح ہے مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہیئے۔ اگرچہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے واقع میں خیر خواہ نہیں مگر اس کی شرکت مآل کار اسلام و مسلمان کو سم قاتل ہے ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ قومی ہرگز نہیں سمجھتے پس اس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کر لینا اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی ذلت یا اہانت یا ترقی ہنود ہوتی ہو وہ کام بھی حرام ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اسی طرح پر ہے لوزیں فقط بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ نیچری لوگ شریعت کی رو سے مرتد ہیں معاملہ دنیاوی اُن کے ساتھ کرنا شرعاً مسلمانوں کو حرام ہے مدد کرنی اُن کی کسی امر میں ہرگز جائز نہیں بلکہ مدد اُن کا بھی اُن میں شریک گنا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یتولھم منکم فانہ منھم ۔ یعنے جو کوئی محبت کریگا تم میں سے ساتھ اُن کے پس تحقیق وہ انہیں میں سے ہے ۔ اور ہنود سے معاملہ دنیاوی کرنا بشرط حفاظت دین اپنے کے منع نہیں ۔ فقط اسمٰعیل عفی عنہ لودیانوی ۔ لاشک فی صحۃ الجواب عبد الواحد لودیانوی یہ سب تحریر میری نظر سے گذری اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ نیچریوں سے ارتباط و اختلاط موجب مضرت دین ہے اور ہنود سے معاملہ بیع و شرا و یا اور معاملہ دنیا کا رکھنا بشرط عدم نقصان دین موافق جواب مذکور کے جائز ہے فقط ناصر الاسلام

محمد شفیع رامپوری - یہہ تمام تحریر جناب مولوی صاحبان کی بموجب شریعت احمدی نہایت مدلل ہے - نظام الدین عفی عنہ لودیانوی حسب الفہم جوابات کو دریافت کیا بہت صحیح اور عند موافق قرآن اور حدیث کے پائے - الراقم بندہ رکن الدین عفی عنہ سکنہ لودیانہ - کل اجوبہ کو بخوبی نظر غور سے دیکھا صحیح پایا الراقم بندہ محمد اسحاق لودیانوی +

خلاصہ انتظام المساجد بسم اللہ الرحمن الرحیم باخراج اہل الفتن والمفاسد

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی مذہب کا مذاہب اربعہ سے مقلد ہو کر تقلید کو شرک و حرام جانکر ترک کرے اور آئمہ دین خصوصاً امام اعظمؒ کو مورد ان آیات کا قرار دے جو کفار کے حق میں وارد ہیں اور سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب کو بسبب بیس تراویح کے بدعتی کہے اور استقرار خدا جلالہ کا عرش پر ثابت کرے اور مطلقہ ثلثہ کو بدون حلالہ کرنے کے واسطے شوہر اول کے جواز نکاح کا فتویٰ دے اور واسطے جواز مواکلت و مشاربت اہل کتاب کے یہہ سند افتراٰئی گذارے کہ جو قروط بامیزش چربی خنزیر تیار کئے ہوئے اہل کتاب کے یمن سے آیا کرتے تھے معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو کھایا کرتے تھے جیسا کہ مولوی عطا محمد ہوشیارپوری نے رسالہ اظہار الحق میں لکھا ہے اور اس رسالہ پر مواہیر مولوی نذیر حسین اور مولوی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی ثبت ہو کر لاہور میں چھپ کر پادریان لودیانہ کے پاس آیا اور اخبار نور افشاں میں دیر تک چھپتا رہا - آیا ایسا شخص زمرہ اہل حق سے خارج ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو بایں نیت کہ اس کے آنے سے عوام اہل اسلام کے عقائد بگڑ جاتی ہیں مساجد سے اخراج کرنیوالا وعید ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا میں داخل ہے یا نہیں - بینوا توجروا + **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ایسا شخص زمرہ اہل حق سے خارج ہے کیونکہ تقلید آئمہ دین کی جمیع ممالک اہل اسلام خصو

حرمین شریفین و اولیا و کرام و سلاطین عظام میں قدیم الزمان سے جاری ہی اور منکرین پر تعزیر لگائی جاتی ہی اور اُن لوگوں کے حق ہونے پر آیات اور احادیث ناطق ہیں یعنے دولت زمین بطور غلبہ اور امن اور اقامت جہاد وغیرہ جو امت محمدیہ کے حق میں شارع سے منصوص ہیں سب اُن میں موجود ہیں ۔ قال اللہ تعالیٰ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا فرمایا اللہ جل جلالہ نے وعدہ کیا اللہ نے اُن لوگوں سے کہ ایمان لائے تم میں سے اور کام کئے اچھے البتہ خلیفہ کریگا اُنکو بیچ زمین کے جیسا خلیفہ کیا تھا اُن لوگوں کو کہ پہلے اُن سے تھے اور البتہ ثابت کریگا واسطے اُن کے دین اُنکا جو پسند کیا واسطے اُنکے اور البتہ بدل دیگا اُن کو پیچھے ڈر اُن کے کے امن شاہ عبد العزیز صاحب نے واسطے حقیت سنت جماعت و ابطال مذہب رفض انہیں آیات کو تحفہ اثنا عشریہ میں دلیل پکڑا ہے ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجہاد ماض منذ بعثنی اللہ الی ان یقاتل آخر ہذہ الامۃ الدجال ۔ یعنے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جہاد ہمیشہ قائم رہیگا جب سے پیغمبری عطا ہوئی ہی مجھ کو یہانتک کہ ماریگا آخر اس امت کا دجال کو (فائدہ) ۔ پس اگر تقلید اماماں دین کی مرضیات حق سے نہ ہوتی تو ہرگز ممالک اہل اسلام میں بموجب قولہ تعالیٰ ولیمکنن لھم دینھم جو آیت مذکورہ بالا میں خدا جل شانہ بطور دین جاری نہ ہونے دیتا اسی طرح مردود ہے اماماں دین خصوصاً حضرت عمر کو بدعتی کہنے والا جن کی شان میں آیات و احادیث وارد ہیں بلکہ چند آیات حضرت عمر کی رائے کے موافق نازل ہوئیں اور حضرت صلعم نے اُن کے حق میں فرمایا (عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ ۔ یعنے مقرر اللہ نے پیدا کیا حق بات عمر کی زبان اور دل پر اور اسی طرح عرش پر مستقر جاننے والا خدا جل شانہ کو مردود ہے ۔ قال الرازی تحت قولہ تعالیٰ ثم استوی علی العرش ان القول بانہ تعالیٰ مستقر علی العرش او جالس علی العرش او کہنہ فوق وطرف علو باطل مردود بوجوہ عقلیۃ ونقلیۃ

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید میں لکھا ہے کہ مطلقہ ثلثہ کو بدون حلالہ کے درست کہنے والے عالم کو روسیاہ کرکے نکالدینا لازم ہے۔ وہذہ عبارتہ نقیبہ لیستفتی بمذہب سعید بن المسیب ویزوج للزوج الاول بعینہ مطلقتہ ثلث تطلیقات کما کانت ولیسود وجہہ ویبعد انتہی۔ چونکہ تقلید شخصی کی وجوب اور عدم وجوب میں اگرچہ بعض متقدمین کو کلام ہے لیکن مستحسن ہونے اس کے میں کسی اہل حق کو کلام نہیں کیف۔ وقد قال اللہ تعالی واتبع سبیل من اناب الی ولا شک ان الائمۃ الاربعۃ من المنیبین الی اللہ۔ پس تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا شرعا کافر بلکہ مرتد ہوا۔ لان تحریم ما احل اللہ واکفار المسلم کفر والکفر بعد الاسلام ارتداد ولذا قال فی التفسیر الثعلبی اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا۔ اور افترا اسدرجہ استفا در باب اکل شروط مذکورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفر صریح اور ارتداد قبیح ہے وذکر صاحب تحفۃ الاخلاء بما حاصلہ قتل الساب والمفتری حدا وان ظہر التوبۃ منہ ولا یقبل عذرہ بالجہل لان معرفۃ ذات اللہ وصفاتہ وما یتعلق بانبیائہ فرض عین ولہذا افتی فقہاء الاندلس بقتل ابن حاتم باستخفافہ بحق النبی علیہ السلام ویجب علی العلماء انکارہ وبیان کفرہ لا یجوز التہاون عنہا واذ اسمعت ہذا فلا شک بان اخراجہم من المساجد من الواجبات المہتمبۃ + خلاصہ مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرنیوالا مرتد ہے اور حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اُسکو قتل کریں اور عذرداری اُسکی باین وجہ کہ مجھ کو اس کا علم نہیں تھا شرعا قابل پذیرائی نہیں بلکہ بعد توبہ کے بھی اُسکو مارنا لازم ہے۔ یعنی اگرچہ توبہ کرنے سے مسلمان ہوجاتا ہے۔ لیکن ایسی شخص کے واسطے شرعا یہی سزا ہے کہ اُسکو حکام اہل اسلام قتل کرڈالیں یعنی جیسے حد زنا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی اسی طرح یہہ حد بھی تائب ہونے سے دور نہیں ہوتی اور علما اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اُسکے کفر اور ارتداد کے فتوے دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرۂ مرتدین میں یہہ بھی داخل ہونگے کیونکہ صیانت انبیاء

کی طعن اور نقص سے ہر فرد مکلف پر بہ لحاظ ضروریات دین سے ہے اسیواسطے علماء شہر
اندلس نے ابن حاتم کو جو ذی علم اور ہم جلیس مفتی وقت کا تھا بجرد اطلاق کرنے لفظ یتیم
کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حکام وقت سے قتل کروا ڈالا اور عوام اہل اسلام پر لازم ہے
کہ بمجرد وقوع ایسے مفسدہ کے مدعی اور گواہ ہو کر حکام سے سزا پانی اُس کے میں کوئی دقیقہ
فرو گذاشت نہ کریں اور اُس کے نزدیک جانے سے لوگوں کو باز رکھیں یعنی ملاقات اور
صحبت اُس کے کو زہر قاتل سے بدتر تصور کریں ورنہ بموجب آیت ومن یتولہم منکم فانہ
منہم اور آیت تری کثیرا منہم یتولون الذین کفروا الی قولہ ما اتخذوہم اولیاء الآیہ۔ زمرۂ مرتدین
میں داخل ہوگا۔ اور آیۃ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ الآیہ۔ جو سوال میں درج ہے اُس سے
یہہ مراد نہیں کہ کسی کو مسجد سے نکالنا درست نہیں کیونکہ خود پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ پیاز وغیرہ
بدبودار چیز کھانیوالا ہماری مسجد میں نہ آوے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجذوم عورت
کو طواف کعبہ سے بسبب ایذا کے منع کر دیا یہہ دونوں قصے مشکوٰۃ شریف اور موطا امام محمد میں
موجود ہیں اور تفسیر عزیزی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک واعظ کو جو
ناسخ منسوخ کا علم نہیں رکھتا تھا مسجد سے نکال دیا اور کتاب اشباہ و نظائر میں ہے کہ جو شخص لوگوں
کو زبان سے ایذا پہنچاوے اُسکو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔ پس جبکہ روکنا مسجد سے بسبب
بو اور پیاز اور طواف سے بسبب علت جذام اور نکالنا واعظ کا بسبب عدم امتیاز ناسخ و
منسوخ اور زبانی ایذا دینے والیکا نکالنا شرعاً درست ہوا تو فرقہ ضالہ کو جو جامع امور
مذکورہ کے ہیں نکالنا بطریق اولیٰ درست ہوا۔ اور نیز بسبب لحوق اُس مرض باطنی کے
جو جذام سے بڑھکر ہے اور مساجد میں انکے آنے سے فتنہ اور فساد برپا ہوتا ہے خدا تعالیٰ مفسدوں
کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واللہ لا یحب المفسدین۔ یعنے خدا تعالیٰ جل شانہ اپنی
کلام پاک میں فرماتا ہے کہ اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنے والوں کو۔ پس اس فرقہ فسادی کا
مساجد سے نکالنا بموجب آیات اور احادیث اور روایات فقہیہ کے درست ہے + راقم محمد اویا انا

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی
شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا قبل وطی کرنے اور خلوت صحیحہ کے وہ عورت
خانہ شوہر سے چلی گئی وہ عورت مستحق کل مہر لینے کی ہے یا نہیں - **جواب** - اللہم ارنا
الحق حقا والباطل باطلا - بلا وطی اور خلوت صحیحہ کے کل مہر ذمہ شوہر کے واجب نہیں
ہوتا - البتہ اگر ایسی صورت میں طلاق دیگا وے تو نصف مہر کا دعویٰ کر سکتی ہے جیسا
کہ درمختار میں لکھا ہے - ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او خلوۃ - یعنے واجب ہوتا ہے نصف مہر
اگر طلاق قبل وطی یا خلوۃ کے شوہر نے زوجہ کو دی ہو - واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبہ
محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لودیانوی - باسمہ سبحانہ کیا فرماتے ہیں علماء
دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو تین طلاق دیدے
تو اُس شخص کا پھر دعویٰ اپنی زوجہ پر باقی رہتا ہے یا نہیں اور اُس عورت کو نان نفقہ
شوہر سے لینا چاہئے یا نہیں - بینوا توجروا فقط **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل
باطلا - بعد تین طلاق دینے کے شوہر کا دعویٰ بالکل ساقط ہو جاتا ہے بعد گذرنے
عدت کے عورت کو اختیار ہے - سوائے شوہر اوّل کے جس سے چاہے نکاح کر لے
اور ایام عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے - قال فی الدر المختار وتجب النفقۃ للمعتدۃ الرجعی
والبائن واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد عفی عنہ باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء
دین و مفتیان شرع متین - اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاق دیدیں
بعد دو ماہ کے اس عورت نے کسی اور شخص سے نکاح کر لیا - اُس عرصہ میں اُس کو تین
حیض آ چکے تھے - شوہر ثانی نے وطی کر کے اُس کو طلاق دیدی - اور عدت بھی گذر گئی
آیا اب اُس عورت کا شوہر اوّل سے نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا فقط
جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - شوہر اوّل سے وہ عورت شرعاً جائز ہے
کیونکہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں مہینوں کی قید اُس میں نہیں - پس جب اُس عورت

نے بعد تین حیض گذرنے کے نکاح دوسرے شخص سے کرلیا اور اس نے بعد وطی کرنے کے طلاق دیدی اور عدت بھی گذر گئی اب یہ عورت شوہر اول کو بالکل حلال ہے کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین۔ اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو اس شرط پر طلاق دی کہ سوائے موضع ابہوں وکریام وکھاچوں جس جگہ چاہے نکاح کرے۔ مگر مقامات مذکورہ میں نکاح نہ کرے آیا شرعاً یہ شرط باطل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ شرط مذکور باطل ہے یعنے طلاق اُس عورت پر پڑ گئی اور جو شرط اُس کے شوہر نے لگائی ہے وہ باطل ہے جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے۔ وما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد القرض الی قولہ والطلاق والخلع۔ انتہی۔ مثل ان قال طلقتك علی ان لا تتزوجی غیری۔ انتہی یعنے طلاق میں اگر کوئی شرط لگا دے کہ نکاح تو کسی سے نہ کرنا۔ تو یہ شرط باطل ہے اور طلاق صحیح ہے یعنے جن تین مقامات سے شوہر نے منع کیا تھا۔ اگر اُن مقامات جا کر نکاح کرے تب بھی درست ہے شرعاً منع نہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر دعوی طلاق کا کیا اور شوہر نے انکار ظاہر کیا جانبین سے بالمقابل شہادت عدالت میں پیش ہوئی۔ آیا اس صورت میں گواہان مدعیہ سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ بشہادت مدعیہ طلاق شرعاً ثابت ہو سکتی ہے صرف مدعیہ کے گواہوں کا اعتبار ہے مدعی علیہ یعنے شوہر کو یہ رتبہ نہیں کہ اپنی طرف سے شہادت پیش کر کے طلاق سے نفیت ظاہر کرے۔ البتہ اگر مدعیہ کے پاس شہادت طلاق کی کافی نہ ہوتی تو مدعی علیہ یعنے شوہر اپنے انکار پر عدالت میں حلف کرتا تو ضرور طلاق سے بری ہو جاتا۔ قال فی الدر المختار ویسال القاضی المدعی علیہ بعد صحۃ الدعوی فان اقر او انکر فبرھن المدعی قضی علیہ

ما لا حلف ولو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالمصالح ضامن وحلف علم الیقین فالیمین لاغیۃ قال العلی

انتہی الصغار واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی - باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین

ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے عدت کے اندر نکاح کر لیا۔ اور

اُس کے حرام ہونے کا اُس کو علم نہیں تھا۔ اس واسطے اُس کو حلال جانکر اُس کا مرتکب

ہوا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ نکاح شرعاً حرام ہے آیا ایسے شخصوں کا جو اُس نکاح میں معاون

تھے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا فقط - جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ چونکہ

نکاح عدت کے اندر حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کے حلال جاننے سے کفر عاید ہوتا ہے

وفی الفقہ الاکبر ولا یکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ ما لم یستحلہا انتہی قال العلی

القاری فی شرحہ ہذا لکن - او ارادہ لم یعتقد حلہا لان من استحل معصیۃ قد ثبتت حرمتہا

بدلیل قطعی فہو کافر۔ انتہی۔ جہل یعنے اس کی حرمت کا علم نہ ہونا اگرچہ بعض کے نزدیک عذر

ہے لیکن اکثر کے نزدیک جہل عذر نہیں۔ قال القاری ایضا - ولا یعذر بالجہل وہذا عند

عامۃ العلماء خلافا للبعض - انتہی - لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ جو جو لوگ اس امر میں شامل

تھے سب کے سب اپنا اپنا نکاح دوبارہ کراویں۔ اور اس امر سے بر سر اعلان توبہ کریں اور

حسب مقدور ہر شخص بعد نکاح کے مساکین کو کھانا کھلاوے۔ اول سب سے قاضی اپنا نکاح دوبارہ

کراوے اور سب سے زیادہ جرم قاضی کا ہے کیونکہ یہ مسئلہ قاضیوں کو اکثر معلوم ہوتا ہے۔

اُس کا عذر پکڑنا کہ میں جانتا نہیں تھا کہ عدت میں نکاح حرام ہوتا ہے بالکل مقبول نہیں

واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی + باسمہ سبحانہ - ما قول العلماء الحنفیۃ والمفتین

الربانیین ان النکاح فی العدۃ فاسد او باطل - بینوا توجروا - فقط - جواب - اللہم ارنا

الحق حقا والباطل باطلا - النکاح المذکور فاسد والفرق بین الفاسد والباطل ثابت لا کما زعم

البعض بناء زماننا فان النسب یثبت بالنکاح الفاسد بخلاف الباطل کما ہو مصرح فی الفقہ

والحد یسقط فی الفاسد عند علمائنا فاحفظہ فانہ من مزلۃ الاقدام واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے
کہا کہ میں نے اپنی عورت کو تین برس سے طلاق دی ہوئی ہے اگر یہ بیان اس کا واقعی
نہ ہو تو اس عورت کا شرعاً کیا حکم ہے - بینوا و توجروا - فقط - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا
والباطل باطلا - اس عورت پر فی الحال طلاق پڑ گئی - یعنے اگر پہلے سے طلاق دینا اسکا
کذب قرار دیا جاوے - تو وہ عورت اس بیان کرنے کے وقت سے شرعاً مطلقہ قرار
دیجائیگی جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے - لو قال انت طالق امس و نکحہا قبل امس یقع الآن
لان الانشاء فی الماضی انشاء فی الحال انتہی ملخصاً واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم **محمد** لودیانوی -

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر اہل مسجد بسبب
کسی وجہ کے دوسری جگہ میں مسجد تعمیر کر لیں اور مسجد اول کو بالکل چھوڑ دیں یعنے اس میں نماز
کا پڑھنا ترک کر دیں اور اسکا اسباب نو تعمیر شدہ میں خرچ کریں شرعاً درست ہے یا نہیں
جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - ایک مسجد چھوڑ کر بسبب تنگی وغیرہ کے اور
مسجد اس کے عوض میں دوسری جگہ فراخ مقام میں تعمیر کر لینا شرعاً درست ہے لما قال فی رد المحتار
ناقلا عن جامع الفتاوی لہم تحویل المسجد الی مکان آخر ان ترکوہ بحیث لا یصلی فیہ ولہم بیع
مسجد عتیق لم یعرف بانیہ وصرف ثمنہ الی مسجد آخر - انتہی - واللہ اعلم وعلمہ اتم خادم الطلبا **محمد** عبداللہ

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک عورت
سے زنا کرتا رہا بعدہٗ اس نے اس کی دختر نابالغہ سے نکاح کر لیا کچھ دیر بعد اس عورت کو جو
اس دختر کی والدہ تھی اسی شخص سے زنا کا حمل ہو گیا آیا اس شخص کا نکاح اس کی دختر سے جو
کیا تھا درست ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو اس شخص کا نکاح اس دختر کی والدہ سے جو حمل
سے حاملہ ہے شرعاً درست ہو یا نہیں حالانکہ اس شخص نے اس دختر سے وطی نہیں کی اور نہ
وہ ابھی حد بلوغ پہنچی ہو - بینوا و توجروا - فقط - **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا
نکاح کرنا اس شخص کا اس عورت کی دختر سے شرعاً درست نہیں کیونکہ وہ دختر محرمات سے ہے

لما قال فی الدر المختار وحرم اصل مزنیتہ وفرعہا۔ انتہی۔ ملخصاً۔ یعنے حرام ہے نکاح کرنا مزنیہ کی
مادر سے اور مزنیہ کی دختر سے وفیہ ایضاً۔ وہو عقد یفید ملک المتعۃ من امرأۃ لم یمنع من نکاحہا
مانع شرعی فخرج الذکر والمحارم انتہی۔ ملخصاً۔ یعنے نکاح وہ عقد ہے جس سے فائدہ اٹھانا عورت
سے درست ہو۔ پس جو عورتیں شرعاً حرام ہیں مثل دختر مزنیہ وغیرہ کے نکاح اُن سے نہیں ہوسکتا
سبب وہ نکاح درست نہوا تو اُس شخص کو اُس عورت سے جو اُس کی منکوحہ کی مادر ہے اور
اُس کے زنا سے وہ حاملہ ہے نکاح کرنا شرعاً درست ہے جو حمل زنا سے ہو اُس کیواسطے
عدت ضرور نہیں نکاح درست ہے البتہ اگر زنا کرنے والے کا حمل ہے تو اُس کو بعد نکاح کے
وطی کرنی بھی درست ہے۔ اور اگر کسی اور شخص نے اُس حاملہ سے نکاح کر لیا تو نکاح درست ہے
لیکن جب تک حمل اُس کا باہر نہ آوے وطی اُس سے نہ کرے۔ قال فی الدر المختار وشرحہ
فلا عدۃ لزنا بل یجوز تزوج المزنی بہا وان کانت حاملا لکن یمنع من الوطی حتی یضع۔ انتہی
واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع
متین اس مسئلہ میں کہ ایک بیوہ نے اپنی دختر کا نکاح کرا دیا اور اُس دختر کو اس اثناء میں
حیض آچکا تھا۔ بعد میں اُس کے چچے نے دعویٰ کیا کہ اس کا ولی میں ہوں۔ میری موجودگی
میں والدہ کو اُس کے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے اس واسطے اسکا نکاح شرعاً نہیں
ہوا۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ نکاح مذکور شرعاً
درست ہے کیونکہ مسماۃ مذکورہ بسبب حیض آنے کے شرعاً بالغہ ہو گئی اور بالغہ کے واسطے شرعاً
ولی کا ہونا ضرور نہیں وہ خود مختار ہے جب اُس کی والدہ نے نکاح کرا دیا اور وہ اُس کے
گھر آباد رہی اور اُس نے نکاح سے انکار نہیں کیا جس سے رضامندی اُس کی محقق ہوئی اس واسطے نکاح
کے ثابت ہو گئی۔ کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ** کیا
فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مابین شیعہ وسنی کے نکاح درست ہے
یا نہیں۔ فقط۔ بینوا توجروا۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ چونکہ شیعہ

ملک ہند کے کل اہلِ رفض شیعہ ہیں جو اصحاب ثلثہ و عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کو بدی سے
یاد کرتے ہیں اور یہہ امر موجب کفر ہے دو وجہ سے۔ وجہ اول یہہ ہے کہ سب اصحاب کبار
حرام قطعی ہے اور حرام قطعی کو جو حلال سمجھے وہ شرعاً کافر ہے چونکہ یہہ لوگ سب اصحاب کبار
کو حلال بلکہ عبادت جانکر اس کا ارتکاب کرتے ہیں پس اُن کے کفر میں کیا شک ہے
وجہ دوسری یہہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی بزرگی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی
پاکی قرآن شریف میں صراحۃً بیان ہے۔ اور یہہ لوگ اُن کی بزرگی سے بالکل انکاری ہیں
اور جو شخص قرآن شریف کی نصوص قطعیہ سے منکر ہو وہ سب علماء کے نزدیک کافر ہے۔
لہذا مابین سنی اور رافضی کے نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ نکاح کیواسطے ایماندار ہونا یا بصحت
کا یا زوجہ کا کتابیہ ہونا شرط ہے۔ بدوں اس کے نکاح درست نہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب
محدث دہلوی نے فتاوی عزیزی میں لکھا ہے کہ نکاح مابین شیعہ و سنی کے مذہب حنفی میں
درست نہیں۔ عبارت اُن کی بجنسہ نقل کیجاتی ہے۔ نکاح کردن درمیان مرد سنی و زن شیعہ
مبنی بر تکفیر و عدم تکفیر این فرقہ است در مذہب حنفی بموجب روایات معتمدہ بحکم فرقہ شیعہ حکم مرتد است
چنانچہ در فتاوی عالمگیری مرقوم است پس نکاح کردن با زنان کہ درین فرقہ باشند درست نیست
واللہ اعلم و علمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع
متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا بعد تین سال کے لڑکی پیدا ہوئی اور والد پسر
مذکور کا قبل ولادت لڑکی کے انتقال کرگیا اور لڑکی بھی ایک ماہ تک زندہ رہکر انتقال کرگئی
بعد وفات لڑکی مذکور کے اُس کی والدہ چھ ماہ حیات رہکر انتقال کرگئی اور لڑکا ایام ولادت
سے تا وفات والدہ تک بدستور شیر پیتا رہا بعد والدہ پسر مذکور کے اُس کی جدہ یعنے نانی
نے جو کہ عرصہ سے بیوہ تھی اپنی چھاتی سے لگایا اور پسر مذکور کو بعرصہ دراز شیر پلایا اب پسر
مذکور کا دختر خالہ پسر مذکور سے نکاح عند الشرع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط
جواب۔ اللہم ربنا الحق حقا والباطل باطلا۔ نکاح اُس کا دختر خالہ سے درست ہے اور شیر پینا

اس پسر کا اپنی نانی سے نکاح کو مانع نہیں کیونکہ اسوقت عمر پسر مذکور کی تین سال سے
زائد تھی اور دودھ پینے سے رضاعت شرعی تب ثابت ہوتی ہے اگر ڈھائی سال کے اندر
ہو جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے ۔ ہو مص من ثدی آدمیۃ فی وقت مخصوص ہو حولان ونصف
عندہ ۔ انتہی ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی ۔ **باسمہ سبحانہ** ۔ کیا فرماتے ہیں علماء
دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی ہشت سالہ کا نکاح ایک شخص سے ہوا اور
اس شخص نے اس منکوحہ سے وطی نہیں کی اور نیز وہ اس کے پاس ایک مکان علیحدہ میں
رہی بعد اس کے شوہر نے طلاق دیدی آیا اس مطلقہ کا نکاح دوسرے شخص سے کرنے
میں عدت ضروری ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا ۔ فقط ۔ **جواب** ۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل
باطلا ۔ مطلقہ مذکورہ پر عدت شرعا نہیں ہے کما قال فی الدر المختار وسبب وجوبھا عقد
النکاح المتاکد بالتسلیم وما جری مجراہ ۔ انتہی ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی ۔
باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے
اپنی لڑکی کا رشتہ بطریق ایجاب قبول شرعی کے اس طور کیا کہ میں اس شخص کے فرزند کو
اپنی لڑکی دیدی ۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے اپنے فرزند کے واسطے تیری دختر قبول کی
بعد میں معلوم ہوا کہ اس شخص کا کوئی فرزند نہیں اب شرعا اس کا کیا حکم ہے ۔ یعنے شرعا یہ نکاح
ہوا یا نہیں ۔ اگر نہیں ہوا تو اس شخص کی دختر کا نکاح دوسرے شخص سے شرعا درست ہے یا نہیں ۔
بینوا توجروا ۔ فقط ۔ **جواب** ۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ ایجاب وقبول مذکورۃ الصدر
سے نکاح منعقد نہیں ہوا ۔ قال فی الدر المختار غلط وکیلھا بالنکاح فی اسم ابیھا بغیر حضورھا لم یصح
وفی الشامی ماذکرہ فی المراۃ یجری مثلہ فی الرجل ان کان الزوج حاضرا مشارا الیہ جاز
ولو غائبا فلا مالم یذکر اسمہ واسم ابیہ وجدہ ۔ انتہی ملخصا ۔ یعنے اگر عورت یا مرد کے نام ساتھ غلطی سے
اس کے والد کا نام نہیں لیا ۔ بلکہ کسی دوسرے کا نام لے لیا تو ایسی صورت میں نکاح شرعا
نہیں ہوتا ۔ پس دختر مذکورۃ الصدر کا نکاح اور شخص سے کرنا شرعا درست ہے ۔ واللہ اعلم

وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین
اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دختر نابالغہ کا شرع جواب کردیا۔ یعنے ایجاب قبول شرعی طور پر
مابین فریقین کے واقع ہوا اب شادی کی تاریخ مقررہ پر والد دختر نے شوہر اول سے انکار
کرکے اس کے خورد برادر کے ساتھ نکاح کردیا آیا یہ نکاح ثانی شرعاً درست ہے یا نہیں۔ پس
جو شخص اس نکاح کا مددگار ہو اس کا کیا حکم ہے۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔
نکاح ثانی شرعاً درست نہیں کیونکہ ایجاب قبول جب شوہر اول کے ساتھ ہو چکا ہے وہی
اس کا شرعاً شوہر ہو گیا۔ شادی عرفی کے وقت دوبارہ ایجاب قبول ہونا ضرور نہیں۔ قال
فی الدر المختار وینعقد بایجاب وقبول انتہی۔ یعنے ایجاب قبول کے ساتھ نکاح ہو جاتا ہے اور
جو لوگ نکاح ثانی میں مددگار تھے۔ اگر ان کو علم تھا کہ شوہر اول سے شرع جواب ہو چکا تھا اور
اس علم کے دوسری جگہ خوش ہو کر نکاح کردیا تو ان سب لوگوں کا نکاح فسخ ہو گیا کیونکہ نکاح
پر نکاح غیر سے کرنا حرام قطعی ہے حرام کو حلال جاننا کفر ہے۔ قال فی العقائد باحسن استحلال
المعصیۃ القطعیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لدھیانوی۔ باسمہ سبحانہ
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی سوتیلی دختر
نابالغہ کا نکاح غیر کفو سے کردیا اب وہ دختر بالغہ ہو کر دعویٰ کرتی ہے کہ میرا نکاح جو میرے
سوتیلے والد نے کرایا تھا نہیں ہوا کیونکہ اس کو شرعاً میرا نکاح کرانے کی ولایت نہیں تھی
بینوا توجروا۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ نکاح مذکور نہیں ہوا۔ کیونکہ
سوتیلا باپ شرعاً ولی نہیں ہو جاتا اور نیز سوائے باپ دادا کے اور کسی ولی کو بھی غیر کفو میں
نکاح کرانے کا اختیار نہیں اور نیز اگر کوئی ولی سوائے باپ دادا کے کفو میں نکاح کرا دے
تب بھی نابالغہ کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ کرا دینے نکاح کا شرعاً ہے جیسا کہ در مختار میں لکھا ہے

ترمہا النکاح ولو بغبن فاحش او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا وان کان المزوج غیرہما لا یصح من غیر

کفو وبغبن فاحش اصلا وان کان من کفو وبمہر المثل صح ولہما اختیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح

واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم **محمد** لودیانوی ٭ **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان
شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا اور بروقت تندرستی کے اپنی دختر کو کچھ مال
دیدیا تھا اور کچھ اپنے بھائی کو دیگیا تھا بعد مرنے اُس کے اُس کا برادرزادہ بحیثیت متبنٰی
وورا ثت شرعیہ کے دختر پر بابت مال مذکور دعویٰ کرتا ہے آیا شرعاً یہہ دعویٰ درست ہی
یا نہیں - بینوا وتوجروا - فقط ٭ **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - جو متوفی نے
اپنی جائداد بروقت تندرستی اپنی کے دیدی ہو اُس پر دعویٰ کسی کا نہیں ہوسکتا - اگر بالفرض
قبل فوت ہونے کے نہ دیجاتا تو اُس پر وارثوں کا دعویٰ ہوسکتا تھا - برادرزادہ بموجودگی
برادر شرعاً ورثا میں داخل ہیں اور متبنی کرنا شرعاً بالکل درست نہیں خداتعالیٰ نے متبنٰی کے منع
کرنیکے واسطے قرآن شریف میں یہہ آیت نازل فرمائی - ماکان محمد ابا احد من رجالکم - الآیہ
واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم **محمد** لودیانوی - **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا بعد اُس کے ایک ہمشیرہ پدری اور ایک چچازاد بھائی
باقی رہے شرعاً ترکہ متوفی کا کس طرح پر تقسیم ہونا چاہئے - بینوا وتوجروا - فقط - **جواب**
اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - ترکہ متوفی مذکور کا شرعاً دونوں کو نصف نصف ملیگا یعنی
کل مال متوفی سے اول قرضہ ادا کرکے باقی ماندہ میں سے نصف ہمشیرہ پدری اور باقی دوسرا
نصف چچازاد بھائی کو شرعاً ملیگا - کذا فی السراجی واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم **محمد** لودیانوی - فقط
باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ
خوشنود نے انتقال کیا اُس کا ایک مکان تھا جس میں اُس کے رضاعی بھائی کی اولاد
سکونت پذیر اور قابض ہے - اُس مکان کا ایک شخص مسمی حسینی نے دعویٰ عدالت میں دائر کیا
کہ یہہ مکان میرے ماموں کی زوجہ کا ہے یعنی متوفی مذکورہ میرے ماموں کی زوجہ تھی اسواسطے
وہ مکان مجہ کو ملنا چاہئے - آیا یہہ دعویٰ مدعی مذکور کا شرعاً قابل سماعت ہی یا نہیں - بینوا توجروا
جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - چونکہ مدعی شرعاً متوفیہ مذکورہ کے ورثا میں سے

نہیں یعنی کسی طرح کی قرابت جس سے شرعاً وارث ہو سکے متوفیہ مذکور سے نہیں رکھتا۔ لہذا دعویٰ
مدعی شرعاً ہرگز لائق سماعت نہیں۔ کذا فیفہم من کتب الفقہ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی
باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وراثت برادر حقیقی
میں جو ماں باپ ایک سے ہو اس بھائی پر جو ایک باپ سے ہو لیکن والدہ اس کی اور ہے
فوقیت رکھتا ہے یا نہیں یعنے بر موجودگی برادر حقیقی غیر حقیقی کو جو دوسری والدہ سے ہو ورثہ
شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً
برادر حقیقی کے ہوتے برادر غیر حقیقی کو جو دوسری والدہ سے ہو شرعاً ورثہ نہیں ملتا۔ قال فی الدر

ثم یرجحون بقوۃ القرابۃ اعنی بہ ان ذو القرابتین اولیٰ من ذی قرابۃ واحدۃ لقولہ علیہ السلام

ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات کالاخ لاب وام اولیٰ من الاخ لاب انتہی ملخصاً
خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ برادر حقیقی کے ہوتے برادر علاتی کو ورثہ نہیں ملتا۔ واللہ
اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی ۔ **باسمہ سبحانہ** ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین
اِس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہو گیا۔ اُس کی دو زوجہ اور ایک بھائی باقی رہا شرعاً اُس کا
مال کس طرح تقسیم ہونا چاہئے اور ایک زوجہ کا زیور مندرجہ نکاحنامہ سے زائد ہے ایسی صورت
میں زیادتی کو اصل مال متروکہ میں شامل کرنا چاہئے ۔ یا اُس عورت کے مال میں شمار کرنا لازم ہے
بینوا توجروا۔ **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً ۔ صورت مذکورہ میں بعد ادائے مہر
ووصیت وقرضہ وغیرہ چوتھائی مال کی دونوں عورتوں کو اور باقی تین حصے بھائی کو شرعاً
ملنے چاہئیں اور جو زیور زائد مندرجہ نکاحنامہ سے جس عورت کا موجود ہے وہ اُسی کا مال ہے
اُس کو ترکہ میں داخل کرنا نہ چاہئے۔ فقہ کی کتاب مسمی کافی میں لکھا ہے التصرف دلیل الملک یعنی جو چیز
جس شخص کے قبضہ میں ہے وہ چیز اُسی کی ہے۔ جب تک کوئی دلیل شرعی اُس کے برخلاف نہ پائی جاوے
کتاب جامع الفصولین میں لکھا ہے۔ ذوالید یعنے المستعمل المتصرف فیہ الدال علی الید والملک
ہو احق بالدعویٰ ۔ یعنے جو چیز جس کے ہاتھ میں ہے اور اُس کے استعمال میں آتی ہے

اس کی ملک پر دال ہے وہی شخص اس پر دعویٰ کرنے کا زیادہ حقدار ہے صرف اس کا ان
ہے کہ یہ زیادہ زیور شوہر نے اپنا یا کر بطور امانت یا عاریۃً اپنی زوجہ کے سپرد کیا ہوگا۔ دعویٰ
کرنا وارث کا بالکل باطل ہے جیسا کہ کتاب خزانۃ العلوم میں لکھا ہے۔ الدعوی بالظن
والسماع لا یقبل۔ بغرض بلا دلیل اس غیر پر دعویٰ شرعاً قائم نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم
محمد لودیانوی ۔ باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضاد اور ظا میں
فرق کرنا واجب ہے یا نہیں ۔ اگر ضاد کی جگہ ظا یا ذال پڑھا جاوے تو نماز ہوتی ہے یا نہیں
بینوا توجروا ۔ فقط ۔ جواب ۔ اللہم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ
فرق کرنا ضاد اور ظا میں واجب ہے اور فرق نہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی ۔ قال فی المنیۃ اما اذا
قرأ مکان الذال ظاء او مکان الضاد ظاء او علی القلب تفسد صلوتہ وعلیہ اکثر الائمۃ ۔ انتہی
وذکر صاحب العینی شارح البخاری تحت قولہ تعالی وما ہو علی الغیب بضنین ۔ بعد بیان من عند
بعض القراء بالضاد وعند البعض بالظاء ما عن الشمنی حیث قال وقال النسفی فی تفسیرہ
واتقان الفصل بین الضاد والظاء واجب ومعرفۃ مخرجہما لابد للقاری فان اکثر العجم لایفرقون
بین الحرفین ۔ انتہی ۔ ما فی العینی اور جو بعض روایات میں مکان ضاد کے ظا پڑھنے سے
نماز درست لکھی ہے وہ بعض متاخرین کا مذہب ہے لیکن وہ بھی علی الاطلاق نہیں بلکہ
اس مقام میں درست ہے کہ جہاں ظا سے معنی میں خرابی نہ پڑے ورنہ بالاتفاق فاسد
ہو جاویگی ۔ اس امر میں ذال اور ظا برابر ہیں ۔ قال صاحب الکبیری شارح المنیۃ ما قلنا عن اصحابنا لو
قرأ والعادیات ظبحا بالظاء مکان الضاد تفسد اذ لیس لہ معنی حسن او بالدال المہملۃ مکان
الضاد المعجمۃ تفسد للبعد الفاحش فی معناہا غیر المغضوب والمغضوب بالظاء المعجمۃ والذال
المعجمۃ تفسد اذ لیس لہا معنی ولا الظالین بالظاء المعجمۃ او الذال المہملۃ لا تفسد لوجود نظیرہا
فی القرآن وقرب المعنی انتہی ۔ مختصرا الخلاصۃ المرام ان اکثر الائمۃ ذہبوا الی صورۃ تبدیل
الضاد ظاء الی فساد الصلوۃ واما المتاخرون فقالوا ان کان بعد التبدیل لہ معنی قریب المعنی

ولا التفسد عندہم ایضا۔ مفصل کلامہم الضاد ان بالظا والمعجمۃ۔ لاتقوم مقام۔ الضاد مطلقا
بل اذا کان فرعسی مناسبا والدال المہملۃ بالکلا تقوم مقام الضاد الا اذا کان فرعسی مناسبا
فاحفظہ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو مسجد قبرستان میں ایسی زمین پر تعمیر کیگئی ہو جو قبروں سے
خالی تھی لیکن گردا گرد اس کے قبریں ہوں اور اس مسجد کی چار دیواری موجود ہو تو ایسی مسجد
میں نماز پڑھنے کا شرعا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل
باطلا۔ قبروں کے اندر نماز کا ادا کرنا فقہانے کروہ تحریر کیا ہے۔ لیکن اگر کوئی مکان نماز کیواسطے
طیار کیا گیا ہو اور اس میں کوئی قبر نہ ہو تو ایسے مکان میں نماز کا ادا کرنا لاباس میں داخل ہے
نماز مکروہ نہیں ہوتی۔ قال فی الشامی اذا کان فی المقبرۃ موضع اعد للصلوۃ ولا قبر ولا نجاسۃ
فلا باس کما فی الخانیۃ وفی القہستانی لاتکرہ الصلوۃ فی جہۃ قبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو
صلی صلوۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ انتہی۔ قال القسطلانی۔ اما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او
قصد التبرک بالقرب منہ لا للتعظیم لہ ولا للتوجہ الیہ فلا یدخل فی الوعید المذکور۔ انتہی۔ واللہ اعلم
وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین
اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص شاگرد ہو کر استاد کو ایذا دے تو آیا وہ شخص عاق ہوتا ہے یا
نہیں اور جو والدین کے ایذا دینے سے عقوق ہوتا ہے عاق استاد کا اس سے شرعا کم ہے
یا زیادہ۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ **جواب**۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ حقوق استاد
کے شاگرد پر والدین کے حقوق سے زیادہ ہیں۔ جیسا کہ عین العلم میں لکھا ہے حیث
قال حق المعلم زائد علی حقہما یعنے حق استاد کا والدین کے حق سے زیادہ ہے اس کی شرح
میں لکھا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر باپوں کا وہ شخص ہے جو علم سکھاوے
اور نیز عین العلم میں ہے کہ نہ ڈہو کے دروازہ استاد کا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حق میں اس مضمون کا حکم آیت میں وارد ہے۔ حیث قال ولا تہدم باب دارہ فراد و

اہم صبر دامی محرم اُنہیم مکان خیر اہم انتہی۔ جامع التفاسیر میں لکھا ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی
اللہ عنہ نے۔ انا عبد من علمنی حرفا۔ میں غلام ہوں اُس کا جس نے تعلیم کیا مجھ کو ایک حرف اور
اُستاد کے نافرمان کو جنت کی بو نہیں پہنچیگی۔ اور سارا ان انواع میں مولوی عبد اللہ صاحب نے لکھا ہے
کہ ماں باپ کے عاق کی توبہ درست ہے اور جو استاد کا عاق ہو اُس کا قاضی اور مفتی اور حاکم ہونا درست
نہیں اور کوئی عبادت اُس کی قبول نہیں ہوتی اور اُس کو آخر عمر میں محتاجگی لایق ہوتی ہے
اور بدوں رضامندی استاد کے اُس کی توبہ اور ایمان قبول نہیں۔ ابیات انواع کے یہہ ہیں

ماں پیو دا حق فرض ہے مسعودی فرمایا۔ اِس غالب استاد خزانی تحفۃ الفقہا
یک لفظ پڑھے کوئی پاس کسی تے اُس ہوند اُستاد۔ ایہہ وجہ خلاصی حضرت کہیا منکر دین فساد
ماپیو دا کوئی عاق ہووے پس کراہت طاعت۔ توبہ اُس قبول ہے اندر خبر نجات
جے عاق ہووے اُستاد دا اُسدا ایہہ مذکور۔ رب الٰہا خالقا کر توں حق ظہور
عاق قضا نہ حاکمی نہ فتوے سلطان۔ حج زکوۃ صلوۃ نہ کلمہ صدقہ نہ رمضان
پس آخر عمرے فقیری آوے برکت علم نہ لبھے۔ پس ایمان توبہ رد کہن کمائے گناہاں جہے
ماں پیو کسی سدنیدا ایہی جو ایہہ نقل کریندے۔ ایتے نقل نہ پہنچے جو استاد سدیندے

حکایت مشہور ہے کہ ایک خاکروب حب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گذرتا تو آپ
اُسیوقت کھڑے ہو جاتے۔ حاضرین نے سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہہ میرا اُستاد ہے
اِس امر کا کہ کتا جب لات اُٹھا کر پیشاب کرتا ہے اُسوقت بالغ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ علمہ اتم الراقم
محمد لودیانوی۔ شاہ عبد القادر صاحب نے موضح القرآن کے فوائد میں بیان کیا ہے کہ اللہ جل شانہ
نے حق اُستاد کا نہ فرمایا ماں باپ کا بیان کیا اِسواسطے کہ اُستاد کا حق رسول کے حق میں آگیا
کہ نائب رسول ہے۔ انتہی۔ بالحاصل۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء
لہذا ضرور حقوق اُستادی انبیاء کے حقوق میں شمار ہیں ایذا دینے والا نبیوں کا ملعون ابدی
ہوتا ہے۔ چنانچہ آیات میں جا بجا مذکور ہے حکم ایذا دینے والے کا بغیر موجب شرعی کے

استاذوں کو شرع اس پر ہے لائق امامت و استفتاء و دیگر احسانات دینی و دنیاوی سے کے شرعاً لائق ہوگا۔ اگر حکومت اسلام ہو تو سخت سزایاب ہوا۔ اب مسلمانوں کو اس فسادانہ سے کہ ایسے شخص سے کنارہ کشی کریں۔ فقط۔ الراقم اسمٰعیل عفی عنہ۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا بعد اس کے دو پسر اور ایک دختر اور ایک زوجہ باقی رہی شرعاً ترکہ اس کا کس طرح تقسیم ہونا چاہئے۔ بینوا توجروا۔ فقط

جواب۔ اللّٰہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ اول اس کے مال سے دین اور مہر ادا کیا جاوے بعد ازاں کل باقی مال کو چالیس حصہ کیا جاوے اس میں سے پانچ حصہ زوجہ کو اور سات دختر کو اور چودہ چودہ ہر دو پسران کو حصے دئے جاویں۔ بعونہ الصلوٰۃ مسئلہ

کذا فی السراجی واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی + **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ذبح کرتے وقت عقدہ یعنے کنٹھی سینہ کی طرف رہ جاوے تو اس ذبیحہ کا گوشت درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط **جواب**

اللّٰہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ یہ مسئلہ گرچہ اختلافی ہے لیکن اکثر علماء محققین کے نزدیک گوشت مذکورہ حرام نہیں۔ قال العینی فی شرح الہدایۃ سئل الامام الرستغفنی عمن ذبح شاۃ وبقیت عقدۃ الحلقوم مما یلی الصدر اتوکل ام لا قال ہذا قول العوام ولیس بمعتبر فتحوز اکلہا سواء بقیت العقدۃ مما یلی الراس او مما یلی الصدر لان المعتبر عندنا قطع الاکثر من العروق وہذا مع الائمۃ لا یعتبر بکون العقدۃ من فوق او من تحت الاتری الی قول محمد بن الحسن فی الجامع لا باس بالذبح فی الحلق کلہ اسفل الحلق او وسطہ او اعلاہ فاذا ذبح فی الاعلی لا بدان تبقی العقدۃ من تحت ولم یلتفت الی العقدۃ ولا فی کلام اللہ ولا فی کلام رسولہ بل الذکوۃ بین اللبۃ واللحیین بالحدیث انتہی۔ وفی الشامی ومثلہ فی المسح عن البزازیۃ وبہ جزم صاحب الدرر لکن جزم فی النقایۃ والمواہب بانہ لا بدان تکون العقدۃ مما یلی الراس ویہ قال الزیلعی وقال الرستغفنی مشکل فانہ لم یوجد فیہ قطع الحلقوم ولا المری واصحابنا وان اشترطوا قطع الاکثر

فلا بد من قطع احدہما عند الکل واذا لم یبق شیئ من العقدۃ مما یلی الراس لم یحصل قطع واحد
منہا فلا یوکل بالاجماع آہ واردہ محشیہ الشلبی والحموی وقال المقدسی قولہ لم یحصل قطع واحد
منہا ممنوع بل خلاف الواقع لان المراد بقطعہما فصلہما عن الراس او عن الاتصال بالعقدۃ
انتہی ۔ وقال الرملی لا یلزم منہ عدم قطع المری اذ یمکن ان یقطع الحرقد وہو اصل اللسان و
ینزل علی المری فیقطعہ فیحصل قطع الثلاثۃ انتہی ۔ اقول والتحریر للمقام ان یقال ان کان
بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع ثلاثۃ من العروق فالحق ما قالہ شراح الہدایۃ تبعا للرستغفنی
والا فالحق خلافہ اذ لم یوجد شرط الحل باتفاق اہل المذہب ویظہر ذالک بالمشاہدۃ او سوال
اہل الخبرۃ فاغتنم ہذا المقال ودع عنک الجدال انتہی ما فی الشامی ۔ حاصل اس عبارت کا یہ کہ
اس مسئلہ میں علما مختلف ہیں ۔ صاحب شامی نے آخیر میں بطور محاکمہ کے یہہ لکھا ہے کہ اگر وقت
ذبح کرنے کے عقدہ یعنی گھنڈی سینہ کی طرف رہے اور سوائے حلقوم کی باقی تینوں رگیں کٹ
جاویں تو درست ورنہ کہانا اُس کا حلال نہوگا ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی ۔

باسمہ سبحانہ کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بوقت وعظ نصیحت یہہ کہتا ہے کہ مسلمانی
کتنے لمبے چوڑے ہے اور کیا چیز ہے اللہ میں رسول کو نہیں جانتا کہ کون تہا جو کوئی مجہ کو
شراب وبہنگ وچرس و نشے وزنا وغیرہ سے منع کرے میں تو اُس کو سُوہر کہلاؤں گا اور
خود بہی کہاؤں گا ۔ اور بعض اشخاص اس شخص کے معاون ہوں تو اب بموجب شریعت وہ اور اُس کے
معاون کون ہوئے اور اُن کی کیا سزا اور تعزیر ہے اور نیز یہہ شخص اور اُس کے معاون توبہ سے
بہی منکر ہیں اور اُن سے ملنا برتنا کیسا ہے اس کا جواب مفصل مع سند تحریر فرماویں
کیونکہ مسئلہ متعدیہ ہے **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ ایسے شخص کے مرتد ہونے
میں شک نہیں کیونکہ انکار کرنا حضرت کا جو بانی مبانی شریعت اسلام کے ہیں اشد کفر ہے
اور جو شخص اُس کی اعانت کرتے ہیں اور اُس کو اچہا جانتے ہیں وہ بہی دائرہ اسلام سے
خارج ہیں مسلمانوں کو لازم ہے کہ ان سے علیحدہ اپنے آپ کو رکہیں اور ان کے ساتھ کوئی

مسالمہ نکریں دینی ہو یا دنیاوی اسی واسطے شارع نے ایسے لوگوں سے سوائے اسلام قبول
کرنے کے اور کوئی طریق توبہ قبول کرنے کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ یعنے کافروں کو رعیت بناکر
مثلک اہل اسلام حکومت اسلامی میں رکھ سکتا ہے۔ اور مرتد کو بدوں قبول کرنے اسلام کے
رہائی کسی طرح نہیں دے سکتا۔ قال فی البدائع توضع الجزیۃ علی اہل الکتاب وعبدۃ الاوثان
ولا توضع علی المرتدین لایقبل منہم الا الاسلام انتہی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ظہر کا ادا کرنا
بعد جمعہ کے لازم ہے یا نہیں اور تراویح میں بیس رکعت ہیں یا آٹھ۔ بینوا توجروا۔ فقط

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ اس ملک ہند میں بسبب نہ پائے جانے حکومت
اسلام کے جمعہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک فرض نہیں ہوتا۔ اسی واسطے ظہر پڑھنا لازم ہے
اور تراویح چاروں اماموں کے نزدیک بیس رکعتیں ہیں۔ جو شخص ظہر بعد جمعہ کے ادا کرنے سے
منع ہووے اور تراویح کو آٹھ رکعتیں قرار دے وہ شخص لامذہب ہے۔ ایسے شخص کو جماعت میں امام
ہونے دے۔ یہہ دونوں مسئلے کتب فقہ میں مثل عینی و فتح القدیر وغیرہ میں بسط کے ساتھ مرقوم
ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی دختر کا شرع جواب دیکر فوت ہوگیا اب وہ لڑکی چودہ
سال کی ہے اور اس کا ایک بھائی سولاں برس کا ہے۔ اور دو عم ہیں اور والدہ ہے اب
اس کے نکاح کیواسطے شرعا ولی کس کو قرار دیا جاوے۔ بینوا توجروا۔ فقط

جواب
اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ اگر ایجاب قبول جانبین سے بروقت شرع جواب پوری
طور پر وقوع میں آیا ہو تو نکاح اسی وقت کا قائم ہے اور نکاح کرنے کی اور ولایت کسی
کی درکار نہیں۔ اگر ایجاب قبول وقوع میں نہیں آیا پس اگر وہ دختر متوفی کی اس وقت
بالغہ ہے۔ تب بھی ولایت کی حاجت نہیں خود ہی مختار ہے اور اگر بالغہ نہیں تو بھائی اسکا
اگر بالغ اور عاقل ہے تو اس کو نکاح کر دینے کی شرعا ولایت ہے اور اگر وہ بالغ و عاقل

تقسیم بطور وصیت سے نہیں۔ پس بعد میں کوئی وارث فسخ نہیں کر سکتا۔ اگر یہ تقسیم بطور
وصیت کے کی تھی کیونکہ بسبب انتقال کے پہلے اس نے سہام ابین اپنے تقسیم کر لیا اور بعد
میں ثانی بموجب وصیت کے برضا و رغبت عمل در آمد کر کے تابعین ہو گئی۔ تو البتہ یہ
تقسیم داخل وصیت ہے۔ لیکن یہ وصیت شرعاً جائز نہیں کیونکہ جو وصیت وارثوں کے
بعد کل وارث اس پر رضامند ہو جاویں تو وہ شرعاً صحیح ہے۔ لا کمال فی الدر المختار
ولا لوارثہ الا باجازۃ ورثتہ انتھی۔ لہٰذا جب تقسیم مذکور شرعاً صحیح ہو گئی تو اس کو اولاد
بعض وارثوں کی کیا بلکہ خود وارث اس کو فسخ کرا نہیں سکتے۔ کذا فی کتب الفقہ واللہ اعلم
وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد نور دیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے دخول کیا اور بغیر انزال ہونے کے
اپنے عضو مخصوص کو فرج عورت سے نکال لیا تو ایسی صورت میں ان دونوں پر غسل شرعاً
واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط۔ **جواب**۔ اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ بصورت
مسئولہ غسل مرد و عورت دونوں پر شرعاً واجب ہے۔ قال فی الہدایۃ والمعانی الموجبۃ للغسل
انزال المنی الی قولہ والتقاء الختانین من غیر انزال لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اذا التقی الختانان
وغابت الحشفۃ وجب الغسل انزل اولم ینزل انتھی وفی الکفایۃ عن المبسوط واذا
التقی الختانان وغابت الحشفۃ وجب الغسل انزل اولم ینزل وھو قول المہاجرین کعمر و
علی وابن مسعود رضی اللہ عنہم واما الانصار کابی بن کعب وحذیفۃ وزید بن ثابت رضی اللہ
عنہم قالوا لا یجب الاغتسال بالاکسال مالم ینزل وبہ اخذ سلیمان الاعمش بظاہر قولہ علیہ الصلوۃ
والسلام الماء من الماء ولنا ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام قال اذا التقی الختانان وجب الغسل
انزل اولم ینزل والاصح ان عمر رضی اللہ عنہ لم یسمع للانصار ھذا الاجتہاد حتی نقل زید
الی عمر فتیاہ ھذہ الفتوی الی النبی ظہرت منک فقال سمعت عمومتی من الانصار یقولون
کذا فکلھم عمر رضی اللہ عنہ فسالہم فقالوا کنا نفعل علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ولا نغتسل فقال او كان يجد ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالوا لا فقال لسرعن تسنين وبعث

الی عائشۃ رضی اللہ عنہا فسالہا فقالت فعلت ذالک مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وافتسلنا فقال عمر لئن بلغنی عدت الی ہذا الا وجعتک انتہی۔ خلاصہ۔ مطلب اس عبارت کا یہہ ہے کہ اس مسئلہ کا تذکرہ حضرت عمرؓ کے وقت میں ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غسل کا واجب ہونا ثابت کرکے سب کو اسی پر عمل کرنے کا حکم دیا اور فرمایا جو اس کے خلاف فتویٰ دیگا اسکی ہرگز شاہی کروں گا۔ یعنے اسکو درّے لگاؤنگا۔ والسلام علم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی + **باسمہ سبحانہ** کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو کوئی خلافت خلیفہ اوّل کی برحق قرار نہ دے اور یہہ کہے کہ حق خلافت کا حضرت علیؓ کو تھا خلیفہ اوّل نے زبردستی سے یہہ عہدہ لیکر ترکہ دبا لیا اہل سنت جماعت کے پاس اس باب میں سوائے اجماع کے کوئی دلیل نہیں اور اس اجماع کو باطل اور ناحق قرار دیتا ہے ایسا شخص شرعًا کافر ہے یا ضال۔ بینوا توجروا۔ فقط۔

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقًا والباطل باطلا۔ ایسے شخص کے گمراہ ہونے میں شک نہیں۔ بلکہ خوف کفر کا ہے کیونکہ اجماع خلیفہ اوّل کی خلافت پر قطعی الثبوت ہے اور ایسے اجماع کا منکر شرعًا کافر ہے۔ جیساکہ کتب اصول مثل تلویح وغیرہ میں موجود ہے اور نیز ثبوت خلافت خلفاء اربعہ کا قرآن سے بھی علماء اہل سنت نے مثل آفتاب کے ثابت کردیا ہے۔ **شاہ عبدالعزیز** صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ جس طرح پر خلفاء ثلثہ کی خلافت واقع ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی یہی طریقہ پسندیدہ اور حق تھا اور اس امر کے دلائل آیات قرآنی اور احادیث نبوی اور اجماع اُمت اور اقوال عترت موجود ہیں جیسا کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں ہزاراں دلائل قرآن اور حدیث اور اجماع اور اقوال عترت مدلل طور سے موجود ہیں۔ میں اس میں سے بطور مختصر کچھ نقل کرتا ہوں۔

قال اللہ تعالیٰ۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین

من قبلکم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی ولا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاؤلئک ھم الفاسقون۔ حاصل ترجمہ پس آیت کا یہ ہے کہ ایک جماعت کو ان میں سے زمین پر مسلط کریگا جیسا کہ پہلے لوگوں کو زمین پر خلیفہ کیا تھا۔ مثل حضرت داؤد کی جیسا کہ اُن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یا داؤد انا جعلنا خلیفۃ فی الارض۔ اور نیز وعدہ فرمایا کہ دین اُنکا جو پسندیدہ پروردگار کا ہے زمین میں اُسکو تمکان دیگا۔ یعنے خدا تعالیٰ اُن کے دین کو رائج اور شائع کریگا اور یہہ بھی وعدہ فرمایا کہ جیسا تم کو اب کافروں کا ڈر اور خوف ہے اُس کو بدل کر امن عطا فرمائیگا۔ غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اگر خلافت خلفاء ثلثہ کی ظلم اور باطل معاذ اللہ قرار دیجاوے۔ تو اللہ تعالیٰ کا یہہ وعدہ معاذ اللہ کذب ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ خلافت موعودہ اور کسی زمانے میں پائی نہیں گئی پس انکار خلافت خلفاء کا حقیقت میں انکار قرآن کا ہے اور کلام الٰہی کو کاذب قرار دیتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ اور اس آیت مذکورہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں بیان کیا ہے۔ کما نقل۔ فی نہج البلاغۃ الذی ہو من مشاہیر کتب اہل التشیع قال اللہ تعالیٰ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرا حسنا وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما۔ اس آیت سے مرادوہ قبائل اعراب ہیں جنہوں نے سفر حدیبیہ میں حضرت کا ساتھ نہیں دیا۔ مثل قبیلہ اسلم وجہینہ وغیرہ اور ان سے جہاد بموجب اجماع تو ربعین ہر دو فریق حضرت کی حیاتی میں نہیں ہوا۔ بلکہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں ہوا۔ پس اس آیت سے حضرت ابو بکر صدیق اکبر کی خلافت کا حق ہونا قطعی طور سے ثابت ہوا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اطاعت کرنے والوں کو وعدہ اجر کا کیا اور اعراض کرنے والوں کو عذاب الیم کا مستحق قرار دیا اگر خلیفہ اول کی خلافت حق نہ ہوتی تو اُن کی اطاعت معاذ اللہ موجب عذاب ہوتی نہ موجب اجر۔ قال اللہ تعالیٰ۔ یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن

دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکٰفرین یجاہدون فی سبیل اللہ
ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم - اس آیت میں
اُن لوگوں کی تعریف ہے جو کمالات مذکورہ سے موصوف ہوں بغائت درجہ کے کاوہ جب
اوّل خدا تعالیٰ کا قرب جو لفظ یحبہم ویحبونہم میں مذکور ہے۔ دوسرا معاملہ اُنکا ساتھ مومنوں کے
تیسرا معاملہ اُن کا ساتھ کافروں کے۔ چوتھا معاملہ اُنکا ساتھ منافقوں کے اور ضعیف ایمان
والوں کے اور ظاہر کہ امام کا معاملہ یا خدا سے ہے یا خلقت سے اور خلقت یا مومن ہے
یا کافر یا منافق یا ضعیف الایمان جب ان معاملوں میں امام پسندیدۂ خدا ہو۔ تو اُس کا امام
برحق ہونا ثابت ہوا اسی واسطے خدا تعالیٰ نے آخر ان اوصاف کے فرمایا۔ ذالک
فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم اور جہاد بالاجماع خلیفہ اول اور اس کے تابعداروں
نے مرتدین سے کیا ہے۔ کیونکہ حضرت کے اخیر وقت میں تین گروہ مرتد ہو گئے تھے حضرت
ابوبکر نے اُن سے جہاد کیا۔ یہہ تینوں آیات مذکورۃ الصدر حقیت خلافت و امامت خلفاء ثلثہ
کی ایسی طور سے ثابت کرتی ہیں کہ کسی غیر کا احتمال بالکل باقی نہیں رہتا الا جن کو خدا نے
گمراہ کیا ہے۔ اگر احتمالات باطلہ کا خیال نہ ہے تمام ہوا ترجمہ کلام مولانا شاہ عبدالعزیز
صاحب دہلوی کا بطور کمال اختصار کے واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم الطلباء محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت
ہو گیا۔ اُس کی زوجہ والد شوہر سے بطور ترکہ حصہ طلب کرتی ہے آیا شرعاً زوجہ مذکورہ کو
مال والد شوہر سے جو اُس نے خود پیدا کیا ہے یا جدی جائداد اُس کی ملک میں ہے حصہ
مل سکتا ہے یا نہیں۔ **جواب** - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - زوجہ مذکورۃ السوال
کو والد متوفی کے مال سے شرعاً کچھ نہیں ملسکتا کیونکہ زوجہ پسر ورثا میں داخل نہیں البتہ جو مال
شوہر کی شرعاً ثابت ہو اُس میں سے زوجہ کو بعد منہا کرنے مہر کے چوتھا حصہ شرعاً ملیگا
کذا فی السراجی واللہ اعلم وعلمہ اتم - **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان

شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے ایک مسجد تعمیر کی اور اس کی موجودگی میں امام اہل
محلہ نے مقرر کیا اور بانی مسجد نے نمازیان محلہ کو کاروبار مسجد کا مختار بنایا۔ اب بعد مرنے
عورت مذکورہ کے غیر شخص لوگ جو قوم بانی مسجد کے کہلاتے ہیں ارادہ کرتے ہیں کہ امام قدیم
کو معزول کر کے اور امام حرام خور کو مقرر کریں آیا یہ معزول کرنا شرعاً ان کے اختیار میں ہے یا نہیں
جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ امام قدیم کا معزول کرنا اُن کے اختیار میں نہیں
بلکہ نمازیان محلہ کا اختیار امام کے مقرر کرنے کے بارے میں بانی مسجد سے بھی شرعاً زیادہ ہے
بشرطیکہ جس امام کو نمازیان مسجد مقرر کرنا چاہتے ہوں افضل اور اصلح ہو اُس شخص سے جس کو
بانی مسجد امام بنانا چاہتا ہو۔ قال فی الدر المختار والبانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن
الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی۔ انتہی۔ واللہ اعلم واتم۔ **باسمہ سبحانہ**۔ ما
قول العلماء الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ فی ان قیام رمضان الذی یعبر عنہ بالتراویح مروی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ام لا وعلی الاول الکمیۃ رکعاتہ مروی ام لا۔ بینوا توجروا۔ **جواب**
اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ اعلم ان قیام رمضان وصلوۃ التہجد کلاہما مرویان عن النبی صلی اللہ
علیہ وسلم والفرق بینہما ان صلوۃ التہجد کانت فی النصف الاخیر من اللیل ولم یکن بجماعۃ فی المسجد
بخلاف قیام رمضان فانہ ثابت منہ صلی اللہ علیہ وسلم من اول اللیل بجماعۃ فی المسجد
رواہ الترمذی عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یصل بنا حتی بقی سبع من الشہر
فقام بنا حتی ذہب ثلث اللیل ثم لم یقم بنا فی السادسۃ وقام بنا فی الخامسۃ حتی ذہب شطر اللیل
الحدیث وکذا عدد الرکعات مروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث ابن عباس ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم صلی عشرین رکعۃ سوی الوتر رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی فی معجمہ والبیہقی
فی سننہ لا یقال انہ ضعیف فلا یستقیم حجۃ لانا نقول ان تعیین عشرین رکعۃ فی زمان عمر مع
سائر الصحابۃ علیہ دلیل قاطع فی کونہ توقیفیا مسموعا من الشارع لانہ من باب التشریع ولیس
للعقل فیہ مدخل کما بین فی موضعہ ہذا خلاصۃ ما ذکر شیخ الاسلام فی شرح البخاری حیث قال کتب

در حدیث صحیح در قیام رمضان از عائشه که جهد میکرد در رمضان آنقدر که نمی کرد در غیر رمضان و
در عشر اواخر آن قدر که نمیکرد در غیر عشر و در مسلم از انس آمده بود که آنحضرت قیام میکرد در رمضان
پس آمدم پس ایستادم به پهلوی آن حضرت و آمد مردے پس دیگر ایستاد تا آنکه جماعت
شدیم پس معلوم کرد آنحضرت که ما پس ایستادیم گشت که سبک بگذارد. نماز پس تر در منزل
خود را پس گذارد. نمازے که نمی گذارد آنجا نزد ما الحدیث و این ظاهر است که قیام رمضان
زائد بود. بر معتاد تهجد و بیرون میگذارد. و حدیث ابی ذر در سنن ابو داؤد و ترمذی و نسائی که روزه
داشتیم با آن حضرت رمضان را پس قیام نکرد با ما تا آنکه باقی ماند هفت شب از ماه پس قیام کرد.
با ما تا آنکه گذشت ثلث شب پس تر قیام نکرد با ما در ششم شب باقی پس تر قیام کرد. با ما در پنجم باقی تا آنکه
گذشت نصف شب پس گفتیم یا رسول الله اگر باقی شب هم نفل کنانی ما را بهتر باشد فرمود کسیکه
قیام کند با امام تا آنکه برگردد نوشته میشود قیام تمام شب او پس تر قیام نکرد با ما تا آنکه باقی ماند سه شب
از ماه پس نماز گذارد با ما در سوم شب باقی و خواند اهل خود را و زنان خود را پس قیام کرد با ما
تا آنکه ترسیدیم فلاح را یعنی سحور را دلالت دارد بر استحباب امر قیام رمضان بجماعت و ثبوت عمل آنحضرت
بدان در اول شب و آخر شب بجماعت قصداً بخلاف تهجد که جز در نصف آخر ثابت نشده و جماعت
دران و گذاردن آن میان مردم در مسجد معهود گشته و چون آنحضرت بعد گذاردن چند شب
عذر ذکر فرمودند لاجرم گذاردن آن بدین وجه سنت تقدیری بود. یعنی اگر خوف نمی بود
مواظبت میکرد و بدانکه عدد رکعات درین قیام که قرار یافت چه بود. در موطا از یزید بن
رومان آمده که قیام میکردند مردم در زمان عمر به بست و سه رکعت و بیهقی در معرفت از سائب
بن یزید آورده که قیام میکردیم در زمان عمر به بست رکعت و وتر نووی در خلاصه گفته اسناد آن
صحیح است و مالک در موطا نیز از سائب مانند آن ذکر کرده و محمد بن نصر از طریق عطا آورده
دریافتم ایشان را در رمضان که نماز میکردند بست رکعت و سه رکعت وتر و در روایت موطا از
سائب یازده رکعت نسبت کرده و ند آن را بوهم و نزد اختلاف در طریق سائب رجوع

باید کرد بطریق دیگر ثابت شد از طریق رومان و عطا بست رکعت پس اعتماد بران بالقطع
احتمال دارد که یازده در اوّل امر بود چنانچه مشہور ست بدان لفظ روایت کرد امر کرد عمر ابی بن
کعب و تمیم داری را که قیام کنند در رمضان ہزده رکعت الحدیث بعد ازاں قرار یافت امر
بست رکعت سواے وتر و از آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز روایت ابن عباس در رمضان
بست رکعت آمده سواے وتر در مصنف ابن ابی شیبہ و معجم طبرانی و سنن بیہقی ولیکن گفته اند
که ضعیف است بسبب ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان و ظاہر آنست که تعدد بر رکعات قیام رمضان
در زمان عمر رضی اللہ تعالی عنہ بلی توقیف و سماع از آں حضرت رسالت بعمل نیامده چنانچه گفته اند
که امثال این چیزہا حکم مرفوع دارد غالبا از ابن عباس یا از طریق دیگر حدیث رسیده که تعدد از
امیر المؤمنین یازده رکعت به بست و سه رکعت با وتر و سکوت کردند سائر صحابہ و عمل کردند۔
بدں گویا واقع شد اجماع بران و مدار اہل اصحاب حجت است ہمچوں مرفوع خصوصا که باجماع باشد
انتہی ملخصا و بعد اللتیا والتی ان فرض ان التراویح وکمیتہا لم یرویا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بل ہما حدثا بامر عمر رضی اللہ تعالی عنہ قلنا ان نثبت الامرین بالقرآن بہذا الوجہ قال اللہ تعالی
ما آتاکم الرسول فخذوه وقال علیہ الصلوة والسلام لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی
ابی بکر و عمر رواه الترمذی عن حذیفة ولیکن ہذا آخر تحریرنا والحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام
علی سید المرسلین وعلی آلہ والصحابة والائمة اجمعین الی یوم الدین مہ باسمہ سبحانہ۔

ماقول العلماء والفضلاء فیمن قال ان شد الرحال لزیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز لقولہ
علیہ الصلوة والسلام لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد۔ بینوا توجروا •

جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - قول ذالک الشخص مردود ولعل کان مقصوده۔ ترویج قول ابن
تیمیة الذی ہو امام الفرقة الضالة التی سمیت فی دیار الہند بغیر المقلدین فانہ ذہب الی منع
زیارة قبر النبی کما نقل القسطلانی و مذہبہ باطل بوجوه حیث قال وقد بطل بامرین التقدیر بلا
تشد الرحال الی مسجد للصلوة فیہ المتضمنة لحدیث ابی سعید الخدری فی مسند احمد باسناد حسن مرفوعا

او یکون الی ریبۃ فلا یلتبس بالحرام ولی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب اہل الامان و تحریر

الحبراءات ووفتر بیاع و صراف و سمسار و جوز محمد زادہ و قاضی و شاہدان نوشتن بہ قبیل و ہیچ

انتہی و فی رد المحتار و کذا منشور القاضی و الوالی و عامۃ الاوامر السلطانیۃ مع جریان العرف

و العادۃ بقبول ذلک بمجرد کتابۃ و امکان تزویرہا فی السلطان لا ینفع ذلک لانہ لا یتضمن

مہر و امر نادر و لان شیخ و ہو انہ من امکان تزویر الشہود ۔ انتہی واللہ اعلم و علمہ اتم الراقم محمد عبد

باسم سبحانہ ۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندرین مسئلہ کہ تابوت یا چارپائی یا جنازہ زن مردہ اجنبی

یا شوہر را برداشتن جائز است یا نیست و در میان برداشتن ولی و شوہر و اجنبی چہ قدر فرق است

بینوا توجروا ۔ فقط ۔ **جواب** ۔ اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا ۔ برداشتن جنازہ ہر زن را

روا و درست است محرم و غیر محرم شوہر و اجنبی درین امر برابر اند ۔ زیرا کہ فقہاء درین امر جنازہ زن

از جنازہ مرد جدا نساختہ اند ۔ قال فی الشامی ندب لہا الناس بحمل علیٰ ایدیہم بحرا انتہی ۔

و قال فی المستخلص لان حمل جنازۃ عبادۃ فینبغی ان یتبادر الیہ کل واحد کذا فی الکفایۃ ۔ یعنی برداشتن

جنازہ عبادت است ہر شخص را درین امر مبادرت باید کرد محرم و غیر محرم درین امر برابر اند و زیرا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت دفن کردن ام کلثوم دختر خود ابو طلحہ را فرمود کہ لاش او را در

قبر فرو بردہ بنہد ۔ روی البخاری عن انس بن مالک قال شہدنا دفن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فرأیت عینیہ تدمعان و قال ہل فیکم من احد لم یقارف اللیلۃ

فقال ابو طلحۃ انا قال انزل فی قبرہا قال فنزل فی قبرہا ۔ گفت انس حاضر شدیم دفن ام کلثوم

دختر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نشستہ بودند بر لب قبر پس دیدم دو

چشم او را کہ اشک میریخت پس گفت آیا در شما از کسے است کہ جماع نکردہ باشد امشب پس گفت ابو طلحہ

منم کہ جماع نکردہ ام فرمود پس فرود آ درین قبر گفت انس پس فرود آمد ابو طلحہ در قبر او و درین دلالت

است بر آنکہ در نیابند قبر را مگر مردان اگرچہ میت زن باشد زیرا کہ تجویز نکرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

در آمدن زنان را درین ہنگام انتہی مترجم شیخ الاسلام واللہ اعلم و علمہ اتم الراقم محمد عبد اللہ یانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی غلب اہل الحق علی من لبس
الباطل بالحق والصلوۃ علی النبی الذی
اختص بفصل الخطاب والسلام علی الرسول
الذی اختیر من بین الاحباب وعلی آلہ واصحابہ
الذین خربوا بنیان الکفر والبدعۃ والاعلام الذین
اسسوا قواعد الاسلام والشریعۃ وجمیع المسلمین
الا المبتدعین الذین خسروا فی الدنیا والآخرۃ
وہم امن درک الدولۃ القاہرۃ ایاکم والبدعۃ
الخبیثۃ وعلیکم بالسنۃ السنیۃ المعبد فالتمس
منی بعض خلانی وخلص اخوانی ان تدون رسالۃ
علی طریق السنۃ الجزیلۃ منزلۃ لمفاسد اہل
البدعۃ الرذیلۃ فلم ار النجاح الا بانجاح امولہم
واسعاف مسئولہم وسمیتہا بالفیوض المحمدیۃ ردا
للمفاسد الردیۃ فہا انا اشرع فی المقصود مستفیضا
بذی الفیض والجود ورتبتہ علی خمسۃ فیوض الفیض
الاول فی الصدقۃ والفیض الثانی فی الدعاء
للاموات والفیض الثالث فی وصول الثواب
للمیت والفیض الرابع فی البدعۃ والفیض الخامس

سب تعریف اللہ کو جس نے غالب کیا اہل حق
کو اوپر اہل ضلال کے اور درود و سلام ہو اوپر رسول
خدا کے جو مختص ہیں ساتھ جدا کر دینے حق
کو باطل سے اور وہ پیغمبر خدا پر جو اختیار
کئے گئے دوستوں میں سے اور اوپر آل اور
اصحاب پر جنہوں نے اکھاڑ دیا بنیاد اہل
کفر اور بدعت کو اور اوپر اماموں دین کے جنہوں نے قواعد
اسلام کی بنیاد ڈالی اور سب مسلمانوں پر سوا اہل بدعت کے
جنہوں نے دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھایا
اور نابینے ہو گئے دولت دین کے پہچاننے
سے بچاؤ اپنا کر بدعت اور لازم پکڑو سنت کو پس
خواہش کری میرے بعض دوستوں نے ہر کہ ایک رسالہ
موافق سنت کے تحریر کیا جاوے تاکہ بدعت کی برائی ردید ہو جاوے
پس میں نے اس امر کو قبول کر کے یہ رسالہ کی فیوض محمدیہ تحریر کیا
میں اس رسالہ کو ساتھ توفیق ایزدی کے شروع کرتا ہوں مرتب کیا
میں نے اسکو اوپر پانچ فیض کے فیض اول صدقہ میں
فیض ثانی دعا اموات میں فیض سوم میت کو ثواب
پہنچانے میں فیض چہارم بدعت میں۔ فیض پنجم

فی بیان ما هو غیر المنصوص الاول فی الصدقة
الصدقة ثابتة بالآیات و الاحادیث قال الله
تعالی وما انفقتم من خیر الآیة قال النبی صلی الله
علیه وسلم اذا مات الانسان انقطع عمله الا من
ثلاثة صدقة جاریة الحدیث الا ان التعیین
الذی اخترعه اهل البدعة یوم الثالث والعاشر
وغیر ذالک لم یوجد فی کتب المعتبرة کما ان فضلا
ان یکون فی الاحادیث اثر بل روایات الفقهیة
تدل علی کمال الکراهة الا تری انهم یکرهون تعیین
سورة من السور لصلوة بل یکرهون ادامة الاوساط
والطوال والقصار فی اوقاتها مع وروده السنة
بقدرتها وایضا تخصیص هذه الایام عادة الهنود کیف
وقال النبی صلعم من تشبه بقوم فهو منهم روایته۔
مجموع الروایات بعدم صحیح نقلها مردودة علی حاملها
ومثل ان الصدقة کلی طبعی فلا وجود لها الا بوجود
افراد والصدقة المعینة والمشخصة بالزمان
والمکان فرد له مرجوح بوجهین الاول ان الزمان
والمکان لیسا من المشخصات والا یلزم ان ینعدم
الاشخاص بتعاقب الاوقات وتبدل المکانات
والثانی ان تعیین زمان دون زمان مع کونه
ترجیح بلا مرجح بل ترجیح المرجوح تامل فانه دقیق

بیچ بیان اس چیز کے جو غیر خدا کیواسطے ذبح کیا جائے
غیر منصوص اول صدقہ میں صدقہ ثابت ہے آیات واحادیث سے
فرمایا اللہ تعالی نے جو مال نیک کام میں خرچ کروگے اس
کا عوض خدا تعالی تم کو دیگا۔ فرمایا آنحضرت نے جب آدمی
انتقال کرجاتا ہے اسکا عمل بھی منقطع ہوجاتا ہے مگر جو شخص
مثلاً مسجد تعمیر کرکے یا علم دین پڑھاکر یا اولاد نیک چھوڑکر
انتقال کرگیا ہو تو اسکو بعد وفات کے بھی ثواب پہنچتا ہے
لیکن مقرر کرنا تیسرے ساتویں دسویں دن وغیرہ کا کتب معتبرہ
ثابت نہیں بلکہ روایات فقہیہ اس کے خلاف پر ہیں
دیکھو مقرر کرنا ایک سورۃ کا نماز کیواسطے علماء نے مکروہ
لکھا ہے اور نیز مقرر کرنا ان ایام کا ہنود کی عادات سے ہے
پس کس طرح درست ہوگا حالانکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان ہے کہ جو شخص جن لوگوں کے ساتھ مشابہت
کریگا قیامت میں انہی کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ پس جو لوگ
واسطے تعیین ان ایام کے کتاب مجموع الروایات
کو سند پکڑتے ہیں بالکل پاگل ہیں جو کلی قرار دیکر
اس کو اس کی جزئی بناکر استدلال پکڑتے
ہیں۔ بالکل نادان ہیں۔ کیونکہ جزئی ہونے
میں ہر وقت برابر ہے۔ کسی وقت
معین کو دوسرے وقت پر ترجیح
دینی بلا دلیل ہے۔

فالقول بجوازه مخالف للمعقول والمنقول وبعيد
جداً فانی هذا والاستدلال بالاحادیث الواردة
فی فضائل الایام للجمعة والعیدین وشهر الصیام
لیس بشیء اذ الکلام فی التعیین لا التفضیل واین
هذا من ذالک علی ان التعیین فیها من الشارع
وفی تلک المسئلة من عندکم علی ان التعیین حکم شرعی
خالف القیاس فیقتصر علی مورده الفصل الثانی
فی الدعا بالدعاء مؤثر عند اهل السنة خلافا للمعتزلة
قال الله تعالی ادعونی استجب لکم الآیة۔ قال رسول الله
صلعم الدعاء مخ العبادة الا ان تخصیص قبل اکل الطعام
لم یثبت بعدا اما التمسک بحدیث ابی هریرة رض یوم غزوة
تبوک حیث دعا النبی صلعم علی فضل ازواد الصحابة
سخیف جدا اذ منطوق الحدیث دعا النبی صلعم
للزیادة لا لایصال الثواب ولا اظنک شاکا فی کونه
معجزة نبیه ولا تکن من الخاسرین واما قراءة القرآن
علی الطعام فلم یثبت مطلقا والقیاس علی الدعاء
مع عدم ثبوته قبل الاکل مع الفارق لجوازه مع الجنب
والنفساء بخلافها وعدم جواز الصلوة الا بها
نقل عن بعض المحققین فی تعلیقاتهم علی عین العلم
ان رسول الله صلعم ما انتظر دواماً قط یعنی ان
رسول الله صلعم لم ینتظر للدوام بعد حضور الطعام

پس جائز قرار دینا بالکل عقل اور نقل کے خلاف
ہے۔ اور جو لوگ ان احادیث کو جو فضائل جمعہ
اور عیدین اور ماہ رمضان میں وارد ہیں
دلیل کہتے ہیں لائق اعتبار نہیں کیونکہ کلام
تعیین میں ہے نہ فضیلت میں اور نیز تعیین
ان میں خود شریعت نے کر دی ہے تم نے اپنے
پاس سے نہیں کری ہے فصل ثانی دعا
میں ہے۔ دعا تاثیر کرتی ہے سنت جماعت کے
نزدیک۔ البتہ فرقہ معتزلہ دعا کو موثر نہیں
جانتے۔ خدا جل شانہ فرماتا ہے دعا کرو رب اپنے
سے فرمایا رسول اللہ صلعم نے دعا مغز عبادت کا ہے لیکن
کھانے سے پہلے خاص کر مقرر کرنا دعا کا ثابت نہیں اور
حدیث ابوہریرہ کے ساتھ دلیل پکڑنے جو آنحضرت صلعم
نے صحابہ کے کھجوریں وغیرہ جو سب کم ہو جاتی زاد کے
دعا فرمائی تھی بالکل لغو ہے کیونکہ یہ کہیں دعا واسطے
زیادہ ہو جانے زاد کے تھی نہ کہ واسطے ایصال ثواب کے
اور نیز یہ معجزہ تھا اور یہ پڑھنا قرآن کا اوپر طعام پر جو ختم کہتے ہیں
بالکل ثابت نہیں اور دعا پر قیاس کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ فارق ہے
دعا جنبی اور حائضہ کو بھی درست ہے قرآن پڑھنا درست نہیں اور
عین العلم کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حضرت صلعم نے بعد حاضر ہونے
طعام کے دعا خورش کا کبھی انتظار نہیں کیا

بل كان يشرع في الاكل بالتسمية بعد حضوره و
قراءة القرآن بعدها قبله عند حضوره زيادة على
السنة والزيادة نسخ كما بين في موضعه فقراءة القرآن
عليه نسخ لسنته صلعم والعمل الرافع للسنة مكروه۔
فالقراءة عليه مكروه وفي فتاوى البزازية كره قراءة القرآن
عند اتخاذ الطعام نقله في الصغيرى والكبيرى فالقول
بعدم كراهة قراءة القرآن على الطعام مخالف للرواية
والدراية۔ **الفيض الثالث** . في وصول
الثواب اختلف الائمة والاكثرون على وصوله
والكتب مشحونة بذكره يعنى ان ثواب الدعاء وقراءة
القرآن يصل الى الميت على وجه السنة السنية اذا
كان الكل منفردا واما الجمع فبدعة اذ لم يثبت
من السلف والقياس على جواز كل واحد ممنوع لان
حكم المجموع قد يكون غير الافراد۔ كقولنا كل رجل يشبعه
هذا الرغيف فاحفظه فانه يعصمك عن شكوك المفسدين
وترهات المبتدعين لا يقال ان التسمية آية من آيات
القرآن وسنية قراءتها بالاتفاق فلم لا يجوز ان يزاد
عليها سورة اخرى لانا نقول التسمية كونها آية آيتها
نسخ كما مر وايضا القياس مع الفارق لجوازها
للجنب والنفساء بخلاف باقي الآيات وذكر العلامة
في التلويح بما حاصله ان كتابة التسمية قبل كل

بلکہ بسم اللہ کہکر کھانا شروع کردیتے تھے اور قرآن مجید کا پڑھنا
بعد بسم اللہ کے قبل کھانیکے زیادتی ہے سنت نبوی پر اور
زیادتی نسخ ہے جیسا کہ علم اصول فقہ میں کہا ہے پس پڑھنا
قرآن مجید کا بطور ختم سنت کا منسوخ کرنا ہے اور جو چیز
سنت کو منسوخ کرے وہ مکروہ ہوتی ہے پس قرآن شریف
کا پڑھنا طعام پر مکروہ ہوا۔ فتاوی بزازیہ میں ہے۔ مکروہ
ہے پڑھنا قرآن مجید کا طعام پر پس جو شخص اس فعل کو جائز
جانتا ہے قول اسکا روایت اور درایت دونوں کے خلاف ہے
فیض تیسرا۔ ثواب پہنچنے میں۔ ثواب میت کو اکثر
اماموں کے نزدیک پہنچتا ہے یعنے دعا کا کرنا اور قرآن کا پڑھکر
بخشنا ثابت ہے لیکن طعام اور قرآن دونوں کو جمع کرکے
ثواب پہنچانا ثابت نہیں اگر کوئی اعتراض کرے کہ بسم اللہ
ایک آیت ہے قرآن مجید کی اور اسکا سنت ہونا طعام میں
ثابت ہے۔ پس کیوں نہیں جائز کہ اس پر اور کوئی
سورہ زیادہ کیجاوے۔ تو اس کا جواب یہ ہے
کہ فقط بسم اللہ کا پڑھنا مسنون ہے۔ اس
پر زیادہ کرنے سے نسخ لازم آتی ہے۔
اور نیز بسم اللہ کا پڑھنا ناپاک کو
درست ہے۔ باقی قرآن شریف
کا پڑھنا درست نہیں علامہ نے تلویح میں کہا
ہے۔ کہ لکھنا بسم اللہ کا پہلے ہر

سورة للتبرك ومن جوز كتابتها مع الفاتحة قبل كل سورة
للتبرك ليس بزنديقا اذلم ينقل من السلف وبالجملة الجمع
بين العبادات ان كان ماثورا من السلف كان
جائزا والا فبدعة اما ترى ان الجماع مع الزوجة
وقراءة القران واطعام المساكين عند حضور
والصيام كل واحد واحد جائز مع ان الجمع حرام

الفصل الرابع — في البدعة اعلم ان
مذهب اهل التحقيق عدم انقسام البدعة الى الحسنة
فكل ما احدث في امر الدين بعد القرون الثلثة
بدعة قال رسول الله صلعم كل بدعة ضلالة وكل
ضلالة في النار وعند البعض انقسامها قالوا
ان ارتفع بها سنة او واجب او فرض فسيئة و
الا فحسنة فقراءة القران على الطعام بدعة ردية
اتفاقا لانه يفوت السنة المؤكدة التي هي اكل الطعام
بعد التسمية بغير تاخير وايضا يجب حضور القلب
عند قراءة للقاري والسامع مع ان الامر بالعكس
ولهذا جاء في الحديث اذا حضر العشاء والعشاء فقدموا
العشاء على العشاء وايضا من جعل القراءة
وسيلة للطعام جاء يوم القيامة ووجهه عظم ليس عليه
لحم في الطعام ونقل عن الامام الغزالي انه كان يمنع
عن السؤال بارباب ... من قراءة القر

سورة کیواسطے تبرک کے ہی اور جو شخص اسپر قیاس کرے
بسم اللہ کیساتھہ سورہ فاتحہ کو بھی ہر سورہ کے پہلے لکھنا
تبرک کیواسطے درست کہے اسکو زندیق یعنی بیدین کہا جاوے
کیونکہ یہہ متقدمین سے منقول نہیں ہے حاصل کلام کا جو جمع
کرنا عبادات کا متقدمین سے منقول ہے وہ جائز ہی ورنہ
بدعت ہی آیا نہیں خیال کرتا تو کہ جماع کرنا اپنی زوجہ سے
اور تلاوت قرآن کے اور مسکینوں کو اپنے پاس کھانا کہلانا
کھلانا اور روزہ رکھنا ہر یک جدا گانہ عبادت ہی حالانکہ
جمع کرنا انکا درست نہیں۔ **فصل چوتھا** بدعت میں
محققین کے نزدیک بدعت طرف حسنہ کے منقسم نہیں
ہوتی جیسا کہ تصریح کی ہی ساتھہ اسکے مجدد صاحب نے اپنی
مکتوبات میں پس جو چیز قرون ثلثہ کے بعد امر دین میں ایجاد
کیگئی وہ بدعت ہی رسول خدا صلعم نے فرمایا ہی کہ جو بدعت ہے
وہ گمراہی ہی اور جو گمراہی ہے وہ دوزخ میں ہے اور بعضے بدعت
حسنہ کہتے ہیں اسکو جسکے کرنے سے کوئی فرض واجب سنت کی چہوڑ
نہ ہو قرآن مجید کا پڑہنا اوپر کہانے کے بالاتفاق بدعت سیئہ ہے کیونکہ اسکے پڑہنے
سے سنت نبوی بعد بسم اللہ کھانا ہی اور قرآن مجید کی تلاوت میں قاری
کا اور سامع کا دل حاضر ہونا چاہئے باوجود یکہ کہانے کے وقت
دل طعام کی طرف رجوع ہوتا ہے اسیواسطے حدیث میں آیا ہے کہ جب طعام
اور نماز عشا حاضر ہوں تو پہلے طعام کو کہا کر بعد میں نماز عشا
پڑہنی چاہئے اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص قرآن کو وسیلہ بنا

وسيلة للاكل فهذا كرفع نجاسة النعل باللحية
فلا تفعل لم يصلوا القراءة وسيلة حتى تكون قبيحة
بل يفعلون عبادة. قلنا فما وجه قراءة الفاتحة و
سورة الاخلاص على الطعام الاقل ثمنا وقراءة الكتب
والملك على الازيد ثمنا وهل هذا الا تهافت۔

الفيض الخامس۔ في بيان ما اهل به

لغير الله اعلم ان كل ما اهل به لغير الله حرام عند العلماء
الربانية والفضلاء الحقانية لان لفظة
ما في ما اهل به لغير الله موصولة كانت او موصوفة
من الفاظ العموم وحكمه تناول الافراد قطعا
حتى يجوز نسخ الخاص به كما بين في موضعه يعني
فلا يستثنى كل شيء اهل به لغير الله اي تقرب به لغيره
حرم عليكم تخصيصه بوقت الذبح نسخ او تخصيص
العام نسخ لكنه ذكر في كتب الاصول وما وقع
في بعض التفاسير [illegible] بعد القول
بيان [illegible] [illegible] العرب كانوا
يذبحون باسم اللات والعزى [illegible] الله
[illegible] والعبرة بعموم اللفظ
لا لخصوص المورد والا لم يثبت الاحكام الا قليلا
وحديث انما الاعمال بالنيات دال على عدم
الاعتداد بالتلفظ باسم الله اذا لم يطابق النية

قرآن مجید کو طعام کیواسطے اس کے منہ پر
دن قیامت کے گوشت نہیں ہوگا فقط
ہڈی ہوگی اور امام غزالی سے منقول ہے
کہ سوال کرنا رباب کے ساتھ اہانت ہے
نزدیک پڑھنے قرآن کے سے واسطے کھانے
کے کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ جوتی کی نجاست
کو داڑھی کے ساتھ پونچھ کر دور کرنا۔ اگر کوئی
اعتراض کرے نہیں کرتے قرآن مجید کو وسیلہ
بلکہ بطور عبادت کے پڑھتے ہیں تو اس کا
جواب یہ ہے کہ دال روٹی پر قل ہو اللہ
اور پلاؤ پر یسین کیوں پڑھی جاتی ہے

فیض پانچواں غیر خدا کیواسطے ذبح کرنیکا

ذکر یعنی جو [illegible] حرام ہے [illegible]
کیونکہ لفظ ما سب کو شامل ہے جو غیر خدا کیواسطے
ذبح کیا جاوے [illegible]
[illegible] تقرب غیر اللہ کسی کا
[illegible] ساتھ وقت ذبح کے
غلط ہے یعنی بوقت ذبح اگرچہ نام خدا
کا لیکر ذبح کرے لیکن غرض اس کی تقرب غیر خدا
کا ہو تو وہ بیشک حرام ہے اور حدیث انما الاعمال بالنیۃ
بھی اسی امر پر دال ہے کہ قول بلا نیت کے معتبر نہیں

والالجاز صلوة من تلفظ بها لبنية وكان القلب
تحالفا فان قلت اذا كان منطوق الاية العموم
فلم تخصون في مسئلة المسافر وغيره اذا كان الاكل
مقصودا قلت لانها الآمتنا ولها الآية او معنى لغير الله
التقرب للغير كما يشهد به العقل والنقل قال الله
تعالى لن ينال الله لحومها ولا دماؤها ولكن يناله
التقوى منكم اي ليس مناني الذبح شيئي سوى التقرب
فاذا فرع سمعك هذا فلا اظنك شاكا في عدم دخول
مسئلة المسافر تحت الاية اذا التقرب فيها ليس لغير الله
فتفكر فانه من مزال الاقدام قد تحررت فيه الانهام هذ
آخر ما تيسر لي في هذا المقام والحمد لله الذي وفقني
بالاتمام والصلوة على افضل رسله من بين الانام
تمت الرسالة المسماة بفيوض المحمدية رد المطاعن
الردية بعون الملك العلام ولا يخفى حسن تقريره
على ذوي الافهام • تمت الرسالة

باسمه سبحانه - ما قول العلماء الحنفية في
ان ما افتى الفاضل الگنگوہی نفرضیة العشر على الاراضي
الهندية التي في ايدي المسلمين من القديم ان لم
يتحقق كونها خراجية من الابتداء وفي عشرية بعض
هذا كلها عشرية وتقول بعشريتها الفاضل البرحوي
ايضا مع كمال رعايتهم في تحقيق المسائل وتدقيقها ام لم

اگر کوئی اعتراض کرے کہ مسافر کیواسطے ذبح کرنیکو کیوں
حرام نہیں کہتے - تو جواب اُس کا یہ ہے کہ وہاں صرف
گوشت کا کھلانا غرض ہوتا ہے تقرب غیر اللہ کا مقصود
نہیں ہوتا - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں پہنچتا
خدا تعالیٰ کو گوشت قربانیوں کا اور نہ خون
لیکن پہنچتا ہے خدا تعالیٰ کو تقوی تمہاری
طرف سے یعنی نہیں ہمارا حصہ مگر تقرب -
پس ثابت ہوا اِس تحقیق سے کہ مسافر کا
مسئلہ اس میں داخل نہیں - کیونکہ اس
میں تقرب الی غیر اللہ مقصود نہیں
تمام ہوا رسالہ فیوض محمدی
ساتھ توفیق خداوند کریم کے •

کیا فرماتے ہیں فقہائے حنفی اِس فتوی کی
بابت جو فاضل گنگوہی نے دیا ہے کہ ہندوستان کی
زمینیں جو قدیم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں
اگر یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ابتدا سے خراجی ہیں تو وہ عشری
ہونگیں - یعنے اُنکی پیداوار سے اگر بارانی ہو تو
دسواں حصہ اور جو چاہی ہو تو بیسواں حصہ دینا فرض ہے
پس تمام املاک مسلمانان ہند کی عشری ہیں اور فاضل بریلوی
احمد رضا خان صاحب نے بھی عشریت کا دعوی کر کے
فتوی دیا ہے آیا یہ فتوی صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا

عندکم رحمکم الله — **جواب** — اللہم ارنا الحق

حقا والباطل باطلا — لا اعتبار المذکور باطل عقلا
ونقلا اما عقلا فلان عدم کونها خراجیة غیر مستلزم
لکونها عشریة لجواز ان تکون موقوفة علی المسلمین
لانه ستعلم ان تقسیم الارض لیس کتقسیم العدد الی الزوج
والفرد بل کتقسیمه الی الزائد والناقص والمساوی
فکما ان عدم کونه زائدا لا یستلزم کونه ناقصا لجواز
ان یکون مساویا فکذا فیما نحن فیه وعلی تقدیر
فرض الملازمة لا یحصل انتاج التالی الا بعد ثبوت
وضع مقدمها کما هو داب الاقیسة الاستثنائیة
فالحکم من الفاضل الگنگوهی بانتاج تالی تلک الشرطیة
بلا ثبوت الملازمة والوضع المذکور دال علی انه
لا مسکة له فی العلوم الآلیة راسا واما نقلا فلان
الارض التی اسلم اهلها علیها تکون عشریة والتی
افتتحت صلحا علی خراج معلوم فهی خراجیة والتی
اخذت عنوة فهی فی اختیار الامام ان شاء
قسمها بین المسلمین وان شاء جعلها موقوفة علیهم
کذا ذکر العینی فی شرح البخاری ومن المعلوم ان
الاراضی الهندیة لیست من التی اسلم اهلها علیها
لان اهلها کانوا کفارا الی هذا الفتح کما هو ظاهر
علی من طالع کتب التواریخ فلا جرم اما ان تکون

جواب — ای الله جو حق ہو وہ ہمیں حق
دکھلا اور اسکا اتباع نصیب کر اور باطل کو باطل
دکھلا اور اس سے پرہیز کی توفیق دے کہ یہ فتویٰ فاضل
گنگوہی کا عقلا اور نقلا صحیح نہیں عقلا اسواسطے
صحیح نہیں کہ تقسیم زمین کی عشری اور خراجی کیطرف
ایسی نہیں ہی جیسی تقسیم عدد کی زوج اور فرد کیطرف
(کہ صرف عدد کی دو ہی قسمیں ہیں ایک زوج دوسرا فرد)
بلکہ یہ تقسیم ایسی ہی جیسے عدد منقسم ہو طرف زائد اور ناقص
اور مساوی کے (یعنی اس اعتبار سے عدد کی تین قسمیں
ہیں) پس جسطرح عدد کے زائد نہ ہونے سے یہ لازم
نہیں آتا کہ وہ ناقص ہو کیونکہ ہو سکتا ہی کہ مساوی ہو
ایسا ہی زمین کے خراجی نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ
عشری ہو ممکن ہی کہ مسلمانوں پر اوقاف کیے ہوں جس کا
حال عنقریب معلوم ہوگا + اور اگر یہ ملازمت تسلیم بھی کیجائے
تو بدون وضع مقدم کے نتیجہ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ قاعدہ
اسی طرح ہی پس حکم مفتی کا ساتھ نتیجہ دینے تالی اس شرطیہ
کے بدون ثبوت ملازمت کے اور بغیر وضع مقدم کے
ثابت کرتا ہے اس امر کو کہ مفتی علوم منطق سے غافل ہے
اور نقلا اسواسطے مفتی کا کلام غلط ہی کہ جو زمینیں ایسی
ہیں کہ ان کے باشندے اسلام لے آئے یا اس زمین [illegible]
کو ابتداء فتح میں امام وقت نے مسلمانوں پر تقسیم کردیا

وبعضہا موجودۃ عند سادات بلدنا ہذا الذی یقال لہ
رودبارنہ فارتفع احتمال کونہا عشریۃ. ایضا. واما
احتمال کونہا ارض مملکۃ التی تکون موقوفۃ علی المسلمین
کما ذکر فی الفتاوی العزیزیہ حیث قال حضرت
شیخ جلال تھانیسری قدس اللہ سرہ در رسالہ خود
اختیار فرمودہ اند کہ زمین ہندوستان در
ابتداء فتح مانند سواد عراق کہ در عہد فاروق
رضی اللہ تعالی عنہ مفتوح شدہ بود موقوف
بر ملک بیت المال است زمینداران را بیش
از تولیت و زراعت و حفظ دخلی نیست چنانچہ
لفظ زمیندار نیز اشعار بآن میکند تغیر و تبدل
زمینداری و عزل و نصب زمینداران و اخراج
بعضے از انہا و اقرار بعضے و عطای بعض اراضی
با فغانان و بلوچان و سادات و قدوائیان
بصیغہ زمینداری دلالت صریحہ برین میکند پس
ملزم صورت جمیع اراضی ہندوستان مملوک بیت المال
گشت و بعقد مزارعت علی نصف او اقل منہ
در دست زمینداران پس ہر قطعہ کہ بادشاہ وقت
بطریق تابید حقیقۃ یا حکمی بکسے بخشیدہ ملک او شد
و ہر قطعہ را کہ بوجہ ادرار یا مدد استحقاق بادو داد ہمہ
در دست او عاریت است آری نظر بر متأخر

یا وہ زمینیں ہیں جو زبردستی فتح کیگئی ہیں اور وہانکے باشندے
وہیں رہنے دیے گئے پھر اسلام لائے اسکے بعد جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں
اُن شہروں زمین جو حکام اسلام کے ماتحت تھی اور وہانکے رہنیوالے
شروع فتح میں کافر تھے اور یہ امر معلوم ہے کہ اس کے بعد اسلام
لانے سے وہ زمین انکی عشری نہیں ہو جاتی جیسا کہ پہلے
سے گذرا لیس یہ بھی خراجی ہونگی - اور جو زمینیں قریش وغیرہ کے
قبضہ میں عرصہ دراز سے ہیں انمیں یہ احتمال بھی ہے کہ عشری ہوں
بشرطیکہ انکا تقسیم ہونا مسلمانوں پر ابتدائی فتح سے ثابت ہو جیسا
ظاہر نظر میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن غور و فکر کرنے سے
اسکے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ زمینیں انکی ملکوں قبضہ میں
ابتدا از تقسیم سے نہیں جیسا کہ اسانید کے ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے
کیونکہ یہ امر معلوم ہو گیا کہ اسانید انکے قبضہ میں کہ بادشاہ
یا اسکے بعد کے کسی بادشاہ کیطرف سے ہیں چنانچہ ہم نے ابھی جھجر
سکناء لودیا کے پاس اسی بادشاہ کے اور اسکے بعد کے زمانہ
کی سندیں پائیں پس اس قسم زمین عشری نہیں ہونگی اور یہ احتمال
کہ یہ زمینیں وقف ہوں جیسا کہ فتاوی عزیزیہ میں ہے کہ حضرت
شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اس
احتمال کو پسند کیا ہے کہ ہندوستان کی زمینیں ابتداء فتح میں سواد
عراق کی مانند جو عہد حضرت فاروق رضی اللہ تعالی عنہ میں فتح ہوئی
بیت المال کے ملک پر موقوف ہیں زمینداروں کو تولیت اور
زراعت کرنے اور حفاظت کرنے سے زیادہ دخل نہیں

ملوک قدیم باید نمود تا آنچه بوجه تابید داده اند از
قسم دیگر متمیز گردد و آنچه بروجه تابید داده اند
پس اگر با معافی خراج است پس خراج هم واجب
نمیشود زیرا که درین صورت تملیک رقبه
اراضی هم شد و خراج را هم تنخواه کردند و اگر محض
تملیک اراضی است بدون معافی خراج خراج واجب
میشود و در صورت اولی امام لاحق را میرسد
که از زمین مذکوره خراج بگیرد بهر حال در حال
زمین اینجا نیز شبه است و در وجه اعطاء پیشینیان
تعارض ظنون والله اعلم انتهی. عبارته هذا و هی
بناء علی هذا علی کون الاراضی الهندیة المملوکة
للمسلمین کلها خراجیة وقد صرح القاضی ثناء الله
صاحب التفسیر المظهری فی رسالته المسماة بما لا بد
بعدم عشریتها ایضا. واذا قرع سمعک هذا فلا
اظنک شاکا فی بطلان کلام الفاضل الکنکوهی لعدم نظره
دیده نه کذلک فی المسائل التی لا تدرک کنهها الا بعد
تعمیق النظر فیها لعدم کونه من اهل النظر وبعدم
توغله بالفقه ولذا تری اکثر فتاواه خالیا عن السند
واتباعه کالاعمی یلتقطون خلفه فافتوا بغیر علم فضلوا
واضلوا ولنذکر بعضا من فتاواه التی ضل فیها
عن طریق الحق وما ذا بعد الحق الا الضلال فی الکفاءة

جیسا کہ تعلقہ زمینداری بھی ایسی کیفیت مشکوک رکھتا ہو زمیندار
کا تغیر و تبدل اور انکا عزل و نصب اور بعض زمینوں کو نکال
اور بعض کو برقرار رکھنا اور بعض زمینوں کو نقدی بوجہ اور
سادات کو اور قدردانوں کو زمینداری کے صیغہ میں دینا دلالت
صریح اسی پر کرتا ہے پس اس صورت میں ہندوستان کی تمام زمینیں
بیت المال کی مملوک ہوگئیں اور بطور عقد مزارعت نصف
آمدنی یا کم زمیندار کے ہاتھ میں دی گئی ہیں پس جو
قطعہ بادشاہ وقت نے بطریق دوام حقیقی یا حکمی کسیکو
بخشدیا اسکی ملک ہوگیا اور جو قطعہ بطور وظیفہ اور استحقاق
کے اسکو دیا وہ عاریتاً اسکے تصرف میں ہے البتہ قدیم بادشاہوں کے
زمانوں کو دیکھنا چاہئے تاکہ جو قطعات زمین بطریق ہمیشگی دیئے ہیں
وہ دوسروں سے جدا ہوجاویں اور جو بطریق ہمیشگی دئے ہیں
اگر خراج بھی معاف کیا ہووے تو خراج واجب نہیں ہوگا کیونکہ
اس صورت میں رقبہ زمین کے مالک بھی ہوگئے اور خراج بجائے تنخواہ کے
مقرر کردیا اور اگر صرف زمین کے مالک کیا ہے خراج معاف نہیں کیا
تو خراج واجب ہوگا اور پہلی صورت میں بعد کے امام کو پہنچتا ہے کہ زمین
مذکورہ سے خراج لیوے بہرحال یہاں کی زمین کے حال میں بھی
شبہ ہے اور پیشینوں کے دینے میں مختلف گمان متعارض ہیں انتہی
یہ عبارت صاف ظاہر بتلاتی ہے کہ ہندوستان کی تمام مملوکہ زمینیں
خراجی ہیں اور کاشتکاروں سے جو لیا جاتا ہے وہ حکم خراج کے
پس عشر کا خراجی نہیں جیسا کہ تا جانتے ہیں کہ جائز

اولاً بكون القاديانی رجلاً صالحاً وثانياً بكونه
من اهل الهوا مع كونه قائلاً بان عيسىٰ بن مريم
على نبينا وعليه الصلوة والسلام كان ابناً ليوسف
النجار نعوذ بالله منه - ثم افتى بامكان الكذب
لله تعالىٰ وبمنع الظهر بعد الجمعة فی هذه الديار
التی لم يوجد فيها شرط السلطان الذی وجوده
ضروری عند الحنفية وافتى بجواز قول يا شيخ
عبد القادر جيلانی شيئاً لله مع ان فتواه كان
اولاً بكونه قائله وافتى بجواز تعمير المسجد للكفار الى
غير ذالك من المسائل التی ترك فيها مسلك المحققين
والتاسف كل التاسف على البريلوی لانه فی
الاستدلال بالنقل سلك مسلك الغافلين الذين
يتمسكون بترك الصلوة بقوله تعالىٰ ولا تقربوا
الصلوة حيث نقل من الفتاوی العزيزية الى
قوله على النصف او اقل منه ودست زمينداران
وترك باقيه ما يدل على كون الاراضی المملوكة للمسلمين
خراجية لكونه اوماله حراه فالواجب على المسلمين
الاحتراز من العمل بفتواه ما لم يجدوه فی الكتب
ويحققوه من الذين اشتهروا بتحقيق الحق وليس غرضنا
من هذا الكلام الا تحريض معتقدی كتب اسلاف رجال
اعنی النصيحة للمسلمين التی هی واجبة بقوله عليه الصلوة

یہہ لکھکر امام مزارعین کو بعد لینے خراج ایک کیسا عشر یا اکثر
قائم مقام مالکوں کے خراج اور زراعت پیچھا کر کے یا بقدر
خراج کے اجارہ پر دے جو حاصل ہوگا وہ حق امام میں خراج
اور حق مزارعین میں اجرت ہوگا اسکا نام خراج یا عشر نہیں
ہوگا انتہی - انتہی قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے مالابد
میں لکھا ہی کہ زمین ہندوستان کی عشری نہیں ہی پس جب ثابت
ہوا کہ ہندوستان کی زمین جو مسلمانوں کے قبضہ میں ملکیت کے طور پر
ہیں اسپر کوئی عشر نہیں تو ظاہر ہوگیا کہ فتوی مولوی لکھنوی
کا انکے عشری ہونیپر ضرور باطل ہی اور یہہ ان مولوی صاحب کی
پہلی ہی خطا نہیں بلکہ انکی عادت ہی ہے اس قسم کے مسائل
میں جنکی حقیقت نہیں معلوم ہوتی مگر گہری نظر سے وہ حقیقتیں
وہ مولوی صاحب بالکل اہل نظر نہیں ہیں کیونکہ پہلا فتوی یہہ دیا تھا
کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہی وہ مرزا جس نے یہہ دعوی کیا ہی
کہ اسپر یہہ حکم خدا کیطرف سے نازل ہوا ہی دیکھنا مارا اسکو قادیان
کے قریب اور پھر یہہ فتوی دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعتی
ہی باوجودیکہ مرزا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا کہتا
ونعوذ باللہ منہ اور پھر لکھنوی صاحب نے یہہ فتوی دیا کہ خدا جھوٹ
بول سکتا ہی اور یہہ مخالف ہی قول اللہ تعالیٰ ذکرہ کے
کوئی سچا نہیں اور اس مفتی نے ہندوستان میں ظہر بعد جمعہ کو
منع کر دیا باوجودیکہ ہندوستان میں شرط سلطان جو حنفیہ کے
نزدیک ضروری ہی نہیں پائی جاتی حنفیہ مولوی نے شیخ عبد القادر جیلانی

كثيرًا مناسب لها فانه لو قابل انسان آخر في مسافة
ذراع مثلا تزول تلك المقابلة بانتقال احدهما
يمينا بذراع واذا وقعت بقدر ميل او فرسخ
لا تزول الا بمائة ذراع او نحوها ولما بعدت مكة
عن ديارنا بعدا مفرطا تتحقق المقابلة اليمانية
مواضع كثيرة في مسافة بعيدة فلو فرضنا خطا
من تلقاء وجه مستقبل القبلة على التحقيق في هذه
البلاد ثم فرضنا خطا آخر يقطعه على زاويتين قائمتين
من جانب يمين المستقبل وشماله لا تزول تلك المقابلة
والتوجه بالانتقال الى اليمين والشمال على ذلك الخط
بفراسخ كثيرة فلذا وضع العلماء القبلة في بلاد
قريبة على سمت واحد انتهى ما في الشامي في البحر
الرائق فلو فرضنا خطا من تلقاء وجه المستقبل
للكعبة على التحقيق في بعض البلاد وخطا آخر يقطعه
على زاويتين قائمتين من جانب يمين المستقبل
وشماله لا تزول تلك المقابلة بالانتقال الى اليمين
والشمال على ذلك الخط بفراسخ كثيرة ولهذا وضع
العلماء قبلة بلد وبلدين وبلاد على سمت واحد
انتهى وفيه ايضا. وذكر بعضهم ان اقوى الادلة
القطب اذا جعله الواقف خلف اذنه اليمنى
كان مستقبل القبلة ان كان بناحية الكوفة وبغداد وهمدان

کہ اگر خط شمالا جاوے نمازی کے روبرو سے
تو وہ گذرے کعبہ پر سے اور جب تک کچھ حصہ
منہ کا کعبہ کی طرف رہتا ہے تو نماز درست
ہے۔ یوں سمجھنا چاہئے کہ اگر ایسا مقام ہو
جو کعبہ کے نزدیک ہے تو تھوڑے سے
دائیں بائیں ہونے سے رخ بدل جاتا ہے
اگر نمازی کعبہ سے بہت دور ہے تو جہت دائیں
بائیں ہونے سے بدلتی نہیں مگر بہت دور
جانے سے مثلاً اگر کوئی شے ایک گز کے
فاصلہ پر ہے اسکے روبرو ہے اس سے
ایک گز دائیں یا بائیں ہونے سے مقابلہ دور
ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز اس سے تین چار
کوس پر ہے تو اگر آدمی اپنی جگہ سے کچھ کم سو
گز دائیں یا بائیں ہو جاوے۔ تب بھی وہ
شے اسی طرح اسکے روبرو معلوم ہوتی ہے
چونکہ ہمارے شہر سے کعبہ ہزارہا کوس دور ہے
پس اگر کسی شہر میں خط تحقیق کیا گیا
سمت قبلہ کیطرف نکالا جاوے اور دوسرا
خط مقاطع یمین اور شمال کیطرف کھینچا جاوے
اس خط ثانی پر دائیں بائیں کوسوں حرکت
کرنے سے سمت قبلہ نہیں بدلتی اسیواسطے علماء

وہمدان ویجعلہ من الجسر علی عاتقہ الایسر ومن
بالعراق علی کتفہ الایمن وبالیمین قبالۃ المستقبل
ومابلی حاجبۃ الایسر وبالشام وراءہ انتہی مختصرا
طریق معرفۃ سمت القبلۃ مذکور فی کتب الریاضی
قال صاحب الملخص الجغمینی ونعنی بسمت القبلۃ
نقطۃ فی الافق اذا واجہہا الانسان کان
مواجہا للکعبۃ اذا کان طول مکۃ وعرضہا اقل
من طول البلد وعرضہ حدد ما من محیط الدائرۃ
الہندسیۃ المستخرجۃ فی ذلک البلد المنقسمۃ
بثلثمائۃ وستین جزءا بسند ما من نقطۃ الجنوب
بقدر فضل ما بین الطولین الی المغرب ومن نقطۃ
الشمال مثلہ ونصل ما بین النہایتین بخط مستقیم
ونعد من نقطۃ المغرب الی الجنوب بقدر
فضل ما بین العرضین ومن نقطۃ المشرق
مثلہ ونصل ما بین النہایتین بخط مستقیم فیتقاطع
الخطان لا محالۃ فنخرج من مرکز الدائرۃ خطا
مستقیما الی نقطۃ تقاطعہما وذلک الخط ہو
علی سمت القبلۃ التی یبنی اساس المحراب علیہا
انتہی مختصرا۔ واعلم ان من فنون الریاضیۃ
الہندسیۃ احتاج الیہا ارباب الفقہ من الفقہاء
روی ان بعض الاساتذۃ جعلہا الجبر لہ ساعۃ

نے چند شہروں کی ایک ہی سمت مقرر کی
ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوفہ اور
بغداد اور ہمدان میں ہو تو قطب شمالی کو
داہنے کان کے پیچھے رکھے۔ اور
مصر کے لوگ قطب کو بائیں شانہ پر اور عراق
میں داہنے شانہ پر اور یمنی قطب کو اپنے
روبرو بائیں طرف اور بابل اور شام والے
اپنے پیچھے رکھیں اور طریق معلوم کرنے سمت
قبلہ دہلی اور قرب جوار قصبہ بودی وغیرہ
کا یہ ہے کہ ایک دائرہ زمین پر کھینچا جاوے
اور ایک خط جنوب سے طرف قطب شمالی کے نکالا
جاوے چونکہ طول دہلی کا ایک سو بارہ ہے اور
عرض اٹھائیس اور مکہ معظمہ کا طول سات اور ستر
اور عرض اکیس ہے۔ پس نقطہ شمال اور جنوب سے پینتیس
پینتیس درجہ مغرب کی طرف شمار کر کے ایک خط نکالیں
اسی طرح سات سات درجہ مغرب اور مشرق کی طرف سے
جنوب کی طرف شمار کر کے دوسرا خط نکالیں جہاں ان دونوں
خطوں کا تقاطع ہو اس طرف ایک خط مرکز دائرہ سے
نکال کر اس نقطہ تقاطع سے ملا دیں اور اس خط
پر نمازیوں کو نماز ادا کرنی چاہئے۔ اور ظاہر ہے کہ
طرف شمال اس خط کی قطب شمالی ہے طرف مغرب کی ہے عکس

واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ** - کیا فرماتے ہیں علماء دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اسماء الٰہی جیسے کسی نام کو لیکر کسی شخص کا نام رکھ دینا
جیسا کہ اہل کشامرہ میں رحمان احد عزیز وغیرہ ناموں سے نامزد ہوتے ہیں جائز ہے یا نہیں
اور چونکہ حضرت علیؓ کا نام بھی اسماء الٰہی سے ہے اس سے سند پکڑ کر رحمٰن و احد عزیز وغیرہ
کو درست قرار دینا صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط **جواب** - اللھم ارنا الحق حقا
والباطل باطلا۔ اسماء الٰہی دو قسم ہیں ایک قسم وہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور بندوں پر بولنا ان کا درست
ہے۔ جیسا کہ اسم علیؓ اور رشید کا۔ قال فی الدر المختار جاز التسمیۃ بعلی و رشید وغیرہما من الاسماء
المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالیٰ لکن التسمیۃ بغیر ذالک فی زماننا اولی لان العوام
یصغرونہا عند النداء۔ انتہی۔ دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا اطلاق غیر ذات باری پر بالکل درست نہیں
جیسا کہ رحمٰن اور احد اور عزیز اس قسم کے نام سے کسی شخص کو نامزد کرنا شرعاً درست نہیں تفسیر
کبیر میں لکھا ہے کہ اسم احد کا خاص خدا تعالیٰ کے واسطے ہے۔ حیث قال قال الازہری لا یوصف
شیئی بالاحدیۃ غیر اللہ تعالیٰ لا یقال رجل احد ولا درہم احد کما یقال رجل واحد ای فرد بل احد
صفۃ من صفات اللہ تعالیٰ استاثر بہا فلا یشرکہ فیہا شیئی صفات اللہ تعالیٰ اما ان تکون اضافیۃ
کقولنا عالم قادر واما ان تکون سلبیۃ کقولنا لیس بجسم ولا بجوہر وقولنا اللہ یدل علی مجامع الصفات
الاضافیۃ وقولنا احد یدل علی مجامع الصفات السلبیۃ فکان قولنا اللہ احد تاما فی افادۃ العرفان
الذی یلیق بالعقول البشریۃ انتہی مختصرا۔ قسطلانی و تیسیر القاری بخاری شریف کی شرح میں لکھا ہے
کہ لفظ احد نہیں استعمال کیا جاتا کلام مثبت میں غیر خدا پر حیث قال ان احدا لا یستعمل فی الاثبات
علی غیر اللہ تعالیٰ فیقال اللہ احد ولا یقال زید احد انتہی۔ ما فی القسطلانی۔ احد را استعمال نمیکنند
در اثبات بر غیر اللہ تعالیٰ انتہی۔ ما فی تیسیر القاری اور قاموس میں لکھا ہے کہ لفظ احد خالص خدا
تعالیٰ کے واسطے ہے۔ حیث قال والاحد لا یوصف بہا الا اللہ سبحانہ تعالیٰ لخلوص ہذا الاسم الشریف
لہ تعالیٰ انتہی ما فی القاموس۔ مشکوٰۃ کے باب الاسامی میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کہ عزیز کا نام کو بدل ڈالا شارحین نے لکھا ہی
عاص اور عزیز اور عتلہ اور شیطان کے نام کو بدل ڈالا
نام اسواسطے بدلا کہ یہہ نام ذات باری کا ہے حیث قال غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم
العاص والعزیز والعتلہ والشیطان انتہی ما فی المشکواۃ اور امام نوادی نے شرح صحیح مسلم
میں لکھا ہے کہ جو اسما خدا تعالیٰ کیواسطے خاص ہیں غیر خدا پر اُن کا اطلاق کرنا حرام ہے
حیث قال فی باب تحریم التسمیہ بملک الاملاک ان تسمیہ بہذا الاسم حرام وکذالک التسمیہ باسماء
المختصتہ بہ کالرحمن والقدوس والمہیمن وخالق الخلق ونحوہا توم کشامرہ میں بھی یہہ لفظ غیر خدا
کیواسطے موضوع نہیں بلکہ عوام غلطی سے عبدالاحد کے نام کو احد جو کر کے پکارتے ہیں
جیسا کہ عبدالستار عبدالغفار عبدالرحمن وغیرہ کو لفظ ستار غفار رحمن سے پکارتے ہیں
لیکن ذی علم لوگ ہر وقت تحریر احد جو نہیں لکھتے بلکہ عبدالاحد تحریر کرتے ہیں ایک شخص
اس شہر لودیانہ میں ذی علم بنام احد جو مشہور تھا لیکن نکاح ناموں میں جہاں مہر اُس کی
ثبت ہے عبدالاحد کے لفظ سے مرقوم ہے یہہ شخص عبدالاحد کو توال کا والد تھا اور خواجہ احسن شاہ
صاحب کا رشتہ دار تھا اگر کسی کو مزید تحقیق منظور ہو۔ خواجہ صاحب موصوف سے تحقیق کر لے
خلاصہ کلام بالا کا یہی ہے کہ اس قسم کے نام رکھنے درست نہیں اسی واسطے علماء دیندار
گمراہ جانتے ہیں اُس شخص کو جو کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احد سے حیم ہیں یعنی احد ہیں
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق احد کا گمراہی ٹھہرا تو باقی اہل اسلام پر
اطلاق کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہی۔ اگر کوئی کہے کہ لفظ احد کا صرف اگرچہ غیر اللہ پر اطلاق
نہیں ہو سکتا لیکن جب شاہ کا لفظ اس سے ملایا گیا تو کیونکر منع ہو سکتا ہی۔ تو جواب اُسکا یہہ ہے
کہ لفظ شاہ اصل نام پر زائد ہوتا ہی جیسے محمود شاہ احسن شاہ اسی طرح احد شاہ کا حال ہی
یعنے جیسے لفظ خان قوم افغان کے نام پر اضافہ کیا جاتا ہے ایسا ہی بعض کشامرہ اپنے نام پر
لفظ شاہ یا ذار یا بابا وغیرہ الفاظ اضافہ کر لیتے ہیں اصل ناموں کی اصلاح کیواسطے
ان الفاظ کو کچھہ دخل نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان واللہ اعلم وعلمہ اتم [illegible]

باسمہ سبحانہ - کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص
بعد نماز طرف بغداد کی ضرب الاقدام واسطے شیخ عبدالقادر جیلانی کے کرے اور اس امر کو
فرمودہ پیران پیر قرار دے اور معمول بطریقہ قادریہ کا جانے اور یا شیخ عبدالقادر جیلانی
کا وظیفہ جائز جانا کرے - شرعاً یہ شخص کافر ہے یا نہیں بینوا و توجروا - فقط -

جواب - اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا ایسا شخص کافر ہے - قال القاضی شہاب
الملۃ والدین قد قررنا من قبل ان ضرب الاقدام بعد الصلوۃ نحو العراق کفر لانہ یرید فانہ
واقعان فی حرمۃ عظمتہ ہکذا نقل من تحقیق احکام الفتوی فی مدارج السالکین شیخ ...
الکسالین و ما اشتہر علی المشایخ العظام من نحو ضرب الاقدام بعد الصلوۃ فہو کفر انتہی و
فی دافع المبطلین من تصنیف افضل المتاخرین ابراہیم بن محمود البلخی ما قولا ائمۃ الدین رضی اللہ
تعالی عنہم اجمعین اگر جماعہ عادت خود ساختہ اند و امرا بر آن مینمایند و ممتنع نمی شوند و
حجت میگیرند کہ در شہرہائے معظم چنین میکنند ما نیز ہمین میکنیم با فلاں فلاں مشایخ و مثل
ضرب الاقدام نحو العراق بعد صلوۃ آیا مجرد این قول حجت شود یا نے و این فعل از حجت بدعت
یا نے و ایشان معذور باشند یا نے - **جواب** - کتبہ محمد بن محمود الکشانی رحمۃ اللہ
علیہ ہے کتبہ ابو المفاخر بن محمود البلخی ہے کتبہ محمد بن طاہر بخاری ہی کتبہ یوسف بن محمد سمرقندی
ہی کتبہ مظفر بن منصور البلخی ہی کتبہ محمد بن فخر الدین الحلوانی ہی کتبہ عبدالعزیز بن نجم الدین تبریزی
ہی کتبہ ابراہیم بن اسمٰعیل النیشاپوری ہی کتبہ محمد بن ابی بکر الہندی ہی کتبہ علی بن محمد بن ...
حمید الدین ناگوری ... محک الطالبین انتہی - اس مضمون کا فتوی علماء دہلی وغیرہ نے
بھی قبل غدر کے دیا تھا - نام نامی انکے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں - محمد صدر الدین

محمد عبدالرب | محمد برکت اللہ | نوازش علی | سید رحمت سبحان | احمد سعید | احمد حسن ... جواب

نیر خواجہ ضیاء الدین | ضم الجواب | عبدالقادر | الجواب صحیح کتبہ | محمد عبدالرزاق سہارنپوری

بر قول مدارج السالکین فتوی است و نعوذ و عجب چنیں کس ... کفر مذہب

اقدام کرمنادی غوث اعظم باشد وروح آنحضرت السوی خود متوجہ واند حل کنز ساقص
است کہ ذبیحہ او مثل ذبیحہ مرتد است المجیب مصیب محمد مخدوم سید محبوب علی جعفری
احباب من اجاب شتاق احمد محمد فضل رحمن خان زالی کوٹی لقد صدالمجیب الغنوی سکین
علاؤ الدین کوم والہ محمد شاہ ساکن ہوشیانہ قاضی ثناء اللہ
پانی پتی نے ترجمہ فارسی ارشاد الطالبین میں لکہا ہے مسئلہ جہال بیگر میند یا شیخ عبد القادر جیلانی
شیئاً للہ یا خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست بلکہ اگر گوید یا الٰہی بحرمت
خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی حاجت من بر آ کن مضائقہ ندارد انتہی قاضی حمید الدین
ناگوری نے توشیح میں لکہا ہے۔ منہم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب
باعتقاد ان ارواحہم حاضرۃ تسمع النداء وتعلم الحوائج وذالک شرک قبیح وجہل صریح قال اللہ تعالیٰ
ومن اضل ممن یدعون من دون اللہ الآیہ۔ اس مضمون کی عبارات اکثر کتب معتبرہ میں بہت
درج ہیں اور ایک فتویٰ منع جواز یا شیخ میں علماء حال نے دیا ہے اور اسکو حاجی اسمعیل صاحب
منگلوری نے مرتب کروا کر مطبوع کروادیا ہے یا انشاء اللہ عنقریب کروا دینگے۔ اس میں مسئلہ
ندا لغیر اللہ کا تفصیلاً لکھا گیا ہے اور اس عاجز کی بھی اس میں بہت وسیع تحریر ہے۔ واللہ
یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ الراقم محمد لودیانوی۔ **باسمہ سبحانہ**۔ کیا فرماتے
ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص لوگوں سے زمین گروی لیکر اس
زمین کی پیداوار کھاتا ہو تو یا شرعاً گروی سے فائدہ اٹھانا جائز ہے یا نہیں۔ **جواب**
اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلا۔ گروی سے نفع اٹھانا ہرگز درست نہیں۔ قال فی الشامی
لا یحل لہ عن عبد اللہ ابن اسلم السمرقندی انہ لا یحل لہ ان ینتفع بشیء منہ بوجہ من الوجوہ
وان اذن لہ الراہن۔ یعنے کسی وجہ نفع کھانا گروی کا شرعاً درست نہیں اگر کوئی اعتراض
کرے کہ کتب فقہ میں لکہا ہے کہ مالک کی اجازت سے تو درست ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے
کہ اگر راہن اور دونوں کے نفع اٹھانے کی شرط نہ کی ہو — قال فی الشامی اذا کان مشروطا

تو لازم نہیں ایسا ہی بھائی بہن کا نفقہ جو کسب نہ کر سکیں یا کسب کرنے میں آئندہ شرمناک
ہوتا ہے اعتبار پر لازم ہو مہمان نوازی میں خرچ کرنا غنی کو لازم ہے۔ غنی کو انہیں اطراف و جہات
میں خرچ کرنا شرعاً درست ہو بشرطیکہ اسراف نہو مشاہرہ جو سرکار سے مقرر ہے اس میں کسی
حقدار کا حق نہیں کہ اسکو تقسیم کریں وہ فقط نان نفقہ لابدی کے حقدار ہیں خواہ وہ موقن
روپیہ سب کا ہو سکے یا ہمیں ہیں باقی میں انکا کوئی حق نہیں ہے جو زوجہ یا فرزن
ہو یا اولاد نرینہ علوم مروجہ مدارس انگریزی میں تعلیم پاتے ہوں اُن کا خرچ لازم نہیں
بلکہ ایسے خرچ کرنے میں خوف گناہ کا ہے۔ کذا فی الدر المختار وغیرہ من کتب الفقہ

اعلم و علمہ اتم الراقم محمد لودیانوی۔

باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی ریش
بسبب کسی عارضہ کے دور ہو جاوے یا ابتدا سے اسکی ریش نکلی ہو اور عمر اسکی بیس سال سے بھی زیادہ
ہو تو ایسے شخص کی امامت مثل امرد کے مکروہ ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ فقط

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلا۔ ایسے شخص کی امامت جائز ہے یعنی بلا کراہت نماز
اُس کے پیچھے درست ہے۔ جیسا کہ رد المختار شرح در المختار المعروف بشامی میں کہا ہے

وفی الحاشیۃ المدنی عن الفتاوی الحنفیۃ سئل العلامۃ الشیخ عبد الرحمن بن
عیسی المرشدی عن شخص بلغ من السن عشرین سنۃ وتجاوز حد الانبات ولم ینبت عذارہ
فہل یخرج بذالک عن حد الامرودیۃ وخصوصا قد نبت له شعرات فی ذقنہ تؤذن بانہ لیس
من مستدیر اللحیۃ فہل حکمہ فی الامامۃ کالرجال الکامل ام لا اجاب سئل العلامۃ الشیخ احمد بن یونس
المعروف بابن الشلبی من متاخری علماء الحنفیۃ عن مثل ہذہ المسئلۃ فاجاب بالجواز من غیر کراہۃ
وناہیک بہ قدوۃ واللہ اعلم وکذالک سئل عنہا المفتی محمد تاج الدین القلعی فاجاب کذالک
انتہی حاصل معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ جس شخص کی ریش نہ آئی ہو اور عمر اُس
کی بیس سال کی ہو گئی ہو۔ اُس کے رخسارے بالکل صاف ہوں اور ذقن پر کوئی

کوئی بال نہ ہو اور ہو یا نہ ہو ایسے شخص کی امامت بلا کراہت جائز ہے امرد کا حکم اسمیں جاری نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم
وعلمہ اتم حررہ خادم الطلبا محمد لودیانوی عفی عنہ۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع
متین اس مسئلہ میں کہ ایک بھینس بیائی اور بصورت خنزیر بچہ پیدا ہوا وہ بچہ پیدا ہوتے ہی مارڈالا گیا آیا
اس صورت میں اس بھینس کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا فقط۔ جواب۔ اللہم ارنا الحق

حقا و الباطل باطلا۔ صورت مذکورہ میں بھینس کا دودھ پینا بالاتفاق جائز ہے اسکی حلت میں کسی کو
کلام نہیں البتہ اسکے بچہ کی حلت حرمت میں اسوقت اختلاف ہے جسوقت اس بھینس کا کسی حرام
شے سے جفت ہونا ثابت ہو لیکن دودھ اس صورت میں بھی بالاتفاق درست ہے۔ مولوی
عبداللہ صاحب نے بلدان الانواع میں صلوٰۃ مسعودی سے نقل کیا ہے۔ اگر کتا بکری سے جفت
ہوا اور بچہ اگر بصورت کتی کے پیدا ہو تو حرام ہے اور اگر بکری کی شکل پر پیدا ہو تو حلال ہے اور اگر
بکری کتے سے جفت ہوا وہ بچہ بالکل حرام ہے۔ الغرض صورت مذکورہ میں جفت ہونا کسی شے حرام
کا بیان نہیں کیا گیا لہذا اسکے بچہ پر بسبب صورت کے حکم حرمت کا نہیں ہوسکتا۔ واللہ اعلم
وعلمہ اتم الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان
شرع متین اس مسئلہ میں کہ شر خالص کے کپڑے سے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور شر ریشم کی قسم
میں سے ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا۔ شر کو صاحب
نفائس اللغات نے ریشم کا ادنیٰ قسم لکھا ہے اگر حقیقت میں قسم ریشم سے ہے تو اسکا استعمال مردوں کو
درست نہیں عورتوں کو درست ہے۔ نماز کی خصوصیت نہیں ہر وقت استعمال اسکا شرعا مردوں
کو ناجائز ہے مگر کوئی تحقیق اسکی غیر ریشم ہونیکی یا بہ ثبوت کو پہنچا دے۔ تو اس وقت حکم اسکا جیسا
مناسب ہوگا بموجب کتب فقہ دیا جائیگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم محمد لودیانوی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے
ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نہایت غصہ میں آکر کہا ایک طلاق
دو تین لیکن اپنی زوجہ کو مخاطب کیا اور نہ اسکا نام لیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں
اگر ہوئی ہے تو کونسی واقع ہوئی ہے جیسا اہل حدیث کا مذہب ہے یا تین طلاقیں پڑجاتی ہیں بینوا توجروا فقط

جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ جس شخص کا غصہ نہایت کو پہنچ جاوے جس سے اسکا قول
بلا ارادہ لاعلمی کے طور اُس سے صادر ہو تو ایسے شخص کی طلاق شرعاً نہیں پڑتی جیسا کہ ردالمحتار حاشیہ

درمختار میں تحریر ہے حیث قال اذا بلغ الغضب غایتہ بحیث لا یعلم القول لا یریدہ فہذا لاریب انہ لا ینفذ
شیئ من اقوالہ انتہی ملخصا۔ اور نیز بلا ذکر کرنے محل طلاق کے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اور اہل
حدیث نیز غیر مقلدین کا مذہب کہ مطلقہ ثلثہ سے بلا حلالہ نکاح کرنا درست ہے بالکل باطل ہے کسی امام نے اسپر
عمل نہیں کیا بلکہ مولینا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی کتاب عقد الجید میں لکھا ہے کہ جو شخص

مطلقہ ثلثہ کو بلا حلالہ درست کہے اُسکا منہ سیاہ کر کے تشہیر کیا جاوے۔ [illegible] بمذہب سعید بن

المسیب فی زوج بالزوج الاول بعقد مطلقۃ بثلث تطلیقات کما کانت ویسود وجہہ ویشہر۔ انتہی۔
ابن ہمام شارح ہدایہ نے ایسے مفتی کو کافر قرار دینے کو جائز لکھا ہے غرض اگر تین طلاق کوئی شخص
اپنی زوجہ کو ایک ہی لفظ کے ساتھ کہے تو بھی اُسپر بلا حلالہ درست نہیں ہوتی چونکہ صورت مسئولہ
میں بسبب غصہ نہایت کے اور نیز بسبب ذکر نہونے زوجہ کے لفظ طلاق میں طلاق بالکل واقع
نہیں ہوتی۔ لہذا زوجہ اپنی کو بلا نکاح کے اپنے گھر شوہر لا سکتا ہے اگر احتیاطاً کہ اسلئے تجدید نکاح
کرے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم محمد [illegible] باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے
ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر تا ملاستان نیچے خنزیر کو با
بنادے تو اُسکا اسلام باقی رہتا ہے یا نہیں۔ جواب۔ اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا عقیدۃً تعزیہ کا بنانا
جانا ہی کفر ہے خنزیر کا دلہا و سر الکفر ہی ہے غرض اسکی اس نشان کا ہے جاوے اور تو کو نکر رہ جاتا ہے جیسا کہ سامری نے
موسی علیہ السلام کی غیبت میں ایک بچھڑا بنا کر لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا تھا جسکی سزا میں توبہ ستر ہزار
آدمی کے قتل کئے گئے جسکا ذکر خدا تعالی نے اس آیت میں فرمایا ہے واذ قال موسی لقومہ یقوم

انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذلکم خیر لکم عند بارئکم پس
شخص پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کر کے دوبارہ ایمان لاوے ورنہ اس سے مسلمان کچھ علاقہ نہ رکھیں کیونکہ
وہ شخص شرعاً مرتد ہے بوجہ مرتد ہونے شرعاً کسی اہل اسلام کو اسکے ساتھ کھانا درست نہیں اگر حکومت اسلام میں ہوتی

شخص کسی اور نفس سے کتا نسبت ہو تو اسکو حاکم اہل اسلام اپنے حکم سے قتل کرا دیگا ودیکھو فی
کتب الفقہ من الہدایۃ وغیرہا واللہ اعلم وعلمہ اتم الراقم خادم العلماء محمد بریلوی. باسمہ سبحانہ ما قول
العلماء الربانیۃ والفضلاء الحقانیۃ فیمن افتی بجواز الصلوۃ فی مسجد الذی فی الانحراف الی الشمال عن
القطب الشمالی الی الشرق بقدر سبعۃ اخماس ربع بدلیل ان الانحراف وان کان زائدا کثیرا علی السبعۃ
بحیث یکون صدر المصلی نحو القطب الشمالی او الجنوبی مثلا لا یبطل الصلوۃ کما یدل علیہ ما ذکرہ العلامۃ
الشامی من الصدر فی حاشیتہا علی الدر المختار بما اذا تیامن او تیاسر یجوز فان وجہ الانسان مقوس
عند التیامن او التیاسر یکون احد جوانبہ الی القبلۃ انتہی - فان ہذہ العبارۃ صریحۃ فی ان الانحراف
وان کان اربعۃ عشر ذراعا لا یفسد الصلوۃ فضلا عن ان یکون سبعۃ اخماس ربع - بینوا توجروا -
جواب - اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا لا شک فی البطلان قتوا لان انحراف الصدر عن
القبلۃ مفسد للصلوۃ اتفاقا بغیر عذر کما ذکرہ صاحب الدر المختار فی مفسدات الصلوۃ ولیس
المراد من عبارۃ الدرر الانحراف المذکور بدلیل ان صاحب الدر المختار ذکر فی شرح قول المصنف
ولغیرہ اصابۃ جہتہا بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ او لہوائہا بان یفرض من تلقاء
وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط آخر
یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ ثم قال ثانیا قلت فہذا معنی التیامن والتیاسر
فی عبارۃ الدرر قال الشامی فی شرح ہذا القول ما حاصلہ ان ما ذکرہ بقولہ بان یبقی شیئ
من سطح الوجہ الخ مع فرض الخط علی الوجہ الذی قررناہ ہو المراد بما فی الدرر من التیامن والتیاسر ای
لیس المراد منہ ان یجعل الجہۃ من یمینہ او یسارہ اذ لا شک حینئذ فی خروجہ عن الجہۃ بالکلیۃ
بل المفہوم مما قدمناہ عن الدرر من التقیید بحصول زاویتین قائمتین عند انتقال المستقبل یمین
الکعبۃ یمینا او یسارا انہ لا یصح لو کانت احدہما حادۃ والاخری منفرجۃ بہذہ الصورۃ والحاصل
ان المراد بالتیامن والتیاسر الانتقال عن عین الکعبۃ الی جہۃ الیمین او الیسار لا الانحراف انتہی والصدر
بحیث ینبہ الشارح علی ان المراد بہا الانتقال فقط ثم فصل الشامی تفصیلا اختار منہ یعرف المنحرف

ای الانحراف بالبیت شرعی ما ادخل فی هذه الورطة العیاذ من وهو ماصاحب الشرح الوجیز ثم تکمیل الحدیث
شعر — تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل * کہ خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را * لا
یقال وان خطاء المفتی المذکور بکون الانحراف مرادا من عبارة الدر لکن ما خطائی بکون الانحراف
جملة لما قال القہستانی ولا باس بالانحراف انحرافا لا تزول به المقابلة بالکلیة بان یبقی شیء من
سطح الوجه مسامتا للکعبة لانا نقول هذا الانحراف المذکور فی القہستانی یساوق الانتقال
علی الخط معنی فان المقابلة بالکلیة کما لا تزول فی الانتقال المذکور کذالک لا تزول بهذا الانحراف
بخلاف الانحراف الذی اراد ذالک المفتی بحیث یصیر القطب الشمالی مسامتا لصدر المصلی
فانه تزول المقابلة بالکلیة حینئذ فان قلت لا تزول المقابلة بالکلیة فان الجانب الایسر منتهی الی الافق یکون
مسامتا للکعبة قلت ذالک الجانب لیس بجزء من الوجه بل هو جانب الراس الواقع فی الطرف الایسر من الوجه فی سطح غیر سطح
الوجه واصلا ومشترک بینه وبین سطح القوس الوجه فلا یکون جزء من سطح الوجه مسامتا للکعبة البتة فانعدم المقابلة
بالکلیة وذلک ما اردنا خلاصہ فتوی مذکورہ کا یہہ ہے کہ جو مولوی رشید احمد صاحب
نے بابت مسجد پٹودی جس کی جانب شمالی قطب سے سات ہاتھ مشرق کیجانب کو مائل
ہے جواز کا فتوی دیا تھا اُس کی تردید راقم ایک فتوی میں شائع کر چکا ہے پھر مولوی گنگوہی
نے ایک فتوی اس قسم کا دیا کہ اگر چودہ ہاتھ یا زیادہ مائل مشرق کیجانب ہو جس سے سینہ
مصلے کا قطب شمالی یا جنوبی کیطرف ہو جاوے تب بھی نماز درست ہے یہی مطلب عبارت
در مختار وغیرہ کا ہے جسکو مفتی لودیانہ نے نہیں سمجھا یہہ اس کی تردید میں راقم نے یہہ تحریر کیا کہ کل
فقہا کے نزدیک سینہ کا پھرنا قبلہ سے نماز کا مفسد ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں موجود ہے
مولوی گنگوہی نے غلطی کھا کر معانی صحیحہ کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دیا ہے سو دیکھو صاحب
درمختار نے عبارت مذکورہ کے یہہ معنی لکھے ہیں کہ مصلے کے منہ کی طرف سے ایک خط
کعبہ کیجانب کھینچا جاوے دوسرا خط تقاطع کرنے والا اس خط کو اوپر دو زاویہ قائمہ کے
یمین یسار کو کھینچا جاوے اس خط ثانی پر مصلے کا حرکت کرنا یمین یسار کیطرف نماز کو مفسد نہیں

اور شامی نے اسکی شرح میں لکھا ہے کہ اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ خلا کعبہ کو نمازی میں یا اسکی طرف
رکھکر نماز کا پڑھنا درست ہے کیونکہ اس صورت میں خارج ہو جاویگا سینہ نمازی کا جہت قبلہ سے بالکل جو شرط نماز
ہے پس قول مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا سراسر غلط ہے۔ واللہ یہدی من یشاء الی الصراط المستقیم واللہ
اعلم الراقم خادم الطلبا محمد لدھیانوی ٭ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں
کہ اگر ایک عورت بیان کرے کہ مینے اپنا پستان دختر زید کے منہ میں دیا تھا اسکا دودھ پینا یا نہ پینا
مجھکو یاد نہیں ہے اسکے اور کوئی شہادت نہیں ہے پیا کر اُس دختر نے اسکا دودھ ہمارے روبرو پیا ہو
آیا شرعاً اُس دختر کا عقد پسر عورت پستان دہندہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ فقط
جواب۔ اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ دختر مذکورہ کا نکاح پسر عورت مذکورہ سے درست ہے
کیونکہ حکم رضاعت کا جب تک کہ دو مسلمان نیک بخت یا دو عورتیں اور ایک مسلمان صالح شہادت
اسپنے۔ روبرو دودھ پینے کی نہ دیں شرعاً جاری نہیں ہو سکتا۔ کما قال فی الدر المختار وحجتہ حجۃ المال
ہو شہادۃ عدلین او عدل وعدلتین۔ انتہی۔ باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و
مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لڑکا یا لڑکی بعد پورا ہونے عمر ڈھائی سال کے کسی عورت
کا دودھ پیوے تو اسپر احکام رضاعت کے شرعاً جاری ہوسکتے ہیں یا نہیں اور رضامندی پر
مرضعہ یا کسی اور کی شرط ہے یا نہیں فقط۔ جواب۔ اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔ شرعاً
مدت رضاعت کی ڈھائی سال سے زیادہ نہیں اور احکام رضاعت کے اسی پر جاری ہونگے
جس نے اسی مدت کے اندر دودھ پیا ہو بعد اسکے دودھ پینے سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اور
دودھ کا پلانا بھی اُس مدت کے بعد درست نہیں اور واسطے حکم رضاعت کے رضامندی کسی
کی شرط نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار الرضاع ہو مص ثدی آدمیۃ فی وقت مخصوص ہو حولان
ونصف عندہ وحولان عندہما وہو الاصح وثبت التحریم فی المدۃ فقط ولم یبح الارضاع بعد مدتہ۔ انتہی ملخصاً
رضاعت شرعاً جو منا پستان عورت کا ڈھائی سال عمر میں ہے نزدیک امام اعظم کے اور دو سال تک نزدیک صاحبین کے
تو اسی مدت کے اندر تحریم ثابت ہوتی ہے اور بعد اسکے دودھ کا پلانا درست نہیں واللہ اعلم محمد لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص غلہ کو نرخ
بازار سے کم کرکے بطور قرض فروخت کرتا ہے مثلاً اگر گیہوں بازار میں ایک من
ایک روپیہ کو فروخت ہوتی ہے وہ شخص ایکروپیہ کی تیس (۳۰) سار قرض فروخت کرتا ہے
آیا یہ معاملہ اس کا شرعاً درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب

اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا یہ معاملہ شرعاً بموجب روایات کتب فقہ جائز نہیں
قال فی العالمگیریۃ رجل باع علی انہ بالنقد بکذا و بالنسیئۃ بکذا او الی شہر بکذا والی شہرین
بکذا لم یجز کذا فی الخلاصۃ یعنے فتاوی عالمگیری میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ نہیں
جائز بیع میں مول کا فرق کرنا بسبب ادھار کے اور ایضاح میں لکھا ہے بیع الحنطۃ
بنقصان حکم البلدۃ بثمن النسیئۃ بالمدۃ المعلومۃ فاسد وان اخذ الثمن بعد مضی المدۃ
فہو حرام لان الثمن متفاضل بالحکم فہو ربوا یعنے بیچنا گیہوں کا شہر کے نرخ سے کم کرکے
ادھار مدۃ مقرر تک درست نہیں اور بعد گذرنے مدۃ کے اگر قیمت کو بائع نے لیلیا
تو حرام ہے کیونکہ مول باعتبار نرخ شہر کے زیادہ ہوا پس سود ہوا وفی مجمع النوادر نقلا عن المضمرات
ومن باع شیئا الی ید رجل النسیئۃ علی شرط ان یاخذ الثمن الی المدۃ المعلومۃ وقیمۃ الشیٔ
عند التجار اقل منہ فالزیادۃ علی القیمۃ بلا تجوز لانہ یاخذ الربوا بالاجماع وفی المحیط ایضا مثل
ہذہ العبارۃ یعنے کتاب مجمع النوادر میں کتاب مضمرات اور محیط سے یوں نقل کیا ہے کہ ادھار
بیع کرنا کسی شے کا تاجروں کی قیمت سے بڑھا کر سود ہے بالاجماع وفی سلطان شرح الہدایۃ ولو کان قیمۃ ثوب
عشرۃ ذراع وباع بالنساء ثمان عشر او تسع ذراعا او سبع ذراعا وقیمۃ الطعام والحبوب عشرۃ
صاع وباع بالنساء ثمان صاع او تسع صاع او سبع صاع فہو حرام بالاتفاق

والناس عنها غافلون یعنے شاہان شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر نرخ کپڑے کا بارہ درہم دس گز ہے یا غلہ کا نرخ دس صاع ہے اس نرخ سے کم کرکے ادھار بیچ کرنا اتفاقاً حرام ہے اور لوگ اس مسئلہ سے غافل ہیں وفی ابراہیم شاہی رجل باع قفیز حنطۃ بعشرۃ دراہم وسعرہ فی البلد ثمانیۃ یجوز عند بعضہم والصحیح المختار انہ لایجوز لانہ بیع خال عن العوض وہو ربوا یعنے فتاوی ابراہیم شاہی میں ہے کہ جو شخص ایک قفیز حنطہ کو دس درہم کی قیمت سے کسیکو دے اور حالانکہ نرخ اس کا شہر میں آٹھ درہم ہے بعض نے ایسی بیع کو جائز کہا ہے صحیح اور مختار عدم جواز ہے کیونکہ یہ بیع خالی عوض سے ہے ایسکا نام سود ہے خلاصہ مطلب ان عبارات کا یہ ہے کہ جس چیز کا نرخ بازاری ہو جیسے غلہ تو اس کا نرخ کم کرکے ادھار بیچنا درست نہیں کیونکہ نرخ بازاری غلہ کا خدا تعالے کی طرف سے ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے المسعر ہو اللہ یعنے نرخ مقرر کرنیوالا خدا ہی ہے پس جس شخص نے بازاری نرخ سے کم کرکے ادھار دیا دو وجہ سے گناہگار ہوا وجہ اول یہ ہے کہ خدا تعالی نے جو نرخ مقرر کیا تھا اس سے بھی کم کردیا وجہ دوسری یہ ہے کہ جسقدر اس نے بازاری قیمت سے زیادہ مقرر کیا ہے وہ مدت کی قیمت ہے اور مدت کی قیمت درست نہیں کیونکہ مدت کوئی شے نہیں بلکہ وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں ثمن نہیں ہوتا قال فی الکفایۃ وذلک اعتیاض عن الاجل وہو حرام لان الاجل صفۃ کالجودۃ والاعتیاض عن الجودۃ لایجوز فکذا عن الاجل یعنے کفایہ میں لکھا ہے کہ اجل کا عوض دینا حرام ہے کیونکہ اجل مثل جودت کی وصف ہے جودت کا عوض حرام ہے اسیطرح اجل کا عوض بھی حرام ہوا اگر کوئی شخص واسطے جواز بیع مذکور کے یہ دلیل پکڑے کہ ہدایہ میں لکھا ہے انہ یزاد الثمن لاجل الاجل اور عنایہ میں ہے ان عجلتنی الی مدۃ کذا فقیمتہ یکون کذا بزیادۃ مقدار حاصل

ترجمہ ان دونکا یہ ہے کہ بسبب اجل کے ثمن زیادہ ہو جاتا ہے پس صورت
مذکورہ سوال میں بھی بسبب اجل کے ثمن زیادہ ہونیسے ہرگز حرمت عائد
نہیں ہو سکتی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہم لوگ ان فقہا میں سے نہیں ہیں جو
مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے زور سے دخل دے سکیں مثل حصاف
اور طحاوی کی جو مجتہد فی المسائل فقہا کے طبقہ ثالثہ سے ہیں اور نہ ہم مثل
امام رازی وغیرہ کی طبقہ رابعہ اصحاب تخریج سے ہیں جو ایک مسئلہ کو دوسریکا
نظیر خیال کرکے حکم لگاتے تھے اور نہ ہم اصحاب ترجیح سے ہیں مثل صاحب ہدایہ کی
جو ایک روایت کو دوسرے پر ترجیح دیں ہمارا کام صرف یہی ہے کہ جو مقدمین سے
منقول ہے اسکی تابعداری کریں جیسا کہ صاحب درمختار نے لکھا ہے واما نحن
فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیوتہم اور صاحب طبقات مذکورہ مجتہدین
کے اقوال اور دلائل پر غور کر کے اپنا منصبی فرض ادا کرتے تھے عبارات کتب مصنفہ سے
استنباط کرنیکا نام فقہ نہیں غرض اس زمانہ میں کیا بلکہ صدہا سال سے دروازہ استنباط
احکام کا مسدود ہے اگر اسیکا نام بالفرض والتقدیر استنباط کیا جاوے تو عبارت
ہدایہ میں جو واسطے واجب ہونے غسل کے ایلاج فی الدبر کا فعل بھی لکھا ہے
اسپر بھی آپکو مزہ لوطہ کا فتویٰ دینا پڑیگا شعر لوگرامات شیخ ما چہ عجب + گربہ
شاشید گفت باران است بیع جب منقولات سے ہو جسکی بازاری قیمت ہمیشہ
معلوم رہتی ہے مثل غلہ و بعض اجناس کپڑا وغیرہ کو اسکو نرخ بازار سے گراں
کر کے بیع کرنا صرف ربوا ہے کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے مثلاً اس کا نرخ ثمن ایکروپیہ
رکھا اور تم نے اسکو ادھار سوا روپیہ کو بیچا تو چار آنہ خدا تعالیٰ کے نرخ مقرر کئے
ہوئے سے تم نے زائد لئے تو یہ چار آنہ ضرور بالضرور زیادتی خالی عوض سے ہے
جسکو عربی میں ربوا اور فارسی میں سود اور ہندی میں بیاج کہتے ہیں اور جو اشیا

مثلی نہیں ہیں مثل اونٹ گھوڑا گائے بیل وغیرہ انکا نرخ بازاری مقرر نہیں ہوتا
جو قیمت مابین متعاقدین کے مقرر ہو جاوے وہی اس کا ثمن مقرر ہو جاتا ہو
ایسی چیز کو اگر کوئی ادھار گراں قیمت پر بیچ ڈالے تو اس پر ربوا کا اطلاق ہرگز
نہیں ہو سکتا کیونکہ انکی قیمت بسبب خواہش اور عدم خواہش خریدار کے کم
زیادہ ہو جاتی ہے اصلی قیمت اسکی کوئی مقرر نہیں ہے دیکھو بعض اوقات میں
ایسا اتفاق پڑتا ہے کہ کسی نے ایک گھوڑا کسی شخص سے قرضاً پچاس روپیہ کو
خرید لیا دوسرے شخص نے فوراً وہی گھوڑا سو روپیہ نقد کے ساتھ خرید کرکے
تیسرے شخص کو ایکہزار قیمت پر نقد دیدیا ایسی چیزوں کو اگر کوئی نقدا ور ادھار
میں فرق کرکے بیع کرے تو یہاں کسی صورت سے ربوا نہیں ہوتا کیونکہ نقد پر
کم دینے سے یہ مراد ہو سکتی ہے کہ اس نے اپنی چیز کم قیمت کو دیدی اور قرض کی
صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنی چیز پوری قیمت پر بیچنے کی نیت سے
ادھار دیدی غرض ایسی صورتوں میں فریق ثانی کی عبارتوں کا محل ہو سکتا ہو
پس بیچنا گیہوں وغیرہ اناج کا کم نرخ کرکے بطور قرض ہرگز درست نہیں اور نیز کل قرض
جر نفعاً فہو حرام بھی اسکی تائید کرتا ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم

الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی عفی عنہ

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی کو
قرض دے اور اسکے عوض میں گیہوں لینے کرے آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں

بینوا توجروا۔

جواب

اللہم ارنا الحق حقا و الباطل باطلا ایک جنس اناج کی دیگر دوسری جنس اسکے عوض میں بطور قرض لینی شرعا درست نہیں جیسا کہ درمختار میں لکھا ہے القرض ہو عقد بلفظ مخصوص یرد علی دفع مال مثلی لآخر لیرد مثلہ یعنے قرض ایک عقد ہے جو وارد ہوتا ہے اوپر دینے اس مال کے جو مثلی ہو کسیکو تاکہ رد کرے اسی طرح کا مال ولا عبرۃ بغلائہ ورخصہ اور نہیں اعتبار گران اور ارزان ہونے نرخ کا یعنے اگر وقت لینے جنس کے ایک من گیہوں کا نرخ تھا اور جب مالک کو دیگئی تو اسوقت نرخ اس کا دو من ہو گیا تب بھی اسیقدر گیہوں دیجاویگی جسقدر اس سے لیگئی تھی نرخ کے کم زیادہ ہونیکا اعتبار نہیں غرض غیر جنس کا لینا یا دینا معاملہ قرض میں شرعا حرام ہے اور یہ معاملہ قبیل بیع سے نہیں بلکہ قرض کا معاملہ ہے اسیواسطے اسکو عرف میں جنس بولتے ہیں اگر بالفرض اسکو بیع میں داخل کیا جاوے اور گیہونکا کیلی ہونا بموجب روایت امام اعظم اور امام محمد کے بیان کیا جاوے جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں مکئی وغیرہ وزنی ہیں پس انکی بیع بسبب اختلاف جنس اور قدر کے بطور نقد اور ادھار دونوں شرعا جائز ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ بموجب روایت امام ابو یوسف کے کیلی اور وزنی ہونے میں علی الاطلاق عرف کا اعتبار ہے جیسے درمختار میں لکھا ہے وعن الثانی اعتبار العرف مطلقا ورجحہ الکمال وخرج علیہ السعدی افندی استقراض الدراہم عددا وبیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثلہ وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف حاصل مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ امام ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہے گیہوں وغیرہ سب اس میں برابر ہیں اسی روایت کے

بموجب لین دین اہل اسلام کا درہم و دینار گنتی پر ہے حالانکہ حضرت کے
وقت میں چاندی سونا وزنی تھا اسیطرح آٹا گیہوں کا بدلے آپکے بطور خدمت کے اس
زمانہ ہمارے میں بھی اہل اسلام کا جاری ہے اور کتاب کافی میں لکھا ہے
کہ فتوی کیلی وزنی ہونیکا عادات پر دیا جاوے - اور نیز جس ملک میں گیہوں
وزنی ہے وہاں جو شخص اپنے گیہوں دوسرے سے بدلتا ہے تو وزن سے
بدلتا ہے اور کوئی اسکو منع نہیں کرتا اگر اس کا وزنی ہونا شرعاً درست نہوتا تو یہ
لین دین بھی شرعاً حرام ہوتا اور نیز جس شہر میں گیہوں وزن سے اندازہ کیجاتی ہے
وہانکا حکم برخلاف اس شہر کے ہوتا ہے جہاں گیہوں اور مکئی دونوں کیل سے اندازہ
کیجاتی ہیں اور نیز جو چیز بموجب ایک روایت کے منع ہو اور بموجب دوسری روایت
کے ایک ہی مذہب میں جائز ہو تو حرمت والی روایت پر عمل کرنا احتیاطاً لازم
ہے پس بموجب تحقیق بالا ثابت ہوا کہ مکئی یا جوار بطور قرض دیکر اس کے عوض میں
گیہوں مقرر کرکے لینی شرعاً ناجائز ہے واللہ اعلم و علمہ اتم -

الراقم خادم الطلبا محمد عفی عنہ لدھیانوی

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کلوخ کا بعد
پیشاب کرنیکے استعمال کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں -

جواب

اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً - کلوخ کا استعمال کرنا علی الاطلاق یعنے بلا قید
غائط یا بول کے قرآن سے ثابت ہے قال اللہ تعالی فیہ رجال یحبون ان
یتطہروا واللہ یحب المطہرین اس آیت کی شان نزول میں لکھا ہے کہ یہ
آیت مسجد قبا کے لوگوں کی تعریف میں ہے کہ وہ لوگ کلوخ کرنیکے بعد پانی کو

استعمال کرتے تھے اور جو بعض روایات میں آیا ہے تتبع الغائط الاحجار الثلثۃ
ثم تتبع الاحجار الماء۔ اسکے یہ معنے ہیں کہ ہم پاخانہ کی حالت میں بعد استعمال
کرنے تین کلوخ کے پانی کے ساتھ طہارت کرتے تھے۔ پیشاب کے بعد پانی کا
ذکر نہیں کیا گیا ہے کیونکہ پاخانہ کی نجاست جسم دار ہے صرف کلوخ سے پاک ہونا
اسکا دشوار ہے بخلاف پیشاب کے کیونکہ اس میں صرف کلوخ سے بھی بلا دشواری پاکی
حاصل ہو سکتی ہے۔ عن مولی امیر المومنین رضی اللہ تعالی عنہ قال کان عمر اذا بال

قال ناولنی شیئا استنجی بہ فاناوله العود ولو الحجر او یاتی حائطا یمسح بہ او یمسہ الارض
قال البیہقی ہذا اصح مافی الباب کذا نقل الشیخ عبد الحق فی فتح المنان کلوخ لیکر ٹہلے
بعد میں استعمال پانی کا کرے اس واسطے کہ شاید قطرہ نہ آجاوے اور اس ٹہلنے میں بہت
اختلاف ہے چار سو قدم سے تا دس قدم تک اور بعضے عمر کے جتنے سال گذرے
ہوں اسقدر قدم ٹہلنے کا حکم دیتے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ آدمیوں کی طبیعتیں
مختلف ہیں پھر جسمیں جسکی تسلی ہو جاوے کہ اب ہم پاک ہوئے وہی معتبر ہے
بعد اسکے پانی سے تین مرتبہ عضو مخصوص کو بائیں ہاتھ سے پاک کرے اگر پانی
میسر نہ ہووے تو استبرا فقط کلوخ سے کافی ہے نقل مشہور ہے کہ اہل تشیع پیشاب
کے بعد مثل غیر مقلدین کے کلوخ کو استعمال نہیں کرتے ایک دفعہ ایک بادشاہ نے
ایک سنی اور ایک شیعہ کو جب وہ اپنے اپنے مذہب کے موجب پیشاب سے فارغ ہوئے
گھوڑوں پر سوار کروا کر دوڑانیکا حکم دیا بعد ازاں دونوکے پاجامے کھلوا کر جب
امتحان کیا تو شیعہ کا پاجامہ پیشاب آلودہ پایا اور سنی کا پاجامہ بسبب استعمال
کلوخ ناپاک نہوا پس سنی شیعہ سے بازی لے گیا اب بھی اگر کسیکو شک ہو گھوڑ دوڑ
کرکے شبہہ دور کر لے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

الراقم خادم الطلبا محمد عفی عنہ

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو چنگی کا روپیہ آتا ہے اسکو بعض اہل علم نے بسبب اس کے کہ حدیث میں اس کام کرنیوالے کے حق میں وعید شدید وارد ہے حرام قرار دیا ہے آیا یہ قول انکا صحیح ہے یا نہیں بینوا توجروا

جواب

اللھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا چنگی کے روپیہ کو علی الاطلاق حرام قرار دینا بالکل غلط ہے فقہ کی کتابوں میں چنگی کے ملازم کو عاشر کہتے ہیں ایک باب میں جداگانہ چنگی لینے کے قواعد بیان ہیں قال فی شرح الوقایۃ العاشر ھو من نصب علی الطریق لاخذ صدقۃ التجار ویاخذ من المسلم ربع العشر ومن الذمی ضعفہ ومن الحربی العشر ان بلغ مالہ نصابا انتہی یعنے عاشر شریعت میں اُس کا نام ہے جو مقرر کیا جاوے کسی راستے پر واسطے لینے زکوٰۃ وغیرہ کے سوداگروں سے مسلمان سے چالیسواں حصہ اور ذمی یعنے جو کافر رعیت اسلام ہے اُس سے بیسواں حصہ اور تاجر کافر جو ملک کفار سے آیا ہو اُس سے دسواں حصہ اگر مال اُس کا دو سو درہم سے کم نہو۔ اور جو کچھ مال عاشر کفار سے بطور چنگی لیتا ہے علما اور قضاۃ اور لشکر کی تنخواہوں میں صرف کرنا درست ہے قال فی الدر المختار وما اخذ منھم بلا حرب ومنہ ترکۃ الذمی وما اخذہ عاشر منھم مصرفہ مصالحنا ککفایۃ العلماء والقضاۃ ورزق المقاتلۃ انتہی ملخصا یعنے جو لیا جاوے کافروں سے بغیر لڑائی کے اور اس میں داخل ہے جو ذمی اپنا ترکہ چھوڑ مرے اور جو حاصل کرے اُن کافروں سے زکوٰۃ لیا جاوے خرچ اس روپیہ کے مصالح اہل اسلام ہیں جیسا کہ علما اور قضاۃ کا خرچ اور لشکر اسلام کی تنخواہوں میں خرچ کیا جاوے تحقیق بالا کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو خوب معلوم ہو گیا ہوگا کہ مال چنگی کا اہل اسلام کے

نزدیک بیت المال حلال آمدنی کی صورت ہے پس جو شخص ایسے مال کو حرام قرار دیوے سخت غلطی پر ہے
احادیث میں جو مذمت آئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کام پر جو شخص مقرر کئے جاتے ہیں وہ
اکثر لوگوں پر ظلم کرتے ہیں - قال فی البحر بما حاصلہ ان للامام ونوابہ من السعاۃ
والعشار ولایۃ اخذ الصدقات للاٰیۃ خذ من اموالہم صدقۃ الاٰیۃ وفی التبیین ان جمیع
ما ورد من ذم العاشر محمول علی من یاخذ اموال الناس ظلما کما تفعلہ الظلمۃ
الیوم وروی ان عمر اراد ان یستعمل انس بن مالک علی ہذا العمل فقال لہ
اتستعملنی علی المکس من عملک فقال الا ترضی ان اقلدک ما قلدنیہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم انتہی ملخصا واللہ اعلم وعلمہ اتم - الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی - باسمہ سبحانہ
کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانا آگے رکھ کر قرآن پڑھنا
جو عرف عام میں ختم کے نام سے مشہور ہے آیا یہ فعل سنت ہے یا مستحب یا بدعت حسنہ یا سیئہ بینوا توجروا

جواب

اللہم ارنا الحق حقا والباطل باطلا - ختم مروجہ نہ سنت ہے نہ مستحب نہ بدعت حسنہ بلکہ بدعت
سیئہ ہے کیونکہ سنت اسکو کہتے ہیں جس فعل کو آنحضرت نے کیا ہو ہمیشہ یا کبھی کبھی ختم بطریق مروجہ
ایک بار بھی ساری عمر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے بروقت قلت خوراک لشکر کے صحابیوں کو حکم دیا تھا اگر جو کچھ تمہارے پاس کھجور وغیرہ باقی ہے
اسکو میرے پاس لے آؤ جب سب لے آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی
کہ اے خداوند اپنے فضل وکرم سے اس میں برکت دے سو خدا تعالیٰ نے دعا آپکی قبول فرمائی اس
تھوڑی خوراک کو دیر تک کھاتے رہے یہ آپکا معجزہ تھا ختم نہیں تھا جس میں تمام قرآن سے فراغت پاکر
کھانے کو جلد ختم کر دیتے ہو سنت معجزے کو نہیں کہتے ہیں تو تم لوگ کبھی چاند کو دو ٹکڑے کرکے اپنی طرف
اتار لیا کرو تاکہ اس سنت سے بھی محروم نہ رہو وہاں بھی عذر کروگے کہ یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا معجزہ تھا ہم میں یہ طاقت کہاں یہی امر اس صورت میں موجود ہے پس جیسا چاند کا دو ٹکڑے کرنا سنت

میں داخل نہیں اسیطرح یہ بھی ایک معجزہ تھا سوائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کو طاقت نہیں
اور مستحب اسواسطے نہیں کہ متقدمین سے اس کا رائج ہونا ثابت نہیں بدعت حسنہ اسواسطے نہیں
کہ اس کے کرنے سے سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوت ہوتی ہے کیونکہ آپ بمجرد حاضر ہونے
طعام کے کھانا شروع کر دیتے تھے یہانتک کہ نان خورش کے واسطے بھی انتظاری گوارا نہیں
کرتے تھے جیسا کہ لفظ حدیث۔ ما انتظر ادامًا قط سے ظاہر ہے پس بہر حال بدعت سیئہ ہونا
اس کا ثابت ہوا اور نیز حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو لوگ قرآن کو وسیلہ روٹی کھانے کا کرتے
ہیں اُنکے مُنہہ پر قیامت کے دن گوشت نہیں ہوگا صرف ہڈی ہوگی اکثر ملانوں کا یہ حال ہے کہ
اگر دال روٹی طعام ہوتی ہے تو قل ہو اللہ پڑھکر کھانا کھا لیتے ہیں اور اگر کبھی پلاؤ وغیرہ عمدہ
کھانے موجود ہوں تو وہاں چند ملاں جمع ہوکر یٰسین وغیرہ صورتیں خوش آوازی سے
پڑھتے ہیں غرض کلام الٰہی کو روٹی کے بدلے فروخت کرتے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا یعنے نہ فروخت کرو آیات میری کو تھوڑی قیمت کے ساتھ اگرچہ
یہ آیت یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی تھی لیکن باعتبار معانی کے ایسی صورتوں کو بھی
شامل ہے بموجب قاعدہ اصول العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص المورد۔ منیہ کی شرح کبیری
میں المنادی بزازیہ سے نقل کیا ہے۔ کرہ قراۃ القراٰن عند اتخاذ الطعام یعنے مکروہ ہے
قرآن کا پڑھنا کھانا پاس رکھکر اسیواسطے یہ بدعت سوائے ہندوستان اور پنجاب کے عرب اور
ترکستان وغیرہ ممالک اسلام میں رائج نہیں اگر یہ امر شرعی طور پر متقدمین سے منقول ہوتا
تو سب ممالک اسلامیہ میں یکساں جاری ہوتا اور نیز ملاں لوگ جب اپنے گھر روٹی کھاتے
ہیں وہاں ختم کا نام تک بھی نہیں آتا اور نیز جب کوئی شخص گائے یا گھوڑا۔ یا روپیہ کسی شخص کو
للہ دیتا ہے وہاں ختم نہیں پڑھا جاتا یہ سب ملانوں کی حیلہ سازیاں ہیں تاکہ لوگ اس
وجہ سے دعوت کیا کریں حلال حرام کی انکو کچھ پرواہ نہیں یتیم کا مال ہو یا کنجنی کا سب پر ختم
پڑھکر کھا لیتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ حرام پر بسم اللہ کرنے سے کافر ہو جاتا ہے ایسا ملا لوگ

فرقہ مسلمانوں میں کم ہے البتہ بعضے پیرزادے انسے بھی دو قدم بڑھ جاتے ہیں انکا قول ہے کہ ہم اپنے مریدوں کو پلصراۃ سے پار کر دینگے نماز روزہ کی کچھ حاجت نہیں پیر پر اعتقاد رکھنے سے بیڑا پار ہو جاتا ہے یہ نہیں جانتے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تو عمل کر یہ نہ خیال کرنا کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

الراقم خادم الطلبا محمد

باسمہ سبحانہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قبروں پر حافظوں کو قرآن پڑھنے کے واسطے بٹھانا اور انکی کچھ خدمت روپیہ پیسہ سے کرنی آیا شرعاً یہ امر اور ایسے امر کی وصیت کرنی درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب

اللھم ارنا الحق حقاً وارنا الباطل باطلاً۔ یہ امر شرعاً درست نہیں اور ایسی وصیت بھی باطل ہے طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے۔ الوصیۃ من المیت باتخاذ الطعام والضیافۃ یوم موتہ او بعدہ وباعطاء دراھم لمن یتلو القرآن لروحہ او یسبح او یھلل لہ کلہا بدع منکرات باطلۃ والماخوذ منہا حرام للآخذ وھو عاص بالتلاوۃ والذکر لاجل الدنیا انتہی ملخصاً وفی التتارخانیۃ لا معنی لہذہ الوصیۃ ولصلۃ القاری بقرأتہ لان ھذا بمنزلۃ الاجرۃ والاجارۃ فی ذلک باطلۃ وھی بدعۃ لم یفعلہا احد من الخلفاء وقد ذکرنا مسئلۃ تعلیم القرآن علی استحسان انتہی یعنے للضرورۃ ولا ضرورۃ فی الاستیجار علی القراۃ علی القبر ولا ینکر ذلک الا مکابر او جاھل لا یفہم کلام الاکابر وما استدل بہ بعضہم علی الجواز بحدیث البخاری فی اللدیغ فہو خطأ لانہا لیست عبادۃ محضۃ بل من التداوی وما نقل عن بعضہم من انہ لا یجوز الاستیجار علی الختم باقل من خمسۃ واربعین درھما فخارج

مما اتفق علیہ اصل المذہب فالطبقة قال تاج الشریعة فی شرح الہدایة ان القران
بالاجرة لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری وقال العینی فی شرح الہدایة
ویمنع القاری للدنیا والآخذ والمعطی آثمان ولیس مبناه علی القول بکراھة
القران علی القبر کما وھم صاحب البحر بما فی الولوالجیة ولو زار قبر صدیق او قریب له
وقرأ عنده شیئا من القران فھو حسن بل مبناه علی الاستیجار یعنی کما ان الاستیجار
علی المعاصی باطل کذلک علی العبادات حرام لا یستحق الاجرة فی کلیہما اصلا انتہی

خلاصہ ماذکرہ صاحب رد المحتار المعروف بالشامی۔ یعنے شامی میں لکھا ہے
کہ وصیت میت کی کہ میرے مرنے کے بعد اسیروز یا بعد میں لوگوں کو کھانا کھلایا جاوے اور میری
قبر پر جو میری روح کے واسطے قرآن پڑھکر ثواب پہنچاوے اسکو کچھ نقدی دیکر سلوک کرنا یا
تسبیح اور تہلیل کا ثواب پہنچانیوالے کے ساتھ سلوک کرنا صاحب طریقہ محمدیہ نے ان سبکو
بدعات سیۂ کے قبیلہ میں داخل کیا ہے اور روپیہ پیسہ لینا حرام ہے اور پڑھنا اس کا واسطے
دنیا حاصل کرنیکے معصیت ہے! اور تاتارخانیہ میں ہے کہ پڑھنیوالے کیو جو سلوک کیا جاتا ہے
وہ بمنزلہ اجارہ کے ہے اور یہ اجارہ باطل اور یہ بدعت ہے نہیں کیا اسکو کسی نے چاریار
میں سے اور مسئلہ تعلیم قرآن کی اجرت کا درست ہونا عملہ نے واسطے ضرورت کے قرار دیا ہے
اور مردے کے واسطے اجرت پر قرآن پڑھانیکی ضرورت نہیں اور جو جھوک کاٹنے کے واسطے
سورہ فاتحہ کا پڑھنا اجرت پر جو بخاری میں موجود ہے اس سے جائز ہونا ثابت نہیں ہوتا
کیونکہ وہ بطور ایصال ثواب نہیں بلکہ وہ بطریق منتر اور دوا کے ہے عبادت نہیں ہے
اور جو بعضے نے کہا ہے کہ قرآن کی اجرت پینتالیس درہم سے کم لینی درست نہیں بالکل
مذہب متفق علیہ کے برخلاف ہے اور تاج الشریعت نے کہا ہے کہ اجرت پر قرآن پڑھنے سے نہ
میت کو اور نہ پڑھنیوالے کو مستحق ثواب کا نہیں ہوتا اور عینی نے کہا ہے کہ دنیا کے واسطے
قرآن پڑھنیوالے کو حکماً منع کیا جاوے اجرت دینیوالا اور لینیوالا دونوں گنہگار ہیں

قبر پر پڑھنے کے سبب اس کا منع ہونا نہیں ہے بلکہ اجرت پر قرآن کا پڑھنا منع ہے قبر پر ہو یا گھر پر
جو شخص بروقت زیارت قبر اپنے قریبی یا دوست کی قبر پر کچھ قرآن پڑھکے ثواب پہنچاوے سو
بہت نیک امر ہے غرض جیسا کہ زناکاری کا پیشہ حرام ہے ایسا ہی یہ پیشہ مردود ہے کیونکہ یہ
دونوں اجارہ شرعاً باطل ہیں یہ خلاصہ ترجمہ شامی کی عبارت کا ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم

الراقم خادم الطلبا محمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ لچھمی مسلمان طوائف
جو عرصہ سے سردار اتم سنگھ والی رام پور رملو دے کے پاس اول بطور طوائف کچھ مدت بعد اپنا دین اسلام
چھوڑ کر مرتدہ ہو کر اس سے اپنا عقد نکاح بموجب رواج سکھوں کے کروا کر رہتی تھی بعد میں دوبارہ
کے مسلمان ہو کر اپنے مال حرام سے جو سردار مذکور وغیرہ سے حاصل کیا تھا ایک کل برف کی خرید
کر کے برف طیار کروا رہی ہے آیا ایسی برف کا اہل اسلام کو استعمال کرنا یہ خیال کر کے کہ اسمیں
کوئی چیز جس کا کھانا شرعاً حرام ہو ڈالی نہیں جاتی جس طرح اور لوگ برف پانی سے طیار کرتے
ہیں یہاں بھی اسی طرح بنتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا ۔

جواب

اللّٰھم ارنا الحق حقا والباطل باطلا ۔ چونکہ کل مال اسکا جو اس نے بذریعہ پیشہ یا ازدواج سے حاصل کیا ہے
شرعاً درست نہیں کیونکہ جو اس نے بذریعہ عقد ارتداد کی حالت میں حاصل کیا ہے وہ بھی
شرعاً حرام ہے اسواسطے کہ مرتدہ کا عقد کسی فرد بشر سے مسلمان ہو یا کافر درست نہیں ہے

قال فی الہدایۃ لا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کافرۃ ولا مرتدۃ وکذا لا یتزوج
المرتدۃ مسلم ولا کافر انتہی یعنے مرتد مرد کا کسی عورت سے اور مرتد عورت کا کسی مرد سے اصلا
نکاح درست نہیں پس ازدواج کی حالت میں بھی وہ زناکار ہی رہی اور حرام مال سے نفع

استعمال شرعاً درست نہیں اور نجاست کردہ برف مثل اور برتنوں کی طرح پانی سے طیبا بھی صحیح
معلوم کس طرح سے ہو گئی بالکل بے دینی ہے شرعی احکام میں عقل کو دخل دینا درست نہیں ورنہ
اپنی والدہ اور بیٹی کے ساتھ نکاح کرلینے میں عقلاً کیا قصور ہے انکا حضور مخصوص بر غیر کی
حاجت روائی کے واسطے برابر ہے پس ایسی برف حلال جانیوالے کو ماں بہن وغیرہ محرمات
شرعیہ سے جماع کرنے میں تامل نہ کرنا چاہیئے نعوذ باللہ منہ پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ ایسے
شخصوں سے معاملہ لین دین کا نہ کریں اور انکی اعانت سے باز آویں قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر
والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان - یعنے نیکی اور پرہیزگاری پر مدد کرو گناہ اور ظلم پر مدد
نہ کرو پس بموجب آیۃ مذکورہ کے ایسے مال کے ساتھ معاملہ کرنیوالا شرعاً گنہگار ہے اور نیز حدیث
میں وارد ہے مہر البغی خبیث یعنے زنا کا مال خبیث ہے اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنا طیب
مال خبیث مال کے معاوضہ میں نہ دیں - واما افتاء بعض ابناء زماننا بالجواز فعلیہم ان یثبتوا اولا
الشرعیۃ جواز عقد الرہن الذی ہو اساس ہذہ المسئلۃ اولا ثم جواز اخذ المال بعوض العقد المذکور
بعد رجوعہا الی الاسلام ثانیاً وکلا الامرین باطلان لما مر فی ما تقدم نقلا عن الہدایۃ
لعدم جواز عقدہا ببطلان العقد تبطل المعاوضۃ ایضاً لانہ من بناء الفاسد علی الفاسد وذلک
ما اردناہ ہذا - واللہ اعلم وعلمہ اتم - الراقم خادم الطلبا محمد -
جواب دوم اقول بعونہ وہو المعین - معلوم ہو کہ جس صاحب کو اپنے دین کا بچانا
اور مال کا پاک رکھنا منظور ہو تو اس اجارہ سے جس میں تبدل مال خبیث کا مال پاک سے کیا جاتا ہے
احتراز فرماویں کیونکہ یہ تبدل شرعاً حرام ہے قال اللہ تعالیٰ لا تتبدلوا الخبیث بالطیب
الآیہ نیز حدیث میں ہے من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ الحدیث و
ما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم - الراقم عبد العزیز عفی عنہ
مواہیر علماء دہلی
مسلمان عورت کو زنا کا پیسہ لینا مطلق حرام ہے اور جو مال حرام سے برف کی کل تیار ہوئی

دوکل بھی ایسی ہے کہ مسلمان کو اُس سے بہت خریدنی نادرست ہے جیسے زنا کی کمائی کا کوئی مکان بنا ہوا ہووے اُس میں آباد ہونا ناجائز ہے غصب کی زمین پر نماز ناجائز ہے اسی طرح یہ بھی نادرست ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد ابراہیم و محمد حسین جو شے مال حرام سے خریدی جاوے خواہ کل ہو یا دیگر شے مثل جائداد وغیرہ کے کل سے مسلمان کو فائدہ حاصل کرنا ناجائز ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ ابوالحسن عفی عنہ۔

سید محمد عبد السلام	سید محمد ابوالحسن	سید محمد نذیر حسین

قاعدہ مسلمہ ہے کہ حرمت دو قسم ہے حرمت لعینہ اور حرمت لغیرہ دونوں اصل حرمت و منہی عنہا ہونے میں یکساں ہیں پس جو چیز کہ وسیلہ ذریعہ حرام سے حاصل کی گئی ہو گو اُس میں فی نفسہ کوئی چیز حرام عینی نہ ہو وہ بھی قطعی حرام ہے پس بناءً علیہ جس حضرت مفتی صاحب نے حرمت لغیرہ کا انکار کر کے اس بحث کو حلال کہا نہایت تعجب و تاسف ہے از قلت تدبر یا غایت تعصب کیونکہ اگر اس پر عمل ہو تو تمام محرمات حلال ہو جاویں۔ کما لا یخفی علی المنصف فعلی المستفتی اَنْ لَا یَغْتَرَّ بِقَوْلِ ہٰذَا الْمُفْتِی فَاِنَّ الرِّجَالَ تُعْرَفُ بِالْحَقِّ لَا الْحَقُّ بِالرِّجَالِ۔ محمد عبد الحق ملتانی۔

جب فتویٰ مذکور طبع ہو کر شائع ہوا فوراً ناظم الحرمت و برادرم مولوی عبد العزیز صاحب پر مسماۃ پھجی نے توہین کا دعویٰ عدالت میں دائر کیا کہ ان ہر دو یان نے میرے حق میں غلط فتویٰ دے کر توہین کی اور فتوے بلاے مولوی غلام رسول امرتسری اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ہمارے برخلاف بھی عدالت میں پیش کئے اگرچہ مقدمہ میں خود اُسنے پشیمان ہو کر باز دعویٰ داخل کیا لیکن چونکہ فتوے ہمارے مشعر اصل کی تردید کرنے واسطے فائدہ اہل اسلام کے ضروری تھی لہٰذا انکار بطور اختصار کے تحریر کیا جاتا ہے چونکہ مولوی رشید احمد صاحب نے کوئی

سند تحریر نہیں کی اسواسطے اسکی ذکر دینیکی ضرورت نہیں خود اس کتاب سند ہونا اسکی نزدیک کے واسطے کافی ہے۔ البتہ مولوی غلام رسول صاحب نے جواپنے فتوی میں یہ سند تحریر کی ہے

وفی الزیادات المرتدۃ اذا تصرفت ان کان تصرفا ینفذ من المسلم ینفذ منہا وان کان تصرفا لا ینفذ من المسلم لکن یصح ممن ھو علی ملۃ استحقاتہا کالیھود والنصاری الفذ تصرفاتہا لعندھما وعندہ اختلاف المشایخ قال بعضہم یصح قال بعضہم لا یصح منہا الا ما یصح من المسلم کذا فی التتارخانیۃ وثمرتہ فی بیعہا الخمر والخنزیر انتہی عن البحر۔

اور تصرفات مرتدہ کے بیت ہونے سے جو اس عبارت میں مذکور ہے یہ نتیجہ نکالا کہ نکاح بھی ایک تصرف ہے پس نکاح مرتدہ اور جو مال نکاح سے حاصل ہوا سب درست ہے۔ ہم اسکے جواب میں یہ لکھتے ہیں کہ عبارت مذکورہ سے کل تصرفات کا جایز ہونا جس میں نکاح بھی داخل ہے مراد نہیں بلکہ تصرفات مالی مراد ہیں یعنے بیع شری مرتدہ کی شرعاً درست ہے اور مرتد کی درست نہیں کیونکہ صاحب بحرالرائق نے تصرفات مالیہ جایز ہونیکے واسطے عبارات زیادات کی نقل کی ہے حیث

قال صاحب البحر قبیل تلک العبارات وقید بالمرتد لان المرتدۃ لا یزول ملکہا عن مالہا بلا خلاف فیجوز تصرفاتہا المالیۃ بالاجماع لانہا لا تقتل انتہی ما فی البحر۔

حاصل ان دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ مرتد کا اپنے مال میں تصرف کرنا شرعاً جایز نہیں یعنے مرتد اگر اپنے مال کو بیچے یا اپنے مال کے ساتھ کوئی شے خریدے تو شرعاً جایز نہیں اور اگر مرتدہ اپنے مال کو بیچے یا خریدے تو درست ہے اسیواسطے تعبیر میں بیع کی مثال زیادات میں دی گئی ہے غرض اس عبارت زیادات سے نکاح مرتدہ کا شرعاً جایز قرار دینا مولوی غلام رسول صاحب کا بالکل غلط ہے بحرالرائق شرح کنز میں جس سے مولوی صاحب مذکور نے سند پکڑی ہے لکھا ہے کہ مرتدہ کا نکاح کسی فرد بشر سے درست نہیں حیث قال

فی قول المصنف ولا ینکح مرتد ولا مرتدۃ احدا وعبر باحد فی سیاق النفی لیفید

التمرتاشی فلا یتزوج المرتد مسلمۃ ولا کتابیۃ ولا مرتدۃ ولا تتزوج المرتدۃ مسلم ولا کافر ولا مرتد یعنے
مرتد نکاح نکرے مسلمان عورت کو اور کتابیہ کو اور مرتدہ کو اور نکاح نکرے مرتدہ کے ساتھ کوئی
مسلمان اور نہ کافر اور نہ مرتد اسیطرح یہ مسئلہ فقہ کی کتابون مین مذکور ہے درمختار اور اسکی
شرح شامی میں لکھا ہے۔ و یتوقف تصرفات المرتد من بیع وکتابۃ ونحوہا بخلاف المرتدۃ ثم یبطل منہا
ما یعتمد الملۃ وہی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث انتہی۔ ملخصاً یعنے مرتد
کے تصرفات مالی اگرچہ برخلاف مرتدہ کے نافذ ہیں لیکن نکاح اور ذبیحہ اور شکار اور شہادت اور
وراثت جنمیں دین کا لحاظ ضروری ہے دونوں یعنے مرتد اور مرتدہ کے ناجائز ہیں۔ عبارات
مذکورۃ الصدر سے صاف ظاہر ہے کہ فتوی مولوی غلام رسول صاحب امرتسری کا دربارہ
جواز نکاح مرتدہ بالکل غلط ہے اگر کسیکو اسکی صحت کا دعوی ہو اپنے دلائل کو پیش کرے
مولوی عبدالعزیز صاحب نے فریق مخالف کو کہلا بھیجا تھا اگر کوئی اس فتوی مولوی غلام رسول
امرتسری کو ثابت کردے تو میں اپنی جائداد جو آٹھ ہزار روپیہ کی ہے اسکو دیدونگا ورنہ خواجہ
عبدالاحد غلام محی الدین ابھی اپنی کل جائداد کو مساجد کی تعمیر میں خرچ کرینگے نذر یاں لیس
طرف ثانی سے کوئی جواب نہیں آیا اب بھی اگر کوئی تحقیق کے درپے ہو تو ہم اسی اقرار پر
قائم ہیں بشرطیکہ علماء حرمین کو منصف مانا جاوے اور ایک اقرارنامہ جانبین کی طرف سے
تحریر ہو کر سرکار میں رجسٹری کرایا جاوے تاکہ جانبین کو وقت آنے فیصلہ ثالثی کے موقع حیلہ
کا باقی نہ رہے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ خدا تعالی اپنے فضل و کرم سے ہمارے
مخالفین کو راہ راست پر لاوے تاکہ حق کو باطل سے جدا کرنے میں انکو قدرت ہو۔ مسئلہ
اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خرچی زنا کی جو بازاری عورتیں لوگوں سے مقرر کر کے لیتی ہیں امام
ابوحنیفہ کے مذہب میں حلال طیب ہے جیسا کہ بحر الرائق شرح کنز و چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں
لکھا ہے۔ قال وفی الاجارۃ الفاسدۃ ایضاً الکسب ای یطیب اجرہ حتی ان ما اخذتہ الزانیۃ
ان کان بعقد الاجارۃ فحلال عند الاعظم لان اجر المثل طیب وان کان بلا عقد فحرام

عندہما وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا انتہی مافی الحلبی وفی البحر وان استجارہا لیزنی بہا لاباس باخذہ لانہ فی اجارۃ فاسدۃ فیطیب لہ وان کان السبب حراما انتہی ملخصا تو بہم اسکے جواب میں یہ بہینگے کہ ان عبارتوں سے خرچی کے روپیہ کا حلال طیب ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حاصل ان عبارات کا یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو بطور اجرت سینے یا کاتنے پر مقرر کیا اور اس میں یہ بھی شرط کر لی کہ میں تیرے سے زنا کرونگا تو ایسی صورت میں امام اعظم کے نزدیک اجر مثل کا دینا آتا ہے یعنے جس کام کے واسطے اسکو مقرر کیا تھا اس کام کی اجرت بطور رواج کے دینی پڑیگی کیونکہ یہ اجارہ اگرچہ جایز کاموں کے واسطے کیا گیا تھا لیکن بسبب شرط زنا کے فاسد ہو گیا اور اجارہ فاسدہ میں مزدوری رواجی اگر مزدوری مقررہ سے زیادہ نہو دینی آتی ہے اسی بنا پر امام اعظم رحمۃ اللہ نے اجر مثل کو حلال طیب فرمایا صاحبین کے نزدیک بھی اجارہ فاسدہ میں اجر مثل حلال ہے لیکن صورت مذکورہ انکے نزدیک اجارہ فاسدہ میں داخل نہیں یعنے اگرچہ بظاہر اس نے بدلے نام سینے یا کاتنے پر اجارہ مقرر کیا ہے لیکن دراصل اس نے زنا کرنے پر اجرت مقرر کری ہے یعنے زناکاری کو معقود علیہ ٹھہرایا ہے اور ایسا اجارہ شرعًا قسم باطل سے ہے اور اجارہ باطل میں عوض لینا اتفاقًا حرام ہے وفی الکنز والوقایۃ وباقی المتون لایجوز الاستیجار علی الغناء والنوح والملاہی والمعاصی انتہی ملخصا قال صاحب البحر لان المعصیۃ لایتصور استحقاقہا بالعقد فلا یجب علیہ الاجر وان اعطاہ الاجر وقبضہ لایحل لہ ویجب علیہ ردہ علی صاحبہ انتہی حاصل اس عبارۃ کا یہ ہے کہ معصیت پر اجارہ کرنا شرعًا درست نہیں کیونکہ جس چیز پر اجارہ واقع ہوتا ہے اس چیز پر حق مستاجر کا شرعًا قایم ہو جاتا ہے اگر وہ چیز شرعًا درست ہو جیسا کہ ایک شخص کو کپڑا سینے پر مقرر کیا تو کپڑا سلانیکا حق اوسپر قایم ہو جائیگا کیونکہ کپڑا سینا اور سلانا دونوں درست ہیں اگر زنا یا غنا وغیرہ پر جو شرعًا حرام ہیں اجارہ کیا تو مستاجر کا حق اس چیز پر شرعًا قایم نہیں ہو سکتا اسواسطے اسپر اجر کا دینا واجب نہیں اگر دیدیا ہو اور اوس نے اسکو اپنے قبضہ میں کر لیا ہو تو نہیں حلال واسطے اسکے بلکہ واجب ہے رد کر دینا اسکا

جسے استعمال کی طرف درمختار میں لکھا ہے حکم الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال
لو المسمی معلوما بخلاف الثانی وھو الباطل فانہ لا اجر فیہ بالاستعمال کان استاجر فحلا لینزو وتبتی
مع الشامی یعنے اجارہ فاسد میں استعمال کرنے سے رواجی مزدوری دینی آتی ہے اور اجارہ
باطل میں استعمال کرنے سے بھی مزدوری بالکل دینی نہیں آتی جیسا کہ کسی شخص نے ایک گھوڑا
واسطے گیا بھن کرنے گھوڑیوں کے اجارہ پر لیا تو یہ اجارہ باطل ہے کچھ دینا نہیں آتا شامی
میں لکھا ہے ان الباطل لا حکم لہ اصلا فوجودہ کالعدم انتہی یعنے باطل اجارہ پر کوئی حکم عقد کا
مرتب نہیں ہوتا اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے تحقیقات بالا سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صورت متنازع
فیہا میں اجارہ باطل سے ہے اور اجارہ باطل کا حکم کالعدم ہے پس بموجب روایت حلبی کے
وان کان بغیر عقد فحرام اتفاقا اجرت زانیہ کی اتفاقا حرام ہوئی یعنے امام صاحب کا اختلاف
فقط اسی صورت میں ہے جہاں زانیہ کو کسی فعل جائز پر مقرر کریں اور زنا کرنیکی شرط بھی کرلی ہو اور
صورت متنازع فیہا میں صرف زنا کو معقود علیہ ٹھیرایا ہے اسلئے سب کے اتفاقا حرام ہے اسیواسطے علماء
محققین نے اسکی حرمت پر اجماع امت کو دلیل پکڑا ہے ذکر بدر الدین العینی فی شرح البخاری
تحت حدیث مہر البغی حیث قال ھو ما یعطی علی النکاح المحرم فاذا کان محرما ولم یستبح بعقد صارت
المسامحۃ علیہ لا تحل لانہ ثمن عن المحرم وقد حرم اللہ الزنا وھذا مجمع علی تحریمہ لا خلاف فیہ
بین المسلمین انتہی قال الامام النووی فی شرح صحیح المسلم اما مہر البغی فھو ما تاخذہ الزانیۃ
علی الزنا وسماہ مہرا لکونہ علی صورتہ وھو حرام باجماع المسلمین وکذلک اجمعوا علی تحریم اجرۃ
المغنیۃ للغناء والنائحۃ للنوح والذی جاء من النہی عن کسب الاماء فالمراد بہ الزنا وشبھہ
لا بالغزل والخیاطۃ وشبہھا انتہی حاصل ان عبارتوں کا یہ ہے جو چیز بدلے نکاح حرام کے
دیجاوے جس نکاح سے جماع کرنا جائز نہو سکے وہ بالکل حرام ہے اور اسکے حرام ہونے پر کل
اماماں دین واہل اسلام کا اجماع ہے کوئی امام اسکو حلال نہیں کہتا اسیطرح حکم ہے مزدوری
گانے والی رونے والی کی گانے اور رونے پر اور لونڈیوں کی کسب جو حدیث میں منع آیا ہے اس

بھی زنا وغیرہ امور ناجائز مراد ہیں کاتنے پیسنے وغیرہ کا کسب جو شہادت میں مراد نہیں
ہیں وفی المرقاۃ مہر البغی خبیث ای حرام اجماعا لانہا تاخذہ عوضا عن الزنا المحرم ووسیلۃ الحرام
حرام وسماہ مہرا مجازا لانہ فی مقابلۃ البضع انتہی یعنے ملا علی قاری نے مشکوۃ کی شرح میں
لکھا ہے کہ خرچی کا لینا خصوصا بالاجماع حرام ہے اس کا نام مہر رکھنا قسم مجاز سے ہے اور شیخ
عبد الحق محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے انہ حرام قطعا یعنی خرچی کا روپیہ قطعی حرام
ہے جب تحقیق یہ ہو چکی ہے تو یہ بات ثبوت کو پہنچ گیا کہ خرچی کا روپیہ بالاجماع حرام ہے پس جو شخص
امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک جائز خیال کرتا ہے پہلے درجہ کا جاہل یا مفتری ہے اور نیز
بسبب حرام قطعی ہونے کے کفر کا خوف ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر وغیرہ کتب میں درج ہے کہ جو شخص
حرام قطعی کو حلال سمجھے وہ کافر ہے اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگرچہ خرچی زانیہ کی حرام ہے لیکن بیع کرنے
سے حلال ہو جاتی ہے تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اصل بیع کسی
چیز کی حرمت باقی نہیں رہتی خنزیر اور مردار وغیرہ بھی بیچ دینے سے قیمت اسکی درست
ہو جاویگی پس خرچی کے حرام پیسے بھی یہ معنے ہو سکتے کہ جو روپیہ پیسہ بطور خرچی وصول ہو خود
اس کا کھانا یعنے روپیہ پیسہ کو توڑ کر اسکے بدلے کو کھانا حرام ہے اگر اس کے ساتھ کوئی چیز خرید
لیجاوے تو وہ درست ہو جاتی ہے معاذ اللہ خدا عز و جل جلالہ اپنی کلام پاک میں ایسی تبدیل سے
منع فرماتا ہے ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب یعنے طیب مال کے ساتھ خبیث مال کو نہ بدلو
وفی الہدایۃ اذا باع المسلم خمرا واخذ ثمنہا وعلیہ دین فانہ یکرہ لصاحب الدین ان یاخذ منہ
وان کان البائع نصرانیا فلا باس بہ والفرق ان البیع فی الوجہ الاول قد بطل فان الخمر لیس بمال
متقوم فی حق المسلم فبقی الثمن علی ملک المشتری فلا یحل اخذہ من البائع وفی الوجہ الثانی صح البیع
لانہ مال متقوم فی حق الذمی فملکہ البائع فیحل الاخذ منہ انتہی حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر
مسلمان شراب کو فروخت کر کے قرضدار کا روپیہ ادا کرنا چاہے تو نہیں ہو سکتا اور اگر نصرانی
ایسا کرے تو درست ہے کیونکہ مسلمان کو شراب فروخت کرنی منع ہے پس جو روپیہ اس نے

شراب کے عوض حاصل کیا ہے وہ اسکی ملک میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ روپیہ خمر یا شراب خریدنے والے کا
مال ہے بائع کو اسکا کھانا یا قرض میں دینا شرعاً درست نہیں بخلاف نصرانی کے کیونکہ شراب انکے
دین میں درست ہے فروخت کرنا اور اسکے پیسہ سے قرض ادا کرنا یا کھانا درست ہے۔ فائدہ اس مقام سے
صاف ظاہر ہوا کہ حرام مال بدلنے سے بھی حلال نہیں ہو جاتا ورنہ شراب کی قیمت مسلمان کو
کیوں حرام ہوتی بلکہ حرام مال سے جو شے خرید کر بیچا وے اور اس سے جو نفع حاصل ہو وہ بھی
شرعاً درست نہیں جیسا کہ ہدایہ میں لکھا ہے ومن غصب الفا فاشتری بہا جاریۃ فباعہا
بالفین ثم اشتری بالالفین جاریۃ فباعہا بثلثۃ الاف درہم فانہ یتصدق بجمیع الربح یعنے اگر
کسی نے ایک ہزار درہم مغصوبہ کے ساتھ ایک لونڈی خریدی پھر اسکو دو ہزار درہم کے ساتھ
فروخت کر کے تین ہزار کو فروخت کر دی وہ دو ہزار درہم جو نفع آیا ہے وہ بھی شرعاً درست نہیں
اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تبدل ملک سے حرام سے حلال ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے
عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بلحم تصدق بہ علی بریرۃ فقال ہو علیہا
صدقۃ وہو لنا ہدیۃ رواہ البخاری یعنے آپکے حضور میں وہ گوشت جو بریرہ کو کسی نے صدقہ
کے طور پر دیا تھا آیا اور آپ پر صدقہ جائز نہیں تھا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
یہ گوشت بریرہ پر صدقہ ہے اور ہمارے لئے بریرہ کی طرف سے بطور ہدیہ کے ہے اسواسطے ہمکو
درست ہے پس جیسا کہ آپ کو صدقہ لینا حرام تھا بریرہ کی ملک میں آنے سے آپ پر حلال ہو گیا ایسے ہی
رانڈیکا مال بھی تبدل ملک سے جائز ہو سکتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ مال صدقہ جسکا
اصل سے حلال تھا جب اس نے بریرہ کو دیا تو وہ مال اسکی ملک میں آگیا اور اس میں تصرف کرنا بھی
درست ہو گیا اسواسطے اس مال کو بطور ہدیہ لینا آپ کو شرعاً مشکل باقی نہ رہا اسلئے درست ہو گیا
قال صاحب عمدۃ القاری تحت ہذا الحدیث وفیہ دلیل علی تحویل الصدقۃ الی ہدیۃ لانہ لما کان
یجوز التصرف للمتصدق علیہ فیہا بالبیع والہبۃ لصحۃ ملکہ لہا حکم علیہا بحکم الہبۃ وخرجت عن
معنے الصدقۃ فصارت حلالا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مال رانڈیکا اصل سے حرام ہے

تو روہ اُس مال کی مالک نہیں ہے جیسا کہ ہدایہ کی عبارت مذکورہ بالا میں لفظ فیتصدق بالثمن علی مالک المشتری اور مجمع البحار کی عبارت الحلال ما انقطع عنہ تبعۃ التملیکیۃ والحرام ما انقطع عنہ سہما والشبہۃ ما تردد فالورع اجتنابہ وہو واجب اس امر پر دال ہیں کہ حرام شئے ملک میں داخل نہیں ہوتی دوسری صحاح بخاری ومسلم عن جابر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاتل اللہ الیہود ان اللہ لما حرم شحومہا اجملوہ ثم باعوہ فاکلوا ثمنہ یعنے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرے خدا تعالیٰ نے یہود پر جب حرام کیا اللہ تعالیٰ نے انپر چربی کو تو انہوں نے چربی کو پگھلا کر بیچ ڈالتے اور اسکی قیمت کو کھاتے تھے وعن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعن اللہ الیہود حرمت علیہم الشحوم فجملوہا فباعوہا ان دونوں حدیثوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حرام چیز بطریق تبدیل کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتی اور مشکوۃ میں ہے عن ابن عمر من اشتری ثوبا بعشرۃ دراہم وفیہ درہم حرام لم یقبل اللہ تعالیٰ لہ صلوۃ ما دام علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص ایک کپڑا دس درہم کو خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو تو اُس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جبتک وہ کپڑا اسکے پاس ہے فائدہ جب آیات اور احادیث اور روایات فقہیہ سے ثابت ہوا کہ خرچی نانچنی کی امام اعظم وشاگردان ان دونوں کے نزدیک بالاجماع حرام ہے اور بدلنے سے بھی حلال نہیں ہوتی پس مستحل اسکا بقول عبد الحق محدث دہلوی انہ حرام قطعا کافر بلکہ مرتد ہوا پس اسکی عورت کا نکاح باقی نرہا اور ایسے شخص سے ملاپ رکھنا شرعا حرام ہے اور جو لوگ ایسے شخص کو اپنا امام بناویں انکی نماز تو درکنار رہی ایمان کے باقی رہنیکا اندیشہ ہے خدا تعالیٰ ایسے شخصوں کو توفیق توبہ کی عطا کرے ورنہ انکی شرارت اور مضرت سے اہل اسلام کو بچاوے واللہ اعلم وعلمہ اتم

الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ما قول العلماء الربانية والفضلاء الحقانية فيمن افتى بجواز نكاح المرتدة التي لم تكن قبل الارتداد في نكاح مسلم
مع الكافر وانها ترث من مثل ذلك الكافر تمسكا بان تصرفات المرتدة نافذة لما في البحر عن الزيادات
واذا تصرفت ان كان تصرفا ينفذ من المسلم ينفذ منها وان كان تصرفا لا ينفذ من المسلم لكن يصح
ممن هو على ملة انتحلت اليها كاليهود والنصارى نفذ تصرفاتها عندهما وعنده اختلف المشايخ
قال بعضهم يصح وقال بعضهم لا يصح من المسلم كذا في التاتارخانية وثمرته في بيعها الخمر والخنزير انتهى
وفي البحر ايضا وقيد بالمرتد لان تصرفات المرتدة نافذة عند الكل انتهى ولما كان النكاح داخلا في
التصرفات فكان جائزا ايضا لصحة تصرفاتها والارث من لوازم النكاح فكان ثمرته ايضا ضروريا لان الشيء
اذا ثبت ثبت بلوازمه فحاصل الكلام ان النكاح لتلك المرتدة جائز والارث لها ثابت فان اسلمت
بعد اخذ الارث يجوز للطلبة والمسلمين كافة بينوا توجروا۔

الجواب

اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا لا يجوز نكاح المرتدة مطلقا مع احد مسلما كان او كافرا او مرتدا
سواء كانت منكوحة لمسلم اولا لما في الكنز ولا ينكح مرتد او مرتدة احدا وفي البحر وعبر باحد في جانب
النفي ليفيد العموم فلا يتزوج المرتد مسلمة ولا كتابية ولا مرتدة ولا تتزوج المرتدة مسلما ولا كافرا
ولا مرتدا انتهى كذا في الهداية وغيرها من كتب الفقه في باب نكاح الكافر وما تمسك المفتي
المذكور بالزيادات غير مفيد له لان المراد منها التصرفات المالية كما في البحر قبيل كتاب العتاق
وقيد بالمرتد لان المرتدة لا يزول ملكها عن اموالها بلا خلاف فيجوز تصرفاتها المالية بالاجماع لانها لا
تقتل انتهى ولان الامور التي تعتمد الملة هي باطلة من كليهما كما في الدر المختار شرح تنوير الابصار
المعروف بالشامي ويبطل منه اتفاقا ما يعتمد الملة وهي خمس النكاح والذبيحة والصيد والشهادة
والارث وصح تصرفاتها التي لا تتوقف على الملة بخلاف المرتد ثم بطل منها ما لا [illegible]

للمارۃ انتہی ملخصا فاذا سمعت ہذا فلا اظنک شاکا فی بطلان قول ذلک المفتی بکلی شقیہ ولا یجوز لہا اخذ الارث من مال زوجہا الکافر لانہ عوض عن النکاح المحرم وہو حرام بالاجل کما صرح العلامۃ بدر الدین العینی فی شرح البخاری تحت حدیث مہر البغی خبیث حیث قال ہو ما یعطی علی النکاح المحرم ولم یستبح بعقد صارت المعاوضۃ علیہ لا تحل انتہی ملخصا من الجزء الخامس صفحہ ۶۱ فثبت ان اکل ذلک المال حرام لہا وللمسلمین جمیعا سواء اسلمت بعد ذلک اما لا واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ الراقم خادم الطلبا محمد نور دیانوی

مواہیر کلکتہ

مایملکت المرتدۃ الشیٔ بسبب النکاح مع المرتد غیرہ محمد اسماعیل عفی عنہ مدرس مدرسہ ... ...

محمد موسیٰ عفی عنہ ...	السید عباس علی	محمد اسماعیل ...

مولانا ... علی ...

مواہیر مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح محمد ... عفی عنہ — الجواب صحیح ... محمد ... عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ گل محمد خان عفی عنہ — مواہیر علما پشاور

الجواب بعدم الجواز صحیح المجیب مصیب حافظ غلام صمدانی ...

مولوی میر عابد شاہ خطیب مسجد جامع پشاور ...

انتہی اصاب من اجاب فیہا بعدم الجواز وحید نور میاں تنیجہ

اذ خرج عن العهدة وبذا الکما لقول الفقہا فیمن نسی لم صلوٰۃ لا یدری فیہا بعینہا ان الواجب علیہ تعینا
ان یاتی بالصلوٰۃ الخمس کما ذکرہ الامام الرازی فی التفسیر الکبیر تحت قولہ تعالیٰ وبالنجم ہم یہتدون
فی سورۃ النحل۔ جیسا کہ وضو اور تیمم کے جمع کرنے میں اور چار ون طرف چار نماز پڑھنے میں یہی
غرض ہے کہ نمازی اپنی ذمہ واری فرض وقت سے یقیناً برأ ہوے اسی طرح جمعہ و ظہر پڑھنے سے
یقیناً ذمہ نمازی کا فرض وقت سے پاک ہو جاتا ہے الحاصل اعتراض کرے کہ در المختار میں لکھا ہے۔ فقد
افتیت مرارا بعدم صلوٰۃ الاربع بعدھا بنیۃ اخر ظہر۔ خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ انتہی
یعنے ظہر احتیاطی کا پڑھنا اچھا نہیں بسبب خوف اس امر کے کہ لوگ جمعہ کو اپنے اعتقاد میں فرض نہ سمجھیں
تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حکم ان مقامات کا ہے کہ جہاں حکومت اسلامیہ قائم تھی اور شرایط جمعہ کے
موجود تھے۔ والا لم یکن لخوف اعتقاد فرضیۃ الجمعۃ معنی لان اعتقاد الفرضیۃ علی ذلک التقدیر غیر
لازم بل وجب الاعتقاد علی خلاف ذلک للنصوص الدالۃ علی کون الجمعۃ مشروطۃ بشرائط زائدۃ علی
الصلوٰۃ الخمس کما لا یخفی وایضاً تعلیلہ بخوف اعتقاد فرضیۃ الجمعۃ مردود لمصادمتہ للنصوص
الدالۃ علی شرائط الجمعۃ ولمخالفتہ الروایات المذکورۃ فی المتون والکتب المعتبرۃ وماذکر فی الفتاوی
الہندیۃ وغیرہا بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ ونصب القاضی قاضیا بتراضی
المسلمین ویجب علیہم ان یلتمسوا والیاً مسلماً انتہی مع کونہ لا یصلح معارضاً للروایات المذکورۃ
کما قال صاحب الدرر وصاحب فتح القدیر المنقول عن کتب المعتمدۃ کالمتواتر وعن غیر مشہورۃ
کالمشہور وعن النادر المعتبر کالاحاد وعن غیر المعتبر کالشاذ انتہی بلا یضر لان ہذا شرائط ایضاً مفقود
فی ہذہ البلاد وایضاً لا یدل علی ان اقامۃ الجمعۃ واجبۃ بل حکموا بجواز اقامتہا فاداء الاربع بعد الجمعۃ
علی ذلک التقدیر یکون لازماً البتۃ کما لا یخفی ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان بالبرہان وبالجملۃ لا شک
ان شک عدم صحۃ الجمعۃ فی المواضع التی وقع الاشتباہ فی کونہا امصاراً ادنی من شک عدم
صحۃ الجمعۃ فی ہذہ البلاد التی فی ایدی الکفار لعدم وجود شرط السلطان بقیس فاذا وجب فی
تلک المواضع اداء الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ فرض الوقت ففی ہذہ البلاد یکون اداء الاربع بعدہا عندہم

فرضا لا محالہ جب تحقیقات مذکورۃ الصدر سے صاف ثابت ہوا کہ ظہر کا پڑھنا بعد جمعہ کے ضروری ہے۔ پس فتوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا جو اس کے عدم جواز پر ہے بالکل مردود ہے غیر مقلدین کی طرح ظاہر احادیث پر نظر کرکے اپنی رائے کو فقہا پر مقدم کرنے کا نام تحقیق نہیں بلکہ محقق وہ لوگ ہیں کہ فقہا کے قول کا اخذ ادلہ شرعیہ سے ثابت کر دیتے ہیں دیکھو صاحب عینی و محقق ابن ہمام جو علم حدیث میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کیا فرماتے ہیں۔ فاذا اشتبہ علی الانسان ذلک ینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعۃ ینوی بہا آخر فرض ادرکت وقتہ انتہی کلام المحقق وفی العینی ہو اختلفوا فی نیتہا فقیل ینوی ظہر یوم وقیل آخر ظہر علیہ انتہی خلاصہ ان دونوں محدثین کے کلام کا یہی ہے کہ چار رکعت بعد جمعہ کے بنیت فرض ادا کیجاویں۔ اگر بالفرض مولوی رشید احمد کا فتوی مقبول قرار دیا جاوے تو جمیع علماء حنفیہ عموما اور محقق ابن ہمام اور صاحب عینی خصوصا معاذ اللہ دین کے پیشوا دین سے بے پرواہ ٹھہرے۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم وقد عد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن آخر ہذہ الامۃ اولہا من علامات القیامۃ واللہ یہدی من یشاء الی الصراط المستقیم۔

الراقم خادم الطلبا محمد عفی عنہ لودیانوی۔

للہ در المجیب حیث حق الحق وابطل الباطل ولو کرہ المفسدون الراقم اسماعیل عفی عنہ لودیانوی

بلا شک پڑھنا ظہر کا بعد جمعہ کے ضرور ہے۔ مولوی رشید احمد صاحب نے جب [illegible] میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان صالح تحریر کیا اس عاجز کو نہایت فکر ہوا کہ ایسے شخص کو جو اپنے کلمات کے ضمن میں پیغمبری کا دعوی کر رہا ہے مولوی صاحب نے کیسے مسلمان صالح قرار دیا جناب الہی میں جھکا کر کے متوجہ ہوا تو خواب میں مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بہ شکل ہو کر لٹک پڑا غیب سے آواز آئی رشید احمد یہی ہے اسی زمانہ سے فتوے اس کے اکثر غلط مناقص یا دیگر یا حیز وجود میں آئے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

الراقم عبد اللہ لودیانوی۔

اعلم ایہا اللبیب ان لفظ اللادینی الذی اجاب بہ المولف الذی ہو اخی واستاذی یوافق اصول الدین ویقر دعہ مطابق الآراء المتقدمین والمتاخرین روایۃ ودرایۃ ومن خالف لم یعلم مرادہم وتغلط

الفاضل الگنگوہی غلطا فاحشا حیث حکم بطوبیۃ الاربع بعد الجمعۃ بلا دلیل یعلم لعلیم بید [illegible]
احد انشاء اللہ تعالی ابدا الامر فل تدبرہ وقد زل الفاضل المذکور زلۃ بعیدۃ حیث افتی بامکان
الکذب فی کلامہ تعالی مع ان مدار اتباع الوحی والرسل علی الصدق ولو علی تقدیر امکان الکذب لما
حصل الیقین بالوحی للرسل فضلا عن آحاد الامۃ بل ما تنزہ الواجب عن جمیع النقائص نعوذ باللہ
فانہ اھدام للشریعۃ وخرق اجماع اہل الطریقۃ ومخالفۃ لظاہر النص قال اللہ تعالی ومن اصدق
من اللہ حدیثا فانہ دال علی ان ذاتہ تعالی صادق من کل وجہ والقول بالامکان یکذبہ
ولذا قال الامام الرازی کاد ان یکون کفرا تخلف الوعید المستلزم للکذب ومنشاء الغلط انہ
تعالی قادر علی کل شیء فلزم قدرتہ علی الکذب والا لزم عجزہ وہو النقص وہو باطل بطلان القدرۃ مخصوصۃ
بالممکنات والا لزم ان یکون قادرا علی اعدام ذاتہ فلا یکون واجبا وان اردت البسط فی ہذہ
المسئلۃ فعلیک بالرسالۃ المسماۃ بتنزیہ الرحمن عن الکذب والنقصان فانہا من ما کتب
ہو ما للرد علی الفتوی النہایۃ المؤلف وایضا افتی بعدم جواز یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ حیث افتی
بجوازہ لمن لم یکن مرادہ السؤال من الشیخ ولا یعتقد حضورہ وعلمہ لکن انا اقول علی انہ نفی وجہان آخران من الحرمۃ
الاول ان الالفاظ الموہمۃ للشرک لا یجوز استعمالہ والثانی ان الوظیفۃ عبادۃ والعبادۃ مختصۃ بہ
تعالی واسماء غیر اللہ تعالی علی طریقۃ الوظیفۃ بالاستقلال کما ہو فی ہذا اللفظ لم یرد بہ الشرع بل جعلہ
ما اورد الفاضل المذکور فی تحریر کل من المسائل المذکورۃ شیئا من الادلۃ وما قال ما قال باجتہاد ذہنہ
فلذا لا یجوز اتباعہ لذوی العقول آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ
واصحابہ اجمعین۔

الراقم عبد العزیز لودیانوی عفی عنہ

الجواب صحیح
ابو محمد عبد الحق عفی عنہ مصنف تفسیر حقانی۔

الجواب صحیح
عبد الواحد

نقل فتوی مولوی عبد الرحمن صاحب پانی پتی چہ میفرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین ایا بعد جمعہ
چہار فرض احتیاطی خواندن مستحب است یا مباح یا مکروہ بینوا توجروا۔ الجواب ہمارے اساتذہ کا اتفاق

طبقة اصحاب التخريج كالرازي واضرابه فانهم لا يقدرون الا على تفصيل قول مجمل ذي وجهين
منقول عنه بنظرهم في الاصول والمقايسة على امثاله من الفروع والخامسة طبقة اصحاب الترجيح
من المقلدين كابي الحسن القدوري وصاحب الهداية وامثالهما وشانهم تفضيل بعض الروايات
على البعض كقولهم هذا اولى وهذا اصح رواية والسادسة طبقة المقلدين القادرين على التمييز بين
الاقوى والقوي والضعيف وظاهر المذهب والرواية النادرة كاصحاب المتون المعتبرة من
المتاخرين مثل صاحب الكنز وصاحب الوقاية وصاحب المجمع وشانهم ان لا ينقلوا الاقوال
المردودة والسابعة طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ما ذكر ولا يفرقون بين الغث
والسمين وانه اذا اختلف التصحيح والفتوى فالعمل بما في المتون لانها صارت متواترة
وكذا لو كان احدهما في الشروح والاخرى في الفتاوى وان ما يكون في زماننا من فتوى
الموجودين ليس بفتوى بل هو نقل كلام المفتي لياخذ به المستفتي وطريق نقله ان ياخذه من
كتاب معروف تداولته الايدي لانه بمنزلة المتواتر او المشهور وان الحكم والفتيا بالقول المرجوح
جهل وخرق للاجماع وان الافتاء بخلاف ظاهر الرواية اولى بالبطلان وما اتفق عليه اصحابنا في الروايات
الظاهرة يفتى به قطعا كذا ذكره صاحب رد المحتار فاذا تقرر عندك هذا فلا اظنك شاكا في بطلان
ذلك الافتاء لان في الديار الهندية كما ان شرط السلطان مفقود كذلك حد المصر لا يصدق
على البلاد الهندية فضلا عن القرى من ان المصر ما فيه امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود
والتعريف الذي اختاره جماعة من المتاخرين وهو ما لو اجتمع اهله في اكبر مساجده لم يسعهم
منقوض بالمكة والمدينة اذ كل منهما يسع اهله وزيادة مع انهما مصران وحد المصر بكل تفسير
لا يصدق على احدهما فهو غير صحيح والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية كما مر كذا في الكبيري
وفي الكنز هو كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وفي الدر المختار هو ظاهر المذهب
فلما جزم صاحب القدوري وصاحب الهداية وصاحب الكنز وغيرهم بكون السلطان
شرطا لاداء الجمعة لم يصح لنا ان نفتي بجوازها بدونه متمسكا بالروايات التي ذكرها صاحب الشروح

او الفتاوى بل ما فى المقدمة من انها لا القارئ منها لكونها اولى درجة منها فتفكر فلك ان تقول كما
ان خبر الواحد من الاحاديث لا يعارض بالمتواتر لكن يجب العمل بخبر الواحد ايضا فينبغي ان يعمل
على تلك الروايات ايضا لبقاء شعار الاسلام قال فى الفتح واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز
بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم يجعلونه واليا فيولى
قاضيا ويكون هو الذى يقضى بينهم وكذا ينصبوا اماما يصلى بهم الجمعة انتهى قلت كما ان العمل
بخبر الواحد شرط فى موضع يستلزم العمل بخبر الواحد فيه العمل بالمتواتر كما ان قوله عليه الصلوة والسلام
لا صلوة الا بفاتحة الكتاب يدل على فرضية قراءتها فى الصلوة بعينها وقوله تعالى فاقرؤا ما
تيسر من القران دال على فرضية مطلق القران فاتحة كانت او غيرها فعلمنا فرضية القراءة مطلقا
عملا بالآية ووجوب الفاتحة عملا بخبر الواحد حتى من ترك فى صلوته الفاتحة عليه سجدة السهو فينبغي
ان نعمل فيما نحن فيه ايضا على تلك الدليلين وذلك لا يستقيم الا بان تؤدى الجمعة فى هذه البلاد
الهندية ويصلى الظهر ايضا حتى لا يفوت العمل بالروايات المتواترة راسا واما ما جاء فى التحرير
نهى الاربع بعد الجمعة فينبغي مقام التعدد خاصة بعدم فقدان شرط من الشرط المذكور فى المتون
حيث قال فانى الفتية ولما ابتلى اهل مرو باقامة الجمعتين بها مع اختلاف العلماء فى جوازها
امرهم ائمتهم باداء الاربع بعدها حتما احتياطا ثم انه بنى كله على القول الضعيف فليس الاحتياط فى فعلها لانه لزم
فى زماننا من مفسدة عظيمة وهو اعتقاد الجهلة ان الجمعة ليست بفرض انتهى ملخصا وانت
خبير بان العمل بالاحتياط هو اولى على الخروج عن الجمعة بيقين ولزوم المفسدة للجهال لا يستلزم
ترك المامور به لانه لا يمنع على البكر الحرة عن خيار البلوغ مع كونه نادر الوقوع فى الامر فكيف
بهذه الجهال فى هذه المسئلة التى تقع فى كل اسبوع مرة بل يلزم المفسدة العامة بهم اذا لم
يصلوا فى هذه البلاد حتى ان السلطان ليس بشرط عند الحنفية وهى فرضية بلا مرية [illegible]
هذا اورده على البحر صاحب [illegible] حيث قال ان هو مبنى على الاحتياط لاختلاف العلماء
فى جوازها [illegible] وهو رواية عن ابى حنيفة واختارها الطحاوى وهو مذهب الشافعى [illegible]

اولمن امره السلطان ينادي باعلى نداء بان المراد منه المسلم لا الكافر لان الامامة
عبارة عن الخطبة والصلوة وهو وظيفة المسلم خاصة لا الكافر فتعميم السلطان بحيث
يشمل الكافر او تخصيصه بالعادل بحيث يخرج منه الجائر حرام على المقلد لابي حنيفة لما نص
عليه صاحب البحر حيث قال حكي عن ابراهيم النخعي وابراهيم ابن مهاجر كانا يتكلمان
وقت الخطبة فقيل في ذلك فقال النخعي اني صليت الظهر في داري ثم رحت الى
الجمعة تقية وذلك تاويلا لان احد بهاالان فرقا منهم لا يرى الجمعة زمنا لان سلطان
زمانهم كان جائرا فكانوا يصلون الظهر في دارهم ثم يصلون مع الامام ويجعلونها سبحة
هي نافلة وقد سمعت في زماننا ان بعض الاعلام ترك الجمعة لكون السلطان جائرا
تقليدا لابراهيم النخعي وهو فاسد لان فاعله مجتهد راى ذلك واما المقلد لابي حنيفة
فحرام عليه ذلك لان مذهب امامه ان الجائر سلطان انتهى ملخصا وما ذكر من تعذر
الاذن من السلطان بجواز الجمعة بدون اذنه لما فعل علي رضي الله عنه في ايام محاصرة
عثمان رضي الله عنه فمردود لانه قدح فيما شرطا امامنا للجمعة وكذا القدح في تعليل البدائع
وهنا التمام بحيج عظيم ينبغي ان يقع المنازعة بانه ربما لا يثبت الاشتراط بالعقل اذ هو
وظيفة المجتهد في الشرع كما في الايمة لا المقلد كما هنالك عليه الفساد ولان الجمعة انما
اقيمت في زمان المحاصرة باذن الخليفة وكذا عذر الضرورة اوهن من نسيج العنكبوت
لان على تقدير عدم وجود الشرط لا يمكن ان يوجد المشروط كالصلوة بدون الطهارة
فاي ضرورة دعت الى القول بفرضيته ادائها مع اداء الظهر مع انها فرض عند فقدان
شرط المصر عند الامام كما في القرى ويؤيد ما قلنا ما ذكره صاحب الكبيري حيث قال الشرط
الثاني كون الامام فيها السلطان او نائبه لقوله عليه الصلوة والسلام من تركها وله
امام عادل او جائر فلا جمع الله شمله ولا بارك له في امره الحديث رواه ابن ماجه وغيره
وقال الحسن بن ابي الحسن البصري اربع الى السلطان فذكر منها الجمعة والزكوة.

ذلک فصلوا الظهر وعلى هذا كان السلف من الصحابة ومن بعدهم حتى ان عليا رضي الله
عنه انما جمع ايام محاصرة عثمان رضي الله عنه بامره انتهى ملخصا فانه كما نص على كون
السلطان مسلما لكونه مستحقا للامامة كذلک يدل على ان تصلى الظهر عند عدم
اذن السلطان ولو فرض جواز الجمعة في البلاد التي استولى عليها الكفار عملا بالرواية
التي تمسک بها ذلک المفتي لا يتم التقريب ايضا لانه مشروط بان يجعلوا واليا مسلما
من بينهم ثم يولي ذلک الوالي قاضيا ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وينصبوا اماما للجمعة
لما مر من الفتح وكل ذلک مفقود في هذه الديار الهندية فثبت ان ذلک المفتي سلک
مسلک غير المقلد مع ادعائه التقليد وهو حرام لما مر من صاحب البحر وارتكابه فسق
لما نص عليه في هذه الاية الجامعة قال الله تعالى يضل به كثيرا ويهدي به كثيرا وما يضل
به الا الفاسقين الذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه الاية ان عهد التقليد
مثل باقي العهود الدينية داخل في عهد الله لان حكم الامام كحكم الله في حق المقلد كما
حقق الشيخ عبد العزيز الدهلوي في التفسير العزيزي فقد ظهر من هذا التحقيق ان قول
الفاضل الكنكوهي بفرضية الجمعة في بلاد الكفار مع زعمه في الرسالة التي سماها اوثق
العرى ان الجمعة كانت فرضا على النبي صلى الله عليه وسلم في مكة لكن لم يكن مامورا بادائها
في مكة بسبب حكومة الكفار وكذا حكمه بمنع صلوة الجمعة في القرى مخالف قول صاحب
التذكرة بفرضية الجمعة في القرى مطلقا لا ينبغي ان يسمع فضلا ان يعمل بها فعليک
ايها المقلد لابي حنيفة ان تصلي الظهر بعد الجمعة في مواضع الشک ولا تمنع احدا
من صلوة الجمعة في القرى الداخلة في حد المصر عند بعض الفقهاء دون بعض لان اختلاف الفقهاء يورث
الشبهة والشبهة موجبة للعبادات لما مر عليک من التلويح انفا فتكون الجمعة والظهر واجبتان
في الذمة في امثال القرى ايضا لكن القرى الصغيرة التي ليست داخلة في مواضع الشک
والاجتهاد [illegible] ان يامر اهلها باقامة الجمعة فيها لان ذلک يستلزم الخروج عن التقليد وهو حرام كما مر مرة

خلاصہ مطلب اسکا یہ ہے

کہ جو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اس دیار کے شہروں اور قصبات میں جمعہ کی
ادا کرنا فرض قطعی قرار دیا ہے اور مولوی عبد السلام صاحب بنگالہ و آسام نے جمعہ کو
کُل دیہات میں بھی حکم دیا ہے حالانکہ ہدایہ وغیرہ کتب معتبرہ فقہ میں سلطان اور مصر کا
شرط ہونا واسطے ادا جمعہ کے مذکور ہے اور نیز اُن دونوں صاحبوں نے اس بارہ میں
جمعہ کے بعد ظہر کا ادا کرنا بھی منع لکھا ہے آیا ایسا فتویٰ انکا موجب بعض کتب معتبرہ
کتب مذکورہ بالا کے درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

جواب چونکہ جواب مسئلہ ہذا کا دربیان کرنے چند امور کے منحصر ہے لہذا اول ان
امور کا بیان کیا جاتا ہے۔ اول مفتی پر لازم ہے کہ جس کے قول پر فتویٰ دینا چاہے
اُس کا حال علاوہ نام اور قومیت کے معلوم کرے کہ فقہا کے سات طبقوں میں سے
کس طبقہ کا ہے تاکہ اختلاف کے موقع پر اُسکو ترجیح دینے میں دقت نہ ہووے جب
کسی مسئلہ میں دو قول متناقض پائے جاویں لیکن صاحب ان دونوں قولوں کے
ایک طبقہ کے نہیں ہیں تو جو قول صاحب طبقہ اعلیٰ کا ہے اس پر فتویٰ دینا لازم ہے
اور ان طبقات کو علما نے اس ترتیب سے بیان کیا ہے پہلا طبقہ ان لوگوں کا
جو دین میں اپنی سعی کر کے مسائل استنباط کرتے تھے دوسرا طبقہ انکے شاگردوں کا
مثل امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کے تیسرا طبقہ اُن علما کا جو مسائل غیر منصوصہ کو
اپنے امام کے مسائل پر نظر کر کے استنباط کرتے ہیں مثل خصاف اور طحاوی کے
چوتھا طبقہ اصحاب تخریج کا ہے مثل امام رازی وغیرہ کے جو قول مجمل کو مفصل
بیان کر دیتے ہیں پانچواں طبقہ اصحاب ترجیح کا ہے مثل صاحب قدوری
اور صاحب ہدایہ کے جو بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی قدرت رکھتے ہیں

چھٹا طبقہ اُن علما کا ہے جو روایات قوی اور قوی اور ظاہر مذہب اور روایات نادرہ میں فرق کرنیکی قدرت رکھتے ہیں مثل صاحب کنز وغیرہ صاحب متون متداولہ معتبرہ جو ہرگز اقوال مردودہ کو اپنی کتابوں میں نقل نہیں کرتے ساتواں طبقہ اُن فقہا کا ہے جو امور مذکورہ پر قادر نہیں اور ضعیف اور قوی میں فرق کرنیکی لیاقت نہیں رکھتے - اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں دو روایتیں مختلف ہوں متن میں ایک کو صحیح کہا اور شرح میں دوسری روایت کو مفتی بہ قرار دیا پس جو روایت متنوں میں ہے اُس پر فتویٰ دینا چاہئے نہ شرح پر اور شروح کی روایت کو فتاووں کی روایات پر ترجیح ہے اور تیسرا امر یہ ہے کہ اس زمانہ کے علما فی الحقیقت مفتی نہیں ہیں صرف مفتیان ماسبق کا فتویٰ نقل کردینیکا رتبہ رکھتے ہیں اور اُنپر لازم ہے کہ ایسی کتاب مشہور سے نقل کریں جسکو علماء اُمت نے قدیم سے اپنا دستور العمل بنایا ہوا ہے اور چوتھا امر یہ ہے کہ قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور اجماع کا خلاف ہے اور اسیطرح روایات ظاہر المذہب کے برخلاف حکم کرنا باطل ہے اور پانچواں امر یہ ہے کہ جن روایات ظاہرہ پر ہمارے علما متفق ہیں اُن پر بلاشک و ریب قطعی طور پر فتویٰ دینا لازم ہے یہ مضمون شامی کا ہے بعد ملاحظہ امور مذکورہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر دو مفتیان کا قول باطل ہے کیونکہ سلطان کا شرط ہونا مذہب حنفیہ میں کل فقہا کے نزدیک مسلم ہے اسواسطے ہر طبقہ کے فقہا اسکو بلا خلاف اپنی تصانیف میں درج کرتے رہے جیسا کہ قدوری اور ہدایا اور کنز وغیرہ کے ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے پس فتاوی یا کسی شرح کی عبارت سے اس شرط میں تاویلات بیان کرکے اسکے برخلاف عمل کرنا برخلاف امر اول ہے یعنے اگر برخلاف ہدایہ وغیرہ کے اپنے دلائل کو اُن فقہا سے نقل کرتے جو اُنکے طبقہ سے اعلیٰ ہیں یا اُنکے ہم رتبہ ہیں لیکن اُنکی روایت کو ترجیح ہے تب فتویٰ دینا اُنکا بے موقع نہوتا اس مسئلہ

میں دونوں امروں میں سے کوئی بھی موجود نہیں اسواسطے قول انکا باطل ہے اور نیز جواز
کرنے امر تنجم کے بھی یہ فتوی باطل غیر جائز ہے کیونکہ امام اعظم اور آپکے شاگرد رشید سلف
میں مختلف نہیں ہیں ورنہ صاحب ہدایہ ضرور انکے اختلاف کو نقل کرتا اسیطرح مصر کا
شرط ہونا واسطے جمعہ کے ثابت ہے اور یہ شرط بھی ابھی دیار ہند کے شہروں پر بسبب
مفقود ہونے حکومت اسلام کے پائی نہیں جاتی کیونکہ مصر اسکو کہتے ہیں جس میں
امیر اور قاضی موجود ہو جو بموجب شریعت کے مقدمات فیصلہ کرتے ہوں اور حدزنا
و سرقہ وغیرہ کو قائم کرتے ہوں اسی تعریف کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے اور جو بعض
متاخرین نے اختیار کیا ہے کہ شہر وہ ہے کہ جس جگہ کے لوگ وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سکیں
قابل اعتبار نہیں اسیواسطے صاحب کنز جو طبقہ سادسہ میں داخل ہے اس تعریف کو غیر مقبول
قرار دیکر تعریف اول کو اپنی کتاب کنز میں درج کیا اور صاحب کبیری نے لکھا ہے کہ تعریف
اول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے اور وہی تعریف معتبر ہے اور تعریف ثانی باطل ہے
بوجہ نہ صادق آنے اسکے کے اوپر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے جو اتفاقاً شہر ہیں حالانکہ مسجد
نبوی مدینہ کے باشندوں سے اور بیت اللہ سکان مکہ سے پُر نہیں ہوتیں اور صاحب
درمختار نے بھی تعریف اول کو ظاہر المذہب قرار دیا ہے پس تعریف اول کو نظر انداز کرنا
مفتیان مذکور نے جسکو صاحب ہدایہ اور صاحب کنز نے اختیار کیا ہے بے اصل ہے
کیونکہ ہر ایک صاحب ترجیح ہیں اور روایات غیر معمولہ کو اختیار نہیں کرتے جیسا کہ امر
اول میں بیان ہے اسیطرح امر چہارم اور امر پنجم کے برخلاف ہونیکے قول انکا لائق غور
نہیں ہے اگر کہا جاوے جیسا کہ آیۃ کے ہوتے حدیث خبر واحد پر جو اتیہ سے نہایت
کم رتبہ ہے عمل کرنے واجب لکھا ہے اسیطرح روایات فتاوی پر اگر عمل کیا جاوے تو کیا
قباحت ہے تو ہم اسکے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس امر میں ہم بھی آپ سے اتفاق
کرتے ہیں کہ جیسا نماز میں بموجب آیۃ فاقرؤا ما تیسر من القران قران کا پڑھنا بلا تعین

فاتحہ کے فرض ہے اور حدیث لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے خاص فاتحہ کا پڑھنا
نماز میں لازم آتا ہے پس علماء حنفیہ نے مطلق قرأت کو بموجب آیۃ کے فرض اور فاتحہ
کا پڑھنا نماز میں بموجب حدیث کے واجب قرار دیا پس جو نمازی فاتحہ کو نماز میں پڑھے
تو آیت اور حدیث دونوں پر عمل بجا لا کر فارغ الذمہ ہو گیا اسیطرح اس مسئلہ میں اگر جمعہ
بموجب روایات شرح اور فتاوی کے شعار اسلام کا قائم کرنیکے واسطے پڑھا جاوے
تو بعد اس کے ظہر کا ادا کرنا بلحاظ روایات کتب معتبرہ کے ضروری ہوا کیونکہ بسبب نہ پائے
جانے شرط جمعہ کے جمعہ کا ادا ہونا بطور فرض قطعی پایا نہ گیا ظہر کا پڑھنا ضرور ٹھہرا اور مولانا
مولوی جان محمد صاحب لاہوری مرحوم نے اپنے رسالہ میں تحریر کیا ہے کہ مذہب حنفی کی
کتاب تلویح میں جو بڑی مستند ہے لکھا ہے کہ جب دو عبادتوں میں شک پڑے کہ انمیں
سے کونسی میرے ذمہ فرض ہے تو ان دونوں کا ادا کرنا لازم آتا ہے پس بموجب اس قاعدہ
اصول کے جہاں جمعہ اور ظہر کے فرض ہونے میں نمازی کو شک بسبب شرائط کے
واقع ہو تو اس پر جمعہ اور ظہر دونوں کا ادا کرنا لازم ہے کتاب غرائب میں ہے کہ ظہر کا واجب
ہونا ایسے مقام میں مثل نماز وتر کے ہے یعنے جیسا وتر کا واجب ہونا شبہ کے ساتھ ہے
ایسا ہی ظہر کا واجب ہونا شک کے باعث ہے ۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے
چونکہ مصر کی تعریف میں بہت بڑا اختلاف ہے کوئی شہر ایسا ہو گا جو یہاں بلاشک
جمعہ ادا ہو سکے اسیواسطے علماء نے ظہر کا پڑھنا بعد جمعہ کے لازم کیا ہے اگر کہا جاوے
کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ظہر کا بعد الجمعہ ادا کرنا کسی نے نقل نہیں کیا تو جواب اس کا
یہ ہے کہ جب امام نے جو شرطیں جمعہ کے واسطے مقرر کر دیں ہیں تو جہاں ان شرائط میں سے
کوئی شرط نہ پائی گئی وہاں جمعہ امام کے نزدیک فرضی طور پر ادا نہ ہوا تو امام کے نزدیک ظہر کا
ادا کرنا فرض ہوا جیسا کہ ابراہیم نخعی جو تابعی اور مفتی اہل کوفہ تھے اور امام ابو حنیفہ کے استاد کے
استاد تھے ظہر اور جمعہ دونوں پڑھا کرتے تھے جیسا کہ آگے چلکر عبارت بحر سے مفصل

حال معلوم ہوگا چونکہ ولادت ابراہیم نخعی کی سن کچپن میں ہوئی اور انتقال آپ کا دوسری صدی
کے ابتدا میں ہوا جس سے ثابت ہوتا ہی کہ ظہر کا پڑھنا صحابہ کے وقت میں رائج تہا کیونکہ
صحابہ آخر صدی تک کو دنیا میں موجود رہے ہیں اگر کہا جاوے کہ صاحب بحر الرائق نے جمعہ
کے بعد ظہر پڑھنے کو منع کیا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ جہاں حکومت اسلامیہ کے شہروں میں
جمعہ دو مسجدوں میں پڑہا یا جاتا تہا وہاں جو بعض علما نے ظہر پڑھنے کا حکم بعد جمعہ کے دیا تہا اسکو
صاحب بحر نے فقط اپنی رائے سے بلا نقل کسی روایت کے ظہر سے منع کیا اور یہ عذر پیش کیا
کہ جاہل لوگ جمعہ کو فرض نہیں جانینگے میرے نزدیک یہ عذر لغو ہے علماء سے دیافت کرکے عوام
اپنی تسلی تشفی کرسکتے ہیں بلکہ اس دیار ہند میں جمعہ کے بعد ظہر کے ادا کرنے سے بڑا مفسدہ
لا علاج پیدا ہوتا ہی کہ جمعہ کے واسطے امام کے نزدیک شرط سلطان کی نہیں ہی جس سے
صاف ثابت ہوتا ہی کہ امام کے نزدیک ادا کرنا جمعہ کا یہاں فرض قطعی ہے جو بالکل بموجب
تحقیق بالا کے غلط ہی اسی واسطے صاحب منحۃ الخالق نے قول بحر الرائق کو فتح القدیر
وغیرہ کی عبارات نقل کرکے رد کیا ہی اور خود صاحب بحر الرائق نے بھی آگے چلکر خواص
کے واسطے ظہر کا ادا کرنا درست لکھا ہی اور جہاں کسی شرط کے وجود میں شک ہو وہاں
خود صاحب بحر نے ظہر کے ادا کرنے کو بعد جمعہ کے بلا خلاف فتح القدیر سے نقل کیا ہی
کہ جس گانو میں حاکم اور قاضی رہتے نہیں وہ گانو شہر کی تعریف میں داخل نہیں اور
بعض نے کہا ہی کہ جس گانو کے کل فیصلہ قاضی وہاں جاکر کرتا ہو وہ شہر ہے غرض
جس جگہ کے شہر ہونے میں اشتباہ پیدا ہو وہاں بعد جمعہ کے ظہر ادا کی جاوے اس
نیت سے کہ میں آخری فرض جو میرے ذمہ باقی ہی اسکو ادا کرتا ہوں اور قنیہ سے نقل کیا کہ
گانوں میں جمعہ پڑھنے کے وقت فرض کی نیت نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ جو امام کی نماز ہے
وہی میری ہی اور ظہر بھی پڑھے پہلے یا بعد جمعہ کے اور شامی میں ہی اگر نماز جمعہ کی دیہات میں
ادا کیجاوے تو ظہر کا پڑھنا ان پر لازم ہی فتاوی حجت میں ہی کہ جمعہ کا ادا کرنا تین قسم پر ہی

میں فرض ہی ہو گرد نواح شہروں کے باشندوں پر واجب اور بڑے گانوں پر جہاں
شرائط موجود ہوں سنت ہی اور مولانا مولوی جان محمد صاحب نے اپنے رسالہ میں بیان کیا کہ
قربان کا واجب ہونا بشرط غنا ہی پس جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اسپر واجب نہیں
بسبب نہ پائے جانے شرط غنا کے لیکن قربانی کرنا اسکا شرعاً منع نہیں بلکہ موجب ثواب
ہی اسی طرح اگر جمعہ گانو میں پڑھا جاوے باوجودیکہ ان پر واجب نہیں نہ منع کیا جائے
کتاب تمرتاشی میں لکھا ہی کہ اولی یہی ہی کہ گانوؤں میں جمعہ پڑھنے سے روکنا نہ چاہیے
بلکہ روکنے میں خوف گناہ کا ہی اور مراد سلطان سے بادشاہ اسلام ہی عادل ہو یا ظالم بموجب
قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو شخص بموجودگی امام عادل یا ظالم کے جمعہ
ادا نہ کرے خدا تعالی اسکے دل کو جمعیت اور اسکے کام میں برکت نہ کرے اسیواسطے
صاحب عینی نے کہا ہی کہ مراد سلطان سے خلیفہ ہی اور صاحب بحر نے لکھا ہی کہ جسکو بادشاہ
جمعہ کا نائب مقرر کرے اگر وہ نائب اسوقت کافر ہی لیکن جمعہ ادا کرنے سے پہلے مشرف باسلام
ہو گیا تو اسکی نیابت صحیح ہی اگر مسلمان نہیں ہوا تو نیابت غیر جائز ہی اور ہدایہ میں لکھا ہی
کہ جمعہ کی نماز خود سلطان پڑھا دے اگر وہ نہ ہو تو اسکا نائب جمعہ پڑھا دے پس جو
بعض کتب میں سلطان کو عام کرکے بادشاہ کافر کو بھی داخل کیا ہی بالکل نقلیہ کے برخلاف
ہی جسکی حرمت صاحب بحر کی عبارت سے مستفاد ہوتی ہی کہ ابراہیم نخعی اور ابراہیم بن مہاجر
خطبہ کیوقت کلام کیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے دریافت کیا کہ جمعہ کا خطبہ سننا فرض ہی کلام
کرنی منع ہی آپ ایسا کیوں کرتے ہو ابراہیم نخعی نے جواب دیا کہ ہم اپنے گھر میں ظہر پڑھ کر آئے
ہیں تقیہ کے طور پر یہاں جمعہ نفل جانکر پڑھتے ہیں اسکی وجہ ایک یہ بیان کی گئی ہی کہ اسوقت بعض
اشخاص جمعہ کو بسبب ہونے بادشاہ عادل کے فرض نہیں جانتے تھے انکے نزدیک بادشاہ
اسلام کا عادل ہونا شرط تھا صاحب بحر الرائق کے وقت میں بھی بسبب ظالم ہونے سلطان
وقت کے بعض اہل علم نے جمعہ کے بعد ظہر کا ادا کرنا لوگوں کو تعلیم کیا اسپر صاحب بحر نے حرمت

کا فتویٰ دیا اسواسطے کہ ہمارے امام کے نزدیک بادشاہ اسلام عادل ہو یا ظالم ہو جمعہ فرض ہو اور
مسئلہ کو امام کے برخلاف ہونا حرام ہی ابراہیم نخعی خود مجتہد تھے یہ مقلد ہم کو انکی پیروی کرنی برخلاف
اپنے امام کے شرعاً درست نہیں پس جبکہ تخصیص کرنا مسئلہ کو حرام ہوا تو تعمیم کرنا بھی حرام ہونا چاہیے
اور شخص متغلب اذن کیوقت بلا اذن سلطان کو جمعہ پڑھنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ محاصرہ حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کے نقل کر کے اس شرط پر قدح وارد کرتا ہی بالکل غلط ہی اور اسی طرح وائے
کی عبارت پر جو واسطے وجہ شرط سلطان کے بیان کی ہی کہ ایسے وقت میں سلطان کا ہونا واسطے
انتظام کے ضروری امر ہی یہہ سوال وارد کرنا کہ شرطوں کا اثبات اپنی رائے سے کرنا شرعاً درست
نہیں نہایت لغو ہی کیونکہ یہہ رتبہ مجتہدوں کا ہی کہ ایک کے قول کو دوسرا مجتہد اعتراض کر کے
تردید کرے ہم مقلدین کا یہ رتبہ نہیں کہ ہم اپنے امام کے قول کو خود ہی تردید کر ڈالیں بلکہ ہمارے
پر لازم ہی کہ جو کسی مجتہد نے ہمارے امام کے قول پر اعتراض کیا ہو ہم اُس کا جواب دیں چنانچہ
اعتراض مذکور اصل میں شافعیوں کا ہی اور اسکا جواب صاحب کبیری نے یہ دیا ہی کہ سلطان
کا شرط ہونا حدیث اور قول امام حسن بصری سے ثابت ہی اور جب یہ شرط موجود نہ ہو تو نماز
ظہر پڑھی جاوے اسپر صحابہ کا عمل تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی زمانہ فتنہ میں سوائے
حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمعہ نہیں ادا کیا اگر ہم بالفرض والتقدیر روایات شروح
اور فتاویٰ پر عمل کرنا جائز قرار دیں تب بھی اس دیار ہند میں جمعہ کا ادا کرنا فرض ثابت نہیں ہوتا
کیونکہ اُن روایات کا حاصل یہ ہی کہ اگر بلاد اسلام پر کفار غالب ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہی کہ
ایک شخص کو اپنے میں سے والی بناویں اور وہ شخص ایک قاضی واسطے تصفیہ مقدمات
اہل اسلام بروے شرع اور قائم کریں حدود زنا و سرقہ وغیرہ کے مقرر کریں اور ایک امام
واسطے نماز جمعہ کے معین کیا جاوے یہ مضمون فتح القدیر کا ہی چونکہ اس دیار میں خود اہل اسلام
نے اپنی طرف سے والی اور قاضی جو مقدمات اہل اسلام کے موافق شرع برخلاف قوانین
انگریزی فیصل کرے سو بیشک مقرر نہیں کیا ہی اور نہ انکو ایسا کرنیکا اختیار ہی پس جمعہ پڑھنا انکو

بلکہ سہارنپور وغیرہ میں بموجب ان روایات کے بھی فرض نہوا بس بموجب تحقیق بالا ثابت ہوا کہ حکم ادا کرنے جمعہ کا بطور فرض قطعی شہروں اور قصبات میں اور منع ہونا ہر گانوں میں بلکہ پس رشید احمد صاحب گنگوہی کا اور بلا قید مصر ہر گانوں میں فرض قطعی الاداء ہونیکا حکم دینا صاحب مذکورہ کا سقلد کہلاکر بالکل غلط ہی ایسے فتووں پر مقلدین کو عمل کرنا درست نہیں پس جس شہر یا قصبہ یا بڑے گانوں میں جمعہ پڑھا جاوے سواں نماز ظہر بھی ادا کرنی لازم ہی اور جس گانوں میں کسی روایت فقہیہ سے جمعہ کا واجب الاداء ہونا ثابت نہیں ہوتا وہاں جمعہ پڑھنے کا فتویٰ حنفی المذہب ہوکر دینا درست نہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم ہذا ما تیسر لی باعانۃ اخی اعنی المفتی المولوی عبد العزیز الذی اشتہر فی ہذہ الدیار کالشمس علی نصف النہار کان اللہ لی لنا ولجمیع آبائنا واجدادنا وامہاتنا وجداتنا واخوتنا واخواتنا واولادنا واولاد اولادنا وہلم جرا واولاد اخوتنا واعمامنا وعماتنا کذلک وسائر ما یتعلق بنا برحمتک یا ارحم الرحمین آمین ثم آمین

الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی ✦

باسمہ سبحانہٗ - کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو عوام لوگ توشہ شیخ عبد الحق کا اپنے ذمہ مانتے ہیں اور جنفر توشہ کہ اس میں شریک نہیں کرتے اور اسی طرح گیارہویں پیران پیر کی اپنے ذمہ لازم جانتے ہیں اگر کسی نے امور مذکورۃ الصدر کے خلاف عمل کیا بعد ازاں اسکا کچھ نقصان ہوا تو کہا جاتا ہی کہ توشے یا گیارہویں کو تاریخ مقررہ پر ادا نہ کرنے سے شیخ عبد الحق یا پیران پیر نے اسکو نقصان پہنچایا آیا ایسا عمل کرنا گو بظاہر خدا کا نام بھی اس میں لیا جاوے شرعاً جائز ہی یا نہیں ✦

جواب - اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً - ایسا فعل کرنے والے شرعاً مشرک ہیں خدا کا نام جو بعض لوگ بروقت استغفار زبان پر لاتے ہیں محض ظاہرداری ہی ایک شخص نے نمبردار گانوں کے پاس جاکر کہا کہ میں نے ایک بکرا شیخ سدو کے نام کا دیا ہی کوئی اسکو ذبح نہیں کرتا میں اسکا کیا علاج کروں نمبردار نے کہا کہ میں تیرا بکرا ذبح کرا دیتا ہوں اسکو ساتھ

مولانا مولوی برخوردار صاحب مرحوم کے پاس جو بڑے زبردست اور بے ریا عالم تھے لیگیا
اور کہا کہ یہ شخص سدو کا بکرا ذبح کرانا چاہتا ہی کسی طالبعلم کو آپ فرمادیویں کہ بکرے کو ذبح کردے
آپ نے بکرے والے سے دریافت کیا کہ اس میں کسقدر گوشت ہوگا اُس نے اندازہ کرکے
بیان کردیا آپ نے ارشاد کیا کہ اُسی قدر گوشت ہم سے لیجا اور بکرا زندہ ہم کو دیجا اُس نے
فوراً کہا کہ شیخ سدو مجکو ماریگا تب مولانا صاحب مرحوم نے اُس نابکار کی خوب زدوکوب
سے خبر لی اور کہا کہ تو حیلہ بنا کر برخوردار کا ایمان لینے آیا تہا القصہ غرض عوام کی تقرب لغیر
اللہ کی ہوتی ہو ورنہ تخصیص ثواب شیخ عبدالحق وغیرہ خصوصیات کے مقرر کرنیکی کیا
وجہ ہی خدا کیواسطے جو طعام پکایا جاوے اُس میں حقہ وغیرہ کی پرہیز نہیں اور نہ کسی
تاریخ کی اُس میں حاجت ہی مجدد صاحب نے بھی ایسے فعل کو شرک قرار دیا ہی آپکے مکتوبات
میں یوں فرماتے ہیں وحیوانات را کہ نذر مشائخ میکنند و بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ ذبح
میکنند در روایات فقہیہ این عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند وازین عالم است صیام معا
کہ بہ نیت پیران و بے بیان نگہدارند و در وقت افطار برائے ہر روزہ طعام خاص بوضع
مخصوص تعیین مینمایند مطالب ومقاصد خود را ہر روز ہا بوسیلہ از خود وائے حاجات
خود از ایشان میدانند این شرکت در عبادت است وحیلہ است آنچہ بعض از زنان در وقت
اظہار شناعت این فعل گویند کہ ما این روزہ را برائے خدا نگاہ میداریم وثواب آنرا بہ
پیران می بخشیم اگر دریں امر صادق باشند تعیین ایام از برائے صیام چہ درکار است و
تخصیص طعام تعیین اوضاع برائے چیست انتہی مختصراً پس جو کچھ مولوی محمد گل خان نے
اپنے رسالہ براہین بینہ میں حیلہ سازیاں واسطے جواز ایسی نذروں کے بیان کی ہیں بالکل
خلاف واقع اور لغو ہیں ۔ واللہ اعلم

باسمہ سبحانہ اجرت برخواندن قرآن گرفتن جائز است یا نہ جواب حکم اجرتیکہ حافظان
قرآن برخواندنش میگیرند چند صورت دارد وجداگانہ در ذہن خود منقسم باید فرمود وخلط ننماید

نزد تا اشتباه واقع نشود صورت اول آنکه قرآن خوانده خود را بعوض مبلغ کذا بدست کسے
بفروشد و این صورت محض باطل است باجماع اہل سنت آرے نزد امامیہ رائج و متعارف است
بلکہ تولیہ و نماز و حج و دیگر عبادات را می فروشند و دلیل بطلانش آنکه حقیقت بیع مبادلة المال بالمال
است و ثواب طاعات مال نیست بلکہ حقی است که برائی این شخص بحکم وعده الٰہی ثابت میشود در
آخرت و استیفاء آن خواهد نمود و بیع حقوق دنیوی باشند خواه اخروی مثل حق الوالد و حق الارث
و حق مرور و حق عیال و امثال ذلک جائز نیست. صورت دوم آنکه شخصے را برائے ختم قرآن
مزدور بگیرند و ثواب آن ختم بمستاجر برسد و این صورت نزد حنفیه جائز نیست و نزد شافعیه تفصیل
دارد و دلیل عدم جواز این صورت آنست که قاعده حنفیه است کما فی شرح الوقایة وغیره
الاصل عندنا انه لا یجوز الاجارة علی الطاعات و علی المعاصی لکن لما وقع الفتور فی زماننا
فی الامور الدینیة یعنی بعضها تعلیم القرآن و الفقه تحرزا عن الاندراس و نکته دراں که اجاره
برائے طاعات خواه فرض باشد خواه نفل جائز نیست آن است شخصیکه مباشر طاعت میشود
است بحکم وعده الٰہی مستحق اجر اخروی گشته پس اگر اجر دنیوی را از مخلوق بہمان عمل طلب نماید
اجتماع عوضین و اجرین در حق یک کس بیک عمل لازم خواهد آمد مثل آنکه شخصے اجیر خاص یک
کس قرار یافت او را نمی رسد که اجیر خاص شخصے دیگر شود در ہماں مدت کذا ہذا کما فی شرح الہدایة
و قوله علیه السلام و اقرؤا القرآن و لا تاکلوا به مثل ان یستاجر رجلا یقرأ علی رأس قبر قیل
ہذا القراءة لا یستحق بها الثواب لا للمیت و لا للقاری انتہی. صورت سوم شخصے حسبة لله ثواب
قرآن خوانده بکسے بخشد یا بقصد ثواب او آغاز کند و ہرگز خیال معاوضه در خاطر او خطور نه کند و
آن کس بطریق مکافات بعد ازاں بپاداش خواندن آن بوے چیزے بدہد یا احسانے نماید یا
شخصے باشد که از سالہا بر شخصے انعام و احسان میکند و این کس بطریق مکافات آن کس قرآن
و کلمہ تہلیل و امثال ذلک برائے او میخواند و ثوابش باو می بخشد این صورت جائز است بلا شبہ
بلکہ مستحب زیرا که مکافات احسان باحسان مستحب است و فی الحدیث من صنع الیکم معروفا

ناگفته‌اند ولیکن در اینجا هم حد سے می باید و آن این است که اگر نیت آن در خواستن مکافات احسان
اوست پس جائز است و مستحب اما اجاره نشد آری گرفتن مکافات مضر نیست لیکن فرقے تا آل باید نمود
وصورت چهارم آنکه شخصے است طالب علم دینی یا حفظ قرآن یا اشتغال بطاعت دیگر لیکن از راه تنگی
وفقدان وجه معاش فراغت اشتغال با آنها میسر نمی شود و مردے دیگر صاحب مایه وجه قوت او شود و فارغ
بال مشغول بطاعت گردد و درین صورت هر دو را اجر کامل بماند بر طاعت و همچنین بگیرند و مورد این
آیت همین است للفقراء الذین احصروا الخ و اعانت بر طاعت که در حدیث جا بجا مدح و ترغیب
شده همین است لیکن این را اجرت گفتن مجاز است. صورت پنجم آنکه شخصے قرآن را نه بوجه طاعت
بلکه بنابر قصد منافع میخواند و برین اجرت میگیرد مثل رقیه‌ها و تعویذات. بعضے سوره قرآنی برای حصول
بعضے مطالب دنیوی یا برائے خلاصی از عذاب بکر یا بیماری و دفع آسیب زنده یا مرده و جنون
خوش و این قسم جائز است و بیشتر با کراهت و همین است مورد این حدیث که ان احق ما اخذتم
علیه اجرا کتاب الله و قصه رقیه سوره فاتحه و گرفتن اجرت بر آن نیز از همین قبیل است همه
. . همه با احکام آنها در خاطر محفوظ باید داشت و همین تفصیل معلوم شد که در احادیث مخالفتے
نیست مثلا در حدیث عباده بن صامت قال قلت یا رسول الله رجل اهدی الی قوسا ممن کنت
اعلمه الکتاب والقرآن ولیست بمال فارمی علیها فی سبیل الله قال ان کنت تحب ان تطوق طوقا
من نار فاقبلها رواه ابوداؤد درین صورت نیست که بوقت تعلیم طلب مکافات منظور داشته بود و همین
نیت تعلیم کرده بود و علی هذا القیاس احادیث دیگر والله اعلم علمه اتم واکمل و احکم این مسئله
نوشته والد ماجد خود اعنی مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودیانوی بتمامه تبرکا نقل کردم ۔
باسمہ سبحانہ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر نابالغوں کے
رشتہ داروں میں چچا جدی اور نانی اور عمہ موجود ہیں شرعاً ولایت نکاح کی کس کو ہے ماں و والدین
اُن کے فوت ہوگئے ہیں۔ اُن لڑکیوں کے رشتہ داروں میں صرف تین کس زندہ ہیں۔
جواب۔ اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا۔ صورت مذکورہ بالا میں ولایت نکاح کی بترتیب

جدی کو ہی کیونکہ چچا جدی عصبہ ہے اور عصبہ کی ہوتی ہوئی ماں اور نانی اور پھوپھی وغیرہ کو شرعاً نکاح کرانیکا مطلقاً اختیار نہیں قال فی الدر المختار والولی فی النکاح العصبۃ بنفسہ بلا توسط انثی علی ترتیب الارث والحجب انتہی واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔ الراقم خادم الطلبا محمد لودیانوی ؁

باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور ایک سو روپیہ مہر مقرر کیا اور یہ اقرار کیا کہ بہمانہ ساس خسر نہ دونگا اور بہونگا بدون سلیقہ زوجہ و ساس کے علیحدہ ہونگا اگر اپنی زوجہ کو بہمانہ ساس سے جھوڑ کر چلا جاؤں اور ساس اپنی کو وعدہ پیہ سوار روانہ کروں تو عورت سو روپیہ عوض ہو نگا عقد زوجیت کا دعوی نہ ہوگا اگر اقرار کنندہ وایکما موجب اقرار نامہ کے عمل کرے بعد ازاں برعکس ہو جاوے تو عورت مذکورہ پر شرعاً طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں اگر ہوتی ہے تو مہر زوجہ کا شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں ؁ جواب ۔ اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً اقرار ۔ اپنے پر عمل نہ کرنے سے زوجہ اسکی پر شرعاً طلاق واقع ہوگئی ایسی طلاق کو شرعاً طلاق معلق کہتے ہیں جیساکہ درمختار میں لکھا ہے فینزل المعلق اذا وجد الشرط یعنے درمختار میں ہے کہ شرط کی پائی جانے سے طلاق عورت پر پڑ جاتی ہے اگر مابین عورت اور شوہر کے وجود شرط میں اختلاف ہو تو وہاں عورت کے گواہ شرعاً لینے چاہئیں اگر عورت کے پاس گواہ نہوں تو اس صورت میں شوہر کو حلف کرنا پڑیگا درمختار میں ہے فان اختلفا فی وجود الشرط فالقول لہ مع الیمین الا اذا برہنت بر تقدیر ثبوت طلاق کل مہر کا ادا کرنا شوہر پر شرعاً لازم ہے جیساکہ درمختار وغیرہ کتب فقہ میں مذکور ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم ۔ خادم الطلبا محمد لودیانوی

باسمہ سبحانہ ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے اپنے پسر یا دختر کو اپنی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ میں سے ہبہ کر دیا آیا بعد اسکے اپنی جائداد موہوبہ کو واپس شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں ۔ فقط بینوا توجروا ۔

جواب

اللہم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً جو شخص والد اپنی اولاد کو ہبہ کر دے اور اولاد اُس پر قابض ہو جاوے وہ ہبہ شرعاً واپس نہیں ہو سکتا جیساکہ درمختار میں لکھا ہے والقاف القرابۃ فلو وہب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا او مستامنا لا یرجع انتہی یعنی اپنے قریبی ذی رحم محرم کو جو شخص ہبہ کر دے اگرچہ وہ کافر ہو اُس سے واپس نہیں لے سکتا واللہ اعلم وعلمہ اتم ٭ الراقم خادم الطلبہ محمد لودیانوی ٭